داعی اور دعوت کا انداز

5705

عبدالمجید بھکراہوی

تقدیم: شیخ الحدیث عزیز الرب فیضی

نظر ثانی: حافظ صلاح الدین یوسف

کتاب سرائے

بیت الحکمت لاہور کا اشاعتی ادارہ

الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

بیاد
پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ
۱۹۴۷-۲۰۰۹

جملہ حقوق محفوظ

۱۴۳۱ ہجری ۲۰۱۰ء

83776

نام کتاب : داعی اور دعوت کا انداز

تالیف : عبدالمجید بھکراہوی

تقدیم : شیخ عزیز الرب فیضی

اہتمام : بیت الحکمت، لاہور

مطبع : روشن پرنٹرز، لاہور

ڈسٹری بیوٹرز

کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات
فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون 7320318 فیکس 7239884
ای میل: hikmat100@hotmail.com

فضلی بک
فضلی بک سپر مارکیٹ
اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 2212991-2629724

Marfat.com

فہرست مضامین

- تقریظ.....(مولانا حافظ صلاح الدین یوسف) 9
- مقدمہ 11
- پیش لفظ 27

اسلوب دعوت

- فہم صحابہ 33
- پاکیزہ عزائم 39
- علم وبصیرت کی ضرورت 43

دُعاۃ کے چند خصائل (رذیلہ وجلیلہ)

- نام نہاد داعی کا چیلنج 50
- حقیقی داعی 55

ہمہ گیر قیادت

- ایک مثال 59
- قیادت میں لچک 60
- تحریک اسلامی 62

ابتلاء وآزمائش

- توکل اللہ ہی پر 71
- صبر آزما حالات وسانحات 72
- ایک تجربہ 75
- انبیاء کی تردید وتکذیب کی گئی 76
- معاشرتی کجروی اور بائیکاٹ 79

برائی کو پوری طاقت سے روکنا......

- دل سے برا ماننا 84
- ظلم سہنا معصیت ہے 86
- مصلحت والی خاموشی 88
- برائی کا انسداد 90

Marfat.com

جابر حکمراں کے سامنے 91
فتنوں کا سدباب 94

استحصالی سوچ

ناکام کوششیں 98
حق سے اغماض کا ایک انداز 100
بغیر دلیل کے عوام کے 100
نام نہاد سرداری کا انجام 101
صاحب عزیمت پر الزامات 106
کرامات اولیاء کو گدلا 108
جلاوطنی کا سامنا 110
حسن البنا 112
مناہج انبیاء میں 112

فکری مصالح

فکر کی تعمیر 115
مصالح اور ترجیحات 118
قلب سلیم کی ضرورت 119
فکر وعمل کا فساد 122
منہج سلف نہ کہ 125

جاہلوں سے اعراض

جاہلوں کا تصادم 129
جاہلوں سے مرعوب ہونا 131
اسلام اور جاہلیت کا اتحاد 134
جاہلوں کا ایمان کچا ہے 136
حسن خلق صبر وضبط کے ذریعہ 138

Marfat.com

اکثریت معیار حق نہیں ہے

- ناطقہ سر بگریباں 146
- سیکولر سوچ کا طوفان 148
- اسلام میں ابہام نہیں 150
- اسلام میں جماعت کا تصور 153
- اطاعت صرف معروف میں 157
- جماعتی کون! 161
- بھوج کی جمعیت 162
- کثرت نے گھٹنے ٹیکے 165
- مشورہ کا مفہوم 167

واقعات رنگ لاتے ہیں

- انبیاء کی زندگی واقعات سے 169
- دینداری کا دعویٰ اور نمائش 170
- صبر آزما واقعات 174

داعی کا مضبوط آسرا

- ظاہری اسباب کی ضرورت 182
- توکل دعا کے ذریعہ 186
- ٹھوس عزم اور اعلیٰ صفت 188
- منظم اسلامی پلیٹ فارم 190
- موجودہ حالات میں 192

فکری انحطاط کا تعاقب

- تجاہل عارفانہ 193
- اپنے نفس پر ظلم کرنے والے 197

Marfat.com

کجروی کے شکار 203
مصلحت بیں عزیمت والے 205
ذہنی خوراک 207
مفسدات سے بچیں 208

دعوت وخطابت

رموز وعظ 214
بیان میں اعتدال ہونا چاہیے 215
لاشعوری جنگ کے شعلے 216
سطحی سوچ 218
ایک واقعہ 218
فکری انقلاب 218
دین میں انتہا پسندی 218
دوسرا واقعہ 220
دعوت کا مطمح 220
فکر وخیال میں توحید 222

اسلام کی حقیقی اور زندہ تحریک

ہر واقعہ کے دو پہلو ہوتے ہیں 225
احساس پیدا کیجیے! 227
کیا مومن کے علاوہ لوگ 229
عزیمت کی چٹان 229

Marfat.com

تقریظ

زیر نظر کتاب ''داعی اور دعوت کا انداز'' ہمارے سلفی بھائی محترم مولانا عبدالمجید بھکراہوی (نیپال) حفظہ اللہ کی تالیف ہے۔ کتاب کے عنوان سے موضوع واضح ہے۔ داعی کے اندر کیا خوبیاں اور صفات ہونی چاہئیں کہ وہ مختلف حالات وظروف میں پورے عزم و ہمت سے دعوت الی اللہ کا کام اور شرک وکفر اور رسوم و بدعات کی تردید کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ اسی طرح مختلف ماحول اور مختلف افراد کے مزاج و طبائع کے اعتبار سے دعوت کا اسلوب کیا ہونا چاہیے تاکہ دعوت کا یہ کام زیادہ سے زیادہ مؤثر، مفید اور کارگر ثابت ہو۔ نیز اس وادی پر خار کی آبلہ پائی میں قدم قدم پر رکاوٹوں اور مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اپنوں اور بیگانوں کے طعن و تشنیع کے تیروں سے سینے فگار اور جگر چھلنی ہوتے ہیں اور بعض دفعہ بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن سچا داعی ان مواقع پر کیا کرتا ہے یا اس کو کیا کرنا چاہیے؟ وہ مخالفتوں اور مزاحمتوں کے طوفان کے سامنے گھٹنے ٹیک دے، پسپائی اختیار کرلے، اپنی دعوت کی بساط لپیٹ دے اور...... چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی...... کا انداز اپنا۔لے یا زمانے کا رُخ بدلنے کی حتی المقدور سعی وکوشش کرے اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے جذبہ وجنون کو فزوں تر اور قوی تر کرلے، بمصداق ع

بڑھتا ہے ذوق جرم یاں ہر سزا کے بعد

ان تمام پہلوؤں پر فاضل مؤلف حفظہ اللہ نے قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے روشن

Marfat.com

کردار کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔اس اعتبار سے یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر داعی حق اس کا مطالعہ کرے، اس سے یقیناً اس کے ایمان وبصیرت کو جلا بھی ملے گی اور حوصلوں اور ولولوں کو مزید قوت وتوانائی بھی بہم پہنچے گی۔ان شاء اللہ العزیز

(حافظ) صلاح الدین یوسف
مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف وترجمہ دارالسلام
حال وارد مکة المکرمة
دسمبر ۲۰۰۸ء

Marfat.com

مقدمہ

رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی داعیانہ سرگرمیوں میں گذری۔ مکہ میں صفا کی چوٹی پر توحید کا زور دار اعلان کیا۔ گلیوں، سڑکوں اور گھروں میں لوگوں کو اسلام کی دعوتِ امن و سلامتی دیتے رہے۔ آزاد، غلام اور سردارانِ قریش کو جنت کی سدا بہار زندگی اور جہنم کی خوفناکی سے متنبہ کرتے رہے۔ مشرکین مکہ نئی تبدیلی اور اجنبی انداز کو گوارا نہ کر سکے۔ آپ ﷺ کو مارنے، ستانے اور طعنہ دینے لگے مگر اس کے باوجود آپ تھکتے نہ تھے۔ تازہ دم ہو کر مضافاتِ مکہ، بازار مکہ میں دعوت و تبلیغ جاری رکھتے تھے۔ جب سابقون الاوّلون کی ایک ٹیم تیار ہو گئی تو مکہ سے دُور شہر یثرب کی طرف اپنے دُعاۃ بھیجنا شروع کیے۔ وہاں کی زرخیز مٹی نے اسلام کے شجر طیبہ کو قبول کیا اسلام کے سچے داعی اور مجاہد تیار ہوئے۔ اسلامی قیادت نے اس شہر کو مدینۃ الرسول کا خطاب دیا۔ اب یہ دعوت دُور دُور تک پھیلنے لگی۔ جانثاروں کی کثرت تعداد کے ساتھ نظامِ رسالت (Prophet Hood) کا قیام عمل میں آ گیا۔ اس کے بعد بھی دعوت کا کام سرعت سے بڑھتا ہی گیا، اطراف واکناف اور قریب و بعید کے شاہان وقت کی طرف وفود و خطوط جاتے رہے۔ جو ملک و قوم (عصبیت و رقابت کی وجہ سے) اس دعوت و رحمت سے ٹکراتے وہ اپنے زخموں کو چاٹنے پر مجبور ہوتے رہے۔ الغرض اسلام کے خلفا، ائمہ اور محدثین نے اس دعوتی و تحریکی سلسلہ کو تسلسل سے جاری رکھا۔ فللّٰہ الحمد

رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ تمام جہانوں کے واسطے خیر اور سلامتی کے

Marfat.com

پیامبر ہیں۔ اس میں نہ ملک وقوم کی تقسیم ہے اور نہ ذات پات، رنگ ونسل، کالا و گورا اور سرخ وسفید کی قید ہے۔ بلکہ آپ کی دعوت (سبھی کے واسطے) سراپا حیات ہے۔ جس کی گارنٹی اور جانکاری اللہ تعالیٰ نے دی ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ ﴾ (الانفال: ٢٤)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے، اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔''

بحیثیت اُمت دعوت اسلامی کی فرضیت کو قبول کرنا، استطاعت ورغبت کے ساتھ اس سعی و جہد کو کامیاب و بامراد کرنا، داعی کی اوّلین ضرورت اور ذمہ داری ہے۔ یہاں تک کہ دُور ونزدیک والے پڑوسیوں اور غیر مسلموں کو بھی دعوت پیش کریں۔

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ ﴾ (آل عمران: ١٠٤)

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔''

ہر چیز اس وقت خوبصورت اور بے عیب ہوتی ہے جب اسے علم و ہنر کی روشنی میں انجام دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طائفہ کو (ہر وقت) دین کی سمجھ حاصل کرنے اور اس کے ذریعہ اپنی قوم کو ڈرانے کی ترغیب دی ہے۔

Marfat.com

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾﴾

(التوبہ: ۱۲۲)

''اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرے اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں تو ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

رسول اللہ ﷺ کو بھی جب نبوت سے سرفراز کیا گیا تو اس کے بعد جو حکم ہوا وہ پرزور تبلیغ کا تھا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾ (المائدہ: ٦٧)

''اے رسول جو کچھ بھی آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، وہ پہنچا دیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی۔''

آپ ﷺ نے ایک صالح، مہذب اور با اخلاق معاشرہ تشکیل دیا۔ جس کا ہر شعبہ نوعِ انسانیت کے لیے اعلیٰ نمونہ ثابت ہوا۔ موجودہ دور کے اکثر مسلمان جاہل، فکر سے خالی اور غیر ذمہ دار ہیں۔ دن کے اُجالوں سے منہ چرانے والا رات کی تاریکیوں میں بھٹکنے کے سوا کیا پائے گا؟ جو متعصب اقوام علوم وفنون کے ماہر اور اخلاق و ڈسپلن کے اُفق پر جگمگا رہی ہیں انہوں نے اب جان لیا ہے کہ اصل جوہر انسانیت اور مکارم اخلاق صرف اسلام ہی کے اعلیٰ کرداروں میں سے بھی اعلیٰ ترین کردار محمد ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل میں ہی مضمر اور مستقل ہے۔ انہیں جو چیز قبولیت حق سے مانع ہے وہ موجودہ مسلمانوں کے غیر اسلامی کردار کا نتیجہ ہے۔ بسا اوقات مسلمانوں کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب کوئی غیر مسلم محقق و دانشور

Marfat.com

اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوتا ہے، حالانکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہمیشہ کھلی رہنی چاہئیں۔ اور مومن ہر وقت مومن ہی رہے تا کہ ایک کے ساتھ ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوں۔ ﴿یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ مسلمان ایمان کو پیہم تازہ رکھیں ورنہ دور کی گمراہی کے شکار ہو جائیں گے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۳۶﴾﴾ (النساء: ۱۳۶)

”اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر اُتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

داعی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کی روشنی میں زندگی گذارنا چاہیے، تا کہ سسکتی، کراہتی، پریشان حال دنیا میں سچا اور پاکیزہ انقلاب آ جائے۔ آپ کو نہیں معلوم سطحی لوگ صرف ایک واقعہ اور اضافہ پر ناچنے اور (بلا وجہ) خوشی منانے لگتے ہیں جس میں ان کے کردار کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا ہے۔ یہاں تو اسلامی کردار پیش کرنے کی ضرورت ہے! اور پیاس کی ماری پوری دنیا کو اسلام کے چشمہ صافی سے سیراب کرنا ہے، اس لیے ہماری دعوت کا ہدف پوری دنیائے انسانیت ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو ہماری اپنی تعلیم اور جوہر کا پتہ نہیں! مگر کافروں کو ہماری تعلیم کا پتہ ہے۔ گرتی ہوئی طاغوت کی دیوار کو صرف ایک دھکے کی ضرورت ہے۔ فکری یلغار کی ضرورت ہے۔ اپنے کردار کو

Marfat.com

سنوارنے اور نبوی منہج کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یقیناً ایسا داعی ہی اسلام کا سچا ترجمان اور پاسبان ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ .)) ❶

''سب سے بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے بعد کا پھر اس کے بعد کا ہے۔''

ان تینوں ادوار (عہد رسالت وصحابہ، تابعین) کو بہترین زمانہ کیوں کہا گیا ہے؟ کیا اسلام کے یہی مثالی ادوار تھے؟ ان سب کی زندگیاں اسلامی تعلیمات کی پیکر وترجمان تھیں؟ ہاں!! انہوں نے تعلیمات قرآن اور نبی ﷺ کی عظمت کو جان لیا تھا۔ اسی وجہ سے حفاظت حدیث کا ریکارڈ کارنامہ انجام دیا گیا۔ جدید علوم اور تحقیقات کے نئے اسلوب دریافت کیے۔ علم، فلسفہ، سائنس اور تاریخ کے سربستہ رازوں کو معلوم کیا۔ انہی علوم وفنون کی روشنی میں عقائد کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ داعی کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ ظاہری اعمال وافعال کے خوگر دعویدار اور لکیر کے فقیر بننے کی عادت نہ ڈالیں!! میں نے ایک پارہ پڑھا ہے! ارے میں نے تو دو پارے پڑھے ہیں! میں نے اس بار دو حج کیے ہیں! تہجد اور اشراق کبھی نہیں چھوڑی! میرا خاندان اونچا اور اسلامی مرکز چلاتا ہے۔ وعظ اور جلسے کی نمائش، لباس وانداز میں تصنع، سواری اور رشتہ داری میں مسابقت، دولت کا زور اور عہدوں کا شور بلکہ ہر معاملہ میں اہم سے اہم تر اپنے کو ظاہر کرنے کی کوشش! یہاں تک کہ اپنے علم، مرتبہ، تقویٰ، شہرت، دولت اور سرداری سے متاثر کرنے کی سعی ناتمام ہوتی ہے۔

یہ جاہلوں اور احمقوں کا شیوہ تو ہوسکتا ہے مگر خالص توحید وسنت کا داعی اس فہم باطل اور شیطانی وسوسہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا ہے۔ سورہ الحجرات آیت نمبر ۱۴ کے اندر اللہ تعالیٰ نے

---

❶ صحیح بخاری (۲٦٥١)، مسلم، فضائل الصحابہ(٢١٤)، نسائی (٣٨١٨)، ترمذی (٢٢٢١)، ابن ابی شیبہ ١٧٦/١٢، مسند احمد: ٤٢٦/٤، ابن حبان (٧٢٢٩)، المعجم الکبیر للطبرانی: ٥٨٥/١٨، المسند الجامع (٢٣٠٢)، مسند طیالسی (٨٥٢)، بیہقی: ١٦٠/١٠، شرح السنہ (٣٨٥٨).

Marfat.com

دیہاتیوں کی اسی سوچ اور نکتہ کو واضح کیا ہے۔ اور یہ ضرور ہے کہ ایمان و اسلام ایک ہی چیز ہے، مگر ایمان کا تعلق تصدیق سے ہے اور اسلام کا تعلق عمل سے ہے۔ تو جو آدمی ظاہری اعمال کا خوگر ہوتا ہے مگر باطنی جوہر سے خالی ہوتا ہے تو ایسے شخص کے اسلام میں کچھ طاقت نہیں رہتی ہے۔ داعی اگر ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ کی ذمہ داری کو محسوس کرے تو ان خیالات باطلہ سے جان چھڑا لینا چاہیے۔ خیر کا داعی وہی ہوتا ہے جو ہر ملامت کرنے والے کی ملامت سے بےخوف ہو کر ظاہر و باطن میں قوم و ملت کے لیے آئینہ ہو جاتا ہے، جو نیکی کا حکم کرے اور منکر سے منع کرے، اس کا اخلاق بہت اونچا اور تصنع سے پاک رہتا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں چمک اور روشنی ہوتی ہے جو اپنا لوہا منوا کر ہی رہتی ہے۔ آج باطل پرست لوگ سچے داعی کو دہشت گردی کا الزام دیتے ہیں۔ یہ بات ایک اعتبار سے سچ ہی ہے! اور حقیقت اس کے منہ سے نکلتی ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک نے اس پر حقیقت پسندانہ تبصرہ کیا ہے:

"ہر مسلمان کو دہشت گرد ہونا چاہیے۔ دہشت گرد کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جو خوف و دہشت کی وجہ بنتا ہے۔ جس لمحے کوئی ڈاکو کسی پولیس والے کو دیکھتا ہے تو وہ بھی دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی پولیس کسی ڈاکو کے لیے دہشت گرد ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کو بھی معاشرہ کے بُرے عناصر کے لیے ایک دہشت گرد ہونا چاہیے۔ خواہ وہ چور ہوں، ڈاکو ہوں، یا بدکار۔ جب بھی ایسا کوئی بُرا شخص کسی مسلمان کو دیکھے تو اسے دہشت زدہ ہو جانا چاہیے۔"

(مذاہب عالم میں تصور خدا اور اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے ۲۰ سوال: ۸۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْا وَلَا يُعْلٰى عَلَيْهِ .)) ❶

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ۷۹ تغلیق التعلیق لابن حجر عسقلانی: ۴۸۹/۸۔ سنن الدار قطنی، کتاب النکاح، باب المهر، رقم: ۳۰.

Marfat.com

''اسلام غالب ہونے کے لیے ہے مغلوب ہونے کے لیے نہیں۔''

کسی چیز کے غلبہ کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے (۱) وہ چیز بذاتِ خود حق اور درست ہو۔ (۲) اس کے ماننے والے کا کردار اس کا آئینہ دار ہو۔

اسلام کا یہ دعویٰ کہ وہی غالب ہے اس کا حق ہونا ثابت کرتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑨﴾ (الحجر: ۹)

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

اور تصویر کا درست رُخ یہ ہے کہ قرآن اپنی اصل حالت میں ہے۔ اس میں کسی طرح کی کوئی تحریف اور ترمیم نہیں ہوئی ہے۔ جس پر پوری اُمت متفق ہے۔ اور اب دوسروں کو بھی اس کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ''اسلام غالب ہونے کے لیے آیا ہے'' اس بات کو تقویت دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے سامنے اسلامی غلبہ کے آثار جھلکنے لگے ہیں، وہ کسی Big Bang (زوردار دھماکہ) سے ہو یا سرد انقلاب کے ذریعہ! یا (مسلمانوں کے) ارتداد کے نتیجہ میں کسی دوسری قوم کو علم وحی کا پاسبان بنا دیا جائے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ﴾ (المائدہ: ۵۴)

کسی چیز کے غلبہ کی دوسری قسم ہے اس قوم کا کردار اس تحریک کا آئینہ دار ہو۔ اور اسلامی تحریک کے غلبہ کا دعویدار تو مسلمان ہے یہ اپنے کردار کو جس قدر اسلامی تعلیمات کے رنگوں میں ڈھالتے جائیں گے اسلام غالب ہوتا چلا جائے گا۔ کیونکہ دنیا اسی کردار کے حامل انقلاب کی منتظر ہے اور یہ دنیا اب عاجز و پریشان بھی ہے۔

آدمی خلاؤں میں سیر کر رہا ہے۔ حیرت انگیز ایجادیں کر رہا ہے۔ علم و سائنس کی

Marfat.com

بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ مگر وہ قلبی سکون سے خالی ہے! علم و اخلاق کے بے لوث جوہر سے دُور ہے! ذہنی خلجان اور خودفریبی کا شکار ہے! خوبصورتی کی حد بندی اور انانیت میں گرفتار ہے۔ اب اسے اعلیٰ اخلاق کی آئینہ دار شخصیت کی تلاش ہے۔ یہ جذبۂ جستجو فطری ہے۔ اس کی دزدیدہ نگاہیں ہماری سیرت میں چھپے جوہر کی متلاشی ہیں۔ دنیا عظیم ترین کی تلاش میں ہے تاکہ اس کی زندگی خوبصورت ترین بن سکے۔ کیا دنیا کا کوئی نظام، کوئی فلاسفر، مقنن، سیاستدان ایسا حسین وجمیل معاشرہ پیش کر سکا؟ جس میں ہر کوئی دوسرے بھائی کی بھلائی کے لیے فدا اور جانثار ہو؟ نہیں!! صرف اسلام کے پاس ایسا حسین ترین معاشرہ موجود ہے جس میں کہ اسے اللہ سے مانگنے کا خوبصورت انداز بھی ہے۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ ''اے اللہ! ہماری دنیاوی زندگی کو حسین ترین بنا دے۔'' اتنا ہی نہیں بلکہ اس خوبصورتی اور قلبی سکون کو دوام بخش دے۔ ﴿وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾ ''ہم مرنے کے بعد والی زندگی میں بھی خوبصورت وحسین ترین زندگی چاہتے ہیں۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو مقصد حیات وممات خوبصورت ترین اعمال کے حصول کو قرار دیا۔ وہ آدمی خوبصورت ترین ہو جاتا ہے جو رب کی آزمائش میں کھرا اور ثابت قدم رہتا ہے۔ اور جس کی آزمائشیں زیادہ ہوں، اس کی خوبصورتی بھی اسی قدر نکھرتی جاتی ہے:

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾

(الملك: ٢)

''جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔''

اسلام ہی حسن وعمل کا امتزاج رکھتا ہے اور تاریخ میں اس معاشرہ کا پریکٹیکل ڈھانچہ بھی موجود ہے۔ لہٰذا جمیع انسانیت کی فلاح وکامرانی انہی شخصیات کی پیروی اور نقش قدم پر چلنے میں ہے جنہوں نے شرعی نفوذ والے معاشرہ سے حقیقی لطف حاصل کیا۔

Marfat.com

خلیفہ اوّل سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رعایا کا اتنا خیال رکھتے کہ بوڑھی بیوہ عورت کے جانور کا دودھ دوھتے تھے۔

خلیفہ دوم سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ یروشلم پہنچے تو غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپ اس کی مہار تھامے چل رہے تھے۔ یہودی بیت المقدس کی چابی دینے آیا تو خلیفہ کو مہار تھامے اور پیوند والے کپڑوں میں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس نے اپنے اندازہ سے پیوندوں کو شمار کرنا شروع کیا۔ خلیفہ نے بھانپ لیا! جب اس کی گنتی پوری ہوئی تو آپ نے اپنی بغلیں بھی دکھا دیں کہ وہاں بھی دو پیوند اور تھے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہاں دو دن سے چولہا نہ جلا تھا، کسی طرح چند درہم حاصل ہوئے۔ اچانک ایک ضرورت مند ساتھی نے اپنے فاقہ کا حال سنایا تو انہی کو یہ رقم تھما دی۔ ان کے ایامِ خلافت میں ایک دن ایک مسافر کو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما نے اچھا کھانا پیش کیا۔ مہمان مسافر نے ایک بزرگ کو مسجد کے کونہ میں روٹی بھگو کر کھاتے دیکھا تو ترس کھا کر کہنے لگے! ''اس صاحب کو بھی میرے ساتھ شریک کر دیں۔'' سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی بزرگ تو ابا حضور اور خلیفہ ہیں!!

صحابہ کی یہ حالت تھی کہ کھانا کم ہوتا تو بہانے سے چراغ گل کر دیتے اور پورا کھانا مہمان کو کھلا دیتے تھے اور گھر کے لوگ فاقہ سے ہوتے۔

حالت نزع اور پیاس کی شدت میں پانی دوسرے بھائی کو منتقل فرما دیتے تھے اور خود موت کو گلے لگا لیتے۔ سیّد التابعین سعید ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ اپنی حافظہ قرآن اور عالمہ فاضلہ بیٹی کا نکاح ایک غریب طالب علم (جس کی بیوی فوت ہوگئی تھی) سے کر دیا اس حال میں کہ خلیفہ وقت نے اپنے بیٹے (ولی عہد) کے واسطے یہ رشتہ مانگا تھا۔

الغرض اسلاف کرام، ائمہ ومحدثین عظام کی زندگیاں دنیا کو خوب صورت ترین بنانے میں گذریں:

Marfat.com

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

مگر ستم یہ ہے کہ آج عالم اسلام کا ہر طبقہ عالمی سازش کا شکار ہے اور انجانے خوف سے سہما ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے داعی، مدعو، معلم، صاحب مال اور مقتدر ہستیاں غفلت کی پاتال میں اُتری ہوئی ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اہم ثابت کرنے اور ذاتی ملکیت پر مہر لگانے کے لیے ساری تگ و دو اور چھینا جھپٹی ہو رہی ہے۔ کسی بھائی کو بدنام و ذلیل کرنا پڑے تو دریغ نہیں کیا جاتا ہے۔ مال و اقتدار اور خواہشاتِ نفسانی کا حصول ہی اس سعی بے حاصل کی پہچان بن گئی ہے۔ حالانکہ یہ خصلتیں شعوری و غیر شعوری طور پر کفار و مشرکین کی روش کی آئینہ دار ہیں۔ ان کے آگے بے بسی اور حماقت کو ظاہر کرتی ہے۔ حماقت اس لیے کہ جن کے اسلاف ایسی خوبیوں اور تاریخ میں مانی ہوئی قیادت کے حامل ہوں اس کے پیرو کار اور منہج کے دعوے دار اتنے بے بس اور لاچار ہو گئے کہ غیر اسلامی ثقافت کی در اندازی ان کے گھروں، مجلسوں، منصوبوں اور منصبوں پر حاوی ہیں۔ اس کے باوجود ان کی آنکھیں نہیں کھل رہیں۔ حالت یہ ہو گئی کہ دنیا میں تیسرے درجے کے شہری ہو کر رہ گئے ہیں۔ اُس بے قصور و بدنصیب قیدی کی طرح جس نے اپنی زندگی کا فیصلہ تقدیر کے حوالے چھوڑ دیا ہو کہ اگر کسی قسم کی مزاحمت کرتا ہوں تو چھوٹی موٹی جو راحت نصیب ہے کہیں یہ بھی نہ چھن جائے۔

توحید کا داعی! طاغوت کی فرماں روائی اور اس کی اطاعت کو گوارا نہیں کرسکتا کہ یہی تمام رسولوں کی دعوت کا محور ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل: ۳۶)

''ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے

Marfat.com

تمام معبودوں سے بچو۔"

موجودہ دور میں عالم اسلام کا (رِستا ہوا) سب سے زیادہ خون فلسطین کے خونچکاں واقعات سے ٹپکتا ہے۔ صہیونی عالمی سازش کی لپیٹ میں (بشمول امریکہ) پوری دنیا ہے۔ اگر یہودی یہ شرط اور مطالبہ پیش کرے کہ "اگر مسلم اُمہ قرآن سے اس آیت ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (المائدہ: ۸۲) کو نکال دے تو، پھر ہم اپنے ہتھیار اور جارحیت سے دست بردار ہو کر پورے فلسطین اور یروشلم کو بھی خالی کر دیں گے۔" تو آپ بتائیں پوری اُمت کیا! ایک مسلمان بھی اس سمجھوتہ کے لیے تیار ہوگا؟ جب ہم قرآن کی ایک آیت اور اس کا ایک چھوٹا ٹکڑا بھی اپنی نظروں اور تلاوت سے خارج نہیں کر سکتے! تو یہ کیا ستم ہے کہ مسلمانوں نے اپنی پریکٹیکل زندگی اور عملوں سے قرآن کے اکثر حصوں کو خارج کر دیا ہے۔ کیا ہم غیر شعوری طور پر منسوخی آیات اور صیہونی للکار کا شکار نہیں ہو گئے!!

جب کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واشگاف لفظوں میں فرمایا ہے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرہ: ۸۵)

"کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸﴾ (البقرہ: ۲۰۸)

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

اسلام میں داخل ہونے سے مقصود یہ ہے کہ وہ سیاست، معیشت، صنعت، تجارت، عبادت، معاملات اور آداب و اخلاق، زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی روح کے ساتھ

Marfat.com

زندگی گذاریں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے زندگی کا کوئی گوشہ ایسا چھوڑا ہی نہیں جس کی ہمیں تعلیم نہ دی ہو۔ یہاں تک کہ بول و براز کے آداب بھی واضح کردیے ہیں۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((قِيلَ لَهُ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ .)) [1]

''ان سے کہا گیا: یقیناً تمہارے نبی (ﷺ) نے تمہیں ہر چیز کی تعلیم دی ہے، یہاں تک کہ آدابِ خلا کی بھی!! انھوں نے کہا: ہاں، انہوں نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے، کہ ہم قبلہ کی طرف ہوکر پاخانہ یا پیشاب کریں، یا ہم دائیں ہاتھ سے استنجا کریں، یا ہم تین پتھروں سے کم میں استنجا کریں، یا ہم استنجا میں گوبر یا ہڈی استعمال کریں۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الاستطابة: ٢٦٢۔ ابو داؤد (٧)، ترمذی (١٦)، نسائی: ٣٨/١، ابن ماجه (٣١٦)، مسند احمد: ٥/٤٣٧، ٤٣٨.

مومن کو پوری ایمان داری اور منہجی روح کے ساتھ اسلام کا پرچار کرنا چاہیے، ورنہ یہ کام تو کسی نہ کسی طرح ہوتا ہی رہتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢١﴾﴾ (یوسف: ٢١) ''اللہ تعالیٰ اپنا کام کر کے رہتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

اور اگر ان (مسلمانوں) کے عملوں میں کسی طرح کا فتور، ریا اور شرک شامل ہوا تو انجام خطرناک بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کے نام اور ان کی خدمات کو گنانے کے بعد انہیں اس طرح متنبہ کیا ہے:

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾﴾ (الانعام: ٨٨)

83776

Marfat.com

''اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے ان کے سب اکارت ہو جاتے۔''

اللہ ہم مسلمانوں کو اسلام کا صحیح فہم دے اور شرک کی غلاظت سے بچائے۔ آمین!

زیر نظر کتاب کا اسلوب ایسا ہے جو ایک داعی اور مدعو کا ہونا چاہیے۔ دعوتی تحریریں بہت ہوں گی، فنی خوبیوں کی بھی وہ شاہکار ہوں گی۔ مگر عزیز گرامی مولانا عبدالمجید اسلامی نے جو انداز وفکر اختیار کیا ہے۔ وہ حقیقت کی تصویر کشی ہے، حرکت وعمل اور انقلاب وجدوجہد کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کتاب کی تحریر ان کی زندگی کا اجمالی خاکہ ہے۔ بلکہ ہر داعی کے درد وٹیس کو سلاست وشائستگی سے پیش کرنے کا اندازِ دل رُبا ہے۔

ان کی سب سے بڑی مجبوری (جسے وہ عزیمت کہتے ہیں) یہ ہے کہ جو عمل اور منہج کتاب وسنت سے ثابت ہے اس میں کسی قسم کے فتنہ وفساد کا اندیشہ نہیں ہے، اور غیر اسلامی شدت پسندی کا خطرہ بھی نہیں ہے تو عملی اقوام میں تساہل پسندی اور تقلید آباء کو کیوں برداشت کیا جائے (بسا اوقات یہ تنہا بھی) اس عمل کی مہم جوئی میں ہر لمحہ برسر عمل واقدام رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں کانٹوں بھری راہ پر چلنا پڑا۔ بڑے بڑے حادثات اور خونچکاں واقعات پیش آئے۔

اوائل ۲۰۰۲ء میں ہجرت کی نوبت آئی۔ اپنوں کی ستم سامانی اور طوفانِ بے تمیزی نے وطن اور جائیداد کو خیر باد کہنے پر مجبور کر دیا۔ دوسرے ضلع اور بستی میں پہنچے، اپنا ذاتی مکان بنایا، تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ وہاں کی قیادت اور شر پسند عناصر نے بھی آپ پر عرصۂ حیات تنگ کر کے رکھ دیا۔ سماجی بائیکاٹ کر دیا، بول چال اور لین دین پر پابندی لگا دی۔ جب کچھ فرق نہ پڑا تو ایک عرصہ کے بعد کسی بہانے مکان پر حملہ بول دیا۔ خوف زدہ کیا، بالآخر رات کے سناٹا اور سیاہ تاریکی میں اہل خانہ کے ہمراہ فرار ہونے پر مجبور ہوئے۔ جماعتی احباب نے رفع دفع کر کے مفاہمت کرائی۔ مگر ان بدبختوں کو حق راس نہ آیا اور انہوں نے اپنے دلوں میں انقباض کی کیفیت پال لی۔ پھر اللہ کی پھٹکار کا کوڑا برسا۔ اس کے نتیجہ میں ذلت ورسوائی کا سامنا ہوا، تو کہتے ہیں ''نزلہ ہمیشہ

Marfat.com

کمزور عضو (ناک) پر ہی گرتا ہے۔" پھر موصوف پر شدید اور جان لیوا حملہ ہوا۔ انتظامیہ کی مداخلت پر (خاندان کی) جان بچی۔ پھر اس دوران ۸۰۔۸۵ سال کے والدین کو ہراساں کیا گیا کہ آپ میں سے کسی کو (مرنے کی صورت میں) قبرستان میں دفن تک نہ ہونے دیں گے۔ اپنے بیٹے سے کہو! ہمارے رسم و رواج کی پیروی کرے اور شرک سے آلودہ قیادت کو قبول کرے۔

بالآخر شدید دباؤ کے تحت جنوری ۲۰۰۸ء میں والدین اور بچوں کے ہمراہ آبائی وطن لوٹ آئے۔ واپسی کے بارہ دنوں بعد والدہ کا طبعی انتقال ہوا۔ آزمائشوں کا یہ سلسلہ اور سخت ہو گیا۔ یہاں کے شر پسند عناصر نے (ایک دوسروں کے اُکسانے اور اپنی بزدلی پر مہر ثبت کرنے کے لیے) آپ کے گھر پر عشا کے وقت سخت جان لیوا حملہ کیا۔ (واضح رہے کہ موصوف گھر پر موجود نہ تھے) ایک شور کے ساتھ دیوار کو منہدم کیا گیا، گھر میں گھسے، اہل خانہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر بلوائیوں کی زد میں ان کے والد بزرگوار آ گئے۔ گاؤں والوں نے بہت بچایا۔ اس کے باوجود شدید چوٹیں آئیں۔ جس کے صدمہ سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

جناب عین الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ دینی و منہجی سوچ کے حامل داعی کتاب وسنت تھے۔ حافظ عبدالستار دیودھا اور مولوی ابراہیم ٹھیلہ کے تربیت یافتہ تھے۔ گاؤں میں برسوں سے رائج ہندوانہ رسوم اور شرک و بدعت کو ختم کرنے میں نمایاں اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ مرحوم نے اس تگ و تاز میں چوٹیں کھائیں، بڑے بڑے صدمے اور نقصانات برداشت کیے۔ تنہا خرچہ پر امام و مدرس رکھتے اور اس طرح رفتہ رفتہ نمازیوں اور جماعتیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ مولانا عین الحق سلفی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شمس الحق سلفی رحمۃ اللہ علیہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس کی تحریک میں سرگرم رکن کی حیثیت رکھتے تھے۔

آخر الذکر شیخ کے ہمراہ گاؤں بھکراہا کے اجلاس عام ۱۹۸۲ء میں جانے کا مجھے شرف

Marfat.com

حاصل ہوا۔ اوران کی خدمات اور جاں نثاری کو دیکھنے کا موقع ملا۔ مرحوم جادو، ٹونا اور جھاڑ پھونک سے علاج کرنے والوں کو توحید کا راستہ بتاتے تھے اور توہم پرستی سے روکتے تھے، تقلیدی روش اور غیر اسلامی رسم و رواج سے دُور رہتے۔ جہیز کے مخالف تھے۔ اپنے پوتا عبداللہ اقبال کی شادی ان کی شہادت سے صرف دومہینہ پہلے ہوئی۔ ان کی تعلیم، متانت اور بردباری کا یہ اثر تھا کہ جہیز میں ایک پیسہ بھی نہیں لیا گیا جب کہ اس علاقہ میں بھاری جہیز اور مہنگے خرچ کرانے کا رواج ہے۔ مثالی اور ریکارڈ شادی ہوئی، جس میں دولہا کے واسطے کپڑا تک خریدنے کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اسی لباس میں نکاح ہوا جو جسم پر موجود تھا۔ سارا عمل سادگی اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ہوا۔ بارات بھی نہیں گئی، گھرانا خوش حال ہونے کے باوجود کوئی کروفر اور تزک و احتشام نہیں کیا گیا۔ بلکہ مہمانی میں دلہن والے ہی ان کے گاؤں تشریف لائے۔ اسی طرح دوسال پہلے اپنی پوتی کا نکاح بھی انتہائی سادہ، بے مثال اور سنت نبوی کے مطابق کیا۔ فجزاھم اللہ خیرا و احسن الجزا.

غرض مرحوم کی زندگی کا ہر گوشہ اسلامی روح و اسپرٹ اور تہذیب و ثقافت کا آئینہ دار تھا۔ اللہ نے اس خاندان کو یہ شرف دیا کہ شہیدوں کا خاندان بن گیا۔ ان شاء اللہ

جولوگ اپنا خون پیش کرتے اور قربانیوں سے اِس چمن اسلام کی آبیاری کرتے ہیں ان کی محنت اور جان نثاری رنگ لاتی ہے۔ جسے بیدار قوم کبھی بھولتی نہیں ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مؤلف موصوف کے ماموں جان مولوی محمد سلیم ٹھیلہ ۱۹۸۴ء میں مظلومانہ قتل ہوئے۔ جامعہ فیض عام مئو میں وہ میرے ہم عصر ساتھی تھے۔ مرحوم نیک طبیعت اور پروقار شخصیت تھے، توحید و سنت کے علمبردار اور پرجوش داعی تھے۔ گندی سیاست اور طاغوتی عروج کو پسند نہیں کرتے تھے، انہی وجوہات کی بنا پر شرپسندوں نے دن کے گیارہ بجے بحالت روزہ رمضان المبارک کے ایام میں آپ پر قاتلانہ حملہ کردیا۔ زخموں سے چور اور چوٹوں سے رنجور حالت میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

Marfat.com

اے اللہ! اس خاندان پر اس قدر متواتر آزمائشیں نہ ڈال۔ انہیں صبر جمیل اور استقامت کی توفیق دے اور ان دونوں کا نعم البدل بھی عطا فرما۔ اور مرحومین کو جنت الفردوس کا مقام عنایت کر۔ آمین

مؤلف کے مربی اور قائد شیخ منظور احمد مدنی کی رحلت و مفارقت بھی ان کے صدمات میں اضافہ ہی کا باعث ہے کہ جن کی توجہ اور رہنمائی سے انہوں نے یہ قلمی وتحریکی سفر شروع کیا۔ اللہ مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ آمین

اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت سے نوازنا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے۔ (الانعام: ۱۲۵) اور جسے اسلام کی لذت مل جاتی ہے تو ان کے ساتھ بھی ویسے ہی سانحات پیش آتے ہیں جیسے انبیاء کو پیش آتے تھے۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل منتخب کیا تھا۔ مگر آزمائشیں سب سے زیادہ انہیں کے حصے میں آئیں۔

اے اللہ! ہماری کاوشوں کو قبول فرمالے۔ اور اس کتاب کے مولف، معاونین اور جملہ قارئین کے لیے ان کو ذریعہ نجات بنادے۔ آمین یارب العالمین

والسلام علیکم ورحمۃ واللہ و برکاتہ

عزیز الرب فیضی

شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ

بھوارہ مدھوبنی بہار انڈیا

۱۵-۱۰-۲۰۰۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ، وَمِنْ سَيِّاٰتِ أعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

﴿يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾

﴿يٰـاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ط وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا٥﴾

﴿يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوا قَوْلًا سَدِيْدًا٥ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا٥﴾

اما بعد!

دعوت کا کام کانٹوں بھرا راستہ عبور کرنا ہے اور اس عمل کو تحریر کا جامہ پہنانا اس سے بھی

Marfat.com

کٹھن ہے۔ ہاں! سطحی اور روایتی تبلیغ و تحریر ہے کہ جس کا مقصد وقتی مفاد حاصل کرنا ہے تو اس میں کسی قسم کا خطرہ نہیں رہتا ہے۔ بمصداق ''جیسا دیش ویسا بھیس'' اس لیے علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ کیا مدرسہ والوں کی تگ و دو
کرسکتے تھے جو اپنے زمانے کی قیادت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!

دعوت وتعلیم کا کام ان روایتی انداز و پندار سے اٹھ کر خالص اسوۂ رسول (ﷺ) کی روشنی میں سرانجام دینے والا حساس مشن ہے۔ اس میں ذوق وشوق، لگن، یکسوئی اور مکمل انہماک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب اس صورت میں داعی کسی لمحہ فارغ اور خالی الذہن نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر وقت ایک تڑپ، ایک امنگ، منصوبہ سازی، حرکت و بے قراری، محبت و جانسپاری اور خدمت خلق کی کوششوں میں لگا رہتا ہے۔ یہ داعی اپنے کردار کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کرداروں میں ڈھالتا ہے۔ اقدام و انداز کی یہ فکری سعی منہجی زندگی جینے پر اسے ہمیشہ فعال رکھتی ہے۔ داعی کا یہ ایک انداز ہے! اور دعوت کا انداز بھی بالکل ایسا ہی ہے۔ یعنی آپ جس چیز کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں وہ انتہائی پاکیزہ، صاف و شفاف اور تمام عیوب و نقائص سے مبرا ہو اور اسلوب دعوت، مناہج دعوت اور مقاصد دعوت کو اپنی فکری و منہجی سوچ کے ساتھ ترتیب دینے والے ہوں۔ گویا داعی کا ہر انداز دعوت ہے۔ اس کا رہن سہن، چلنا پھرنا، آداب و اخلاق، لین دین، حقوق و فرائض، رونا مسکرانا، شادی طلاق، سفر و حضر اور غیر مسلموں کے ساتھ زندگی جینا وغیرہ سب میں دعوت کی جھلک ہونی چاہیے۔ تحریری جولانی بھی اس طرز اخلاص کی محتاج ہے اور جو تحریر ان تقاضوں، نفس مبادیات اور روح کے ساتھ صفحہ قرطاس پہ ڈھلتی ہے تو اس کے فوائد و ثمرات بھی اسی کے مثل ہوتے ہیں کیونکہ پاکیزہ زمین ہمیشہ پاکیزہ

Marfat.com

پودوں کو جنم دیتی ہے۔

ایک جاہلی شاعر زہیر بن ابی سلمٰی نے کہا:

وَهَلْ يَنْبِتُ الْخَطِّيَّ اِلَّا وَشِيْجُهُ

وَتُغْرَسُ اِلَّا فِی مَنَابِتِهَا النَّخْلُ

''خطی کے درخت سے نیزے بنانے والی لکڑی ہی حاصل ہوتی ہے اور نخلستان میں کھجور کے درخت ہی اگتے ہیں۔''

انسانیت کی فلاح و کامرانی اسلامی نظام زندگی میں ہے کہ یہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور اسلام امن کا داعی ہے تو جو آدمی امن کے سایہ میں زندگی گزارنا چاہے گا اور پاکیزہ زندگی کو ترجیح دے گا تو پھر اس کے ثمرات بھی پاکیزہ ہی ہوں گے۔ حالانکہ ویسے بھی لوگ اللہ کی پکڑ اور اطاعت سے باہر نہیں جاسکتے ہیں تو کیوں نہ اسے بسر و چشم قبول کر کے ادخلوا فی السلم کافہ کا حق ادا کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ (آل عمران: ۸۳)

''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ تمام آسمان والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرماں بردار ہیں خوشی سے ہو تو اور جبراً ہو تو سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

ملک اس وقت مختلف حالات اور خونی تحریک سے گزر کر ایک نظام زندگی کی تلاش میں ہے جس نے دستور ساز اسمبلی بھی تشکیل دے لی ہے تو کیا ہم اپنے حقوق کی حفاظت کی بجائے (جس کی گارنٹی بھی نہیں ہے) پوری انسانیت کی فلاح نہیں چاہتے؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آٹھ جگہوں پر صحیح بخاری میں

Marfat.com

لائے ہیں (کتاب الزکوۃ، کتاب المغازی، کتاب التوحید وغیرہ میں) کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کیا اور فرمایا: تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، انہیں دعوت توحید پیش کرنا اگر اسے قبول کرلے تو نماز پنج گانہ کی تاکید کرنا اور یہ بھی مان جائے تو اسے بتانا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو کہ یہ مال امیروں سے لے کر غریبوں میں تقسیم کر دینا ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۳۹۵)

دعوت توحید اور دعوت امن کی صداقت کے لیے دنیا صاحب دعوت کی پاکیزہ زندگی کو بھی دیکھنا چاہتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ایک (غیر مخلص) عابد و زاہد اور گریہ و زاری کرنے والے کی دعا رد کر دیتا ہے تو دنیا کے لوگ ایسے بے عمل دعویدار کی بات کس طرح مان جائیں گے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ (المؤمنون: ۵۱) وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟)) [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی کو قبول فرماتا ہے اور بے شک

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، رقم: ۱۰۱۵. جزء رفع الیدین (۹۱)، ترمذی (۲۹۸۹)، مسند احمد: ۳۲۸/۲، بیہقی: ۳۴۶/۳، دارمی (۲۷۱۷).

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو حکم دیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، بے شک میں تمہارے عملوں سے، جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہوں، اور فرمایا: اے اہل ایمان! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ۔ پھر آپ نے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے لمبا سفر کیا ہے، پریشان بال اور غبار آلود ہے، آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر کہتا ہے: اے رب! اے رب! اور اس کا کھانا حرام کا ہے اور اس کا پینا حرام کا ہے اور اس کا لباس حرام کا ہے اور حرام ہی کے ساتھ اس نے پرورش پائی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو؟''

دعوت کا کام مخالفت برائے مخالفت نہیں ہے جیسے جمہوری سیاست کار مخالفت کا (دائمی) سلسلہ چلاتے ہیں اور جس چیز سے لوگوں کو روکتے ہیں خود بھی اس میں ملوث رہتے ہیں۔ دعوتِ اسلامی کا کام کسی کی مخالفت محض اس کی اصلاح کی غرض سے کی جاتی ہے۔ اور وہ اصلاح کرنے والا بھی اس عمل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾

(ھود: ۸۸)

''میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤ جس سے تمہیں روک رہا ہوں۔ میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''

ناچیز راقم السطور نے ''داعی اور دعوت کا انداز'' کے لیے ایک کوشش کی ہے، قارئین

Marfat.com

سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ہماری خامیوں کی ضرور نشاندہی فرمائیں تاکہ ہمیں آگے بڑھنے کا حوصلہ ملے۔

کیونکہ دعوت کے نتیجہ میں اٹھنے والی تند و تیز آندھی نے ہمیں کہیں سکون سے بیٹھنے نہ دیا کہ اس کی فنی خوبیوں اور تقاضوں کا مکمل احاطہ کیا جاسکے۔ بس توحید و سنت کا ایک جذبہ تھا جس نے یہ چند مضامین و گذارشات جمع کردیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بیٹوں اور بیٹی و داماد کو جزائے خیر سے نوازے جنھوں نے ہر تحریک و تحریر میں ہماری مدد کے لیے اپنی اطاعت کا بازو بچھائے رکھا۔

بالخصوص اہلیہ محترمہ کا بہت تشکر و امتنان کہ جس کے زبردست حوصلہ اور قوت ارادی نے ہمارے قدموں کو جمانے اور دعوتی تحریک کو فروغ دینے میں خوب تعاون دیا۔ ان کے علاوہ ان دوست احباب کو بھی اللہ رب العزت جزائے خیر سے نوازے جنھوں نے ہمیں کسی طرح کا تعاون پیش کیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ وہ میرے والدین کو جنت الفردوس عنایت فرمادیں۔ آمین رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا

جزاهم الله خيرا واحسن الجزاء

عبدالمجید بُھکراہوی

۲۰۰۹/۱/۵ء

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلوب دعوت

فہم صحابہ:

شاہراہ سلام پر ایسے ایسے عظیم کارواں گزرے ہیں، جن کے نقش قدم کا ذرہ ذرہ روشنی کا مینار ہوتا تھا۔ منہاج نبوت کے یہ وہ پروردہ چاند ستارے تھے جنہوں نے گمراہی سے بھر پور دنیا میں عدل و انصاف، اخوت و محبت، عقائد و معاملات کی بڑی مثالیں اور دعوتیں پیش کی ہیں، اس لیے ضرورت ہے دعوت و اصلاح کا کام فہم صحابہ کی روشنی میں سر انجام دیا جائے کہ جس پر اخلاص و احسان کے ساتھ تابعین، تبع تابعین، ائمہ و محدثین اور حاملین کتاب وسنت عمل پیرا رہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ١٠٠﴾ (التوبۃ)

''جو مہاجرین و انصار سابق و مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

ہمارے یہاں تحریکیں دم توڑ جاتی ہیں اور دعوتی تنظیمیں بکھر کر ٹکڑوں میں منقسم ہو جاتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لگے بندھے طریقوں سے چمٹے اور باپ دادا کے اصولوں سے

Marfat.com

(بغیر دلیل کے) جڑے ہوتے ہیں۔ جب کہ اسلوب دعوت کا نبوی منہج اور مبدا یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شکوک وشبہات رفع کر کے اس کی طرف بلایا جائے اور اس پر بذات خود اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے تاکہ اس سے اس کے گناہ معاف ہوں اور فرسودہ خیالات چکنا چور ہوں، کیونکہ اس دنیا میں اکثر دعاۃ صرف اپنے دعوتی مراکز اور گھسے پٹے اسلوب و دستور ہی کی دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ ﴾ (ابراهيم: ۱۰)

''ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے وہ تو تمہیں اس لیے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے، انہوں نے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے۔ اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل پیش کرو۔''

دعوت الی اللہ کا منہج کتاب اللہ اور سنت کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے، جس کی سلاست و بلاغت ماہتاب کی مانند روشن ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علم و بصیرت اور دور اندیشی کے ساتھ یہ کام کرتے تھے جس کی تائید قرآن نے اس طرح کی ہے۔

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ ﴾

(یوسف: ۱۰۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ میری راہ یہی ہے، میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین و اعتماد کے ساتھ۔''

Marfat.com

دعوت کا کام اس فکر و منہج کو اختیار کرنے سے پورا ہوگا جس کو نبی ﷺ اور نبی کے پیروکار عمل میں لاتے تھے کیونکہ ان کا ایمان وایقان ان کی حرکت وعمل کا مؤید ہوتا تھا۔ ان کی دعوت میں نمود ونمائش یا ریاکاری کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ اس کام اور مشن کو اخلاص اور انکساری کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ اپنے فضائل ومناقب اور دنیا ہی میں جنت کی بشارت پانے کے باوجود کبر ونخوت کے شکار نہ ہوتے تھے۔

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿٣٣﴾ ﴾ (حم السجدہ: ٣٣)

''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔''

یہاں دعوت کی افادیت واسلوب کو نقصان پہنچانے میں ''کل حزب بما لدیھم فرحون'' کا زعم جتنا ذمہ دار ہے اسی قدر کسی غیر مسلکی نظریات وخیالات سے غیر معقول تصادم بھی ذمہ دار ہے، کیونکہ اس سے باطل کے ساتھ براہ راست لڑنے کا اخلاقی جواز ختم ہو جاتا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ گرجتا بادل برستا نہیں ہے۔ بسا اوقات فرسودہ ومروجہ خیالات اور واہی نظریات کو بالا رکھ کر دینی وشرعی مفادات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور نادانی میں بس اپنے خود ساختہ طریقے کی پیروی کرتے ہیں۔ جب کہ اتباع تو رسول اللہ ﷺ اور منہج سلف صالحین صحابہ کرام کا ہی بہتر اور مؤثر ومفید ہے۔

﴿ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿١١٥﴾ ﴾ (النساء: ١١٥)

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے

Marfat.com

اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔"

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ﴾ (الانعام: ۱۰۸)

"اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔"

اس واسطے نفس نزاع کی بجائے وجہ نزاع کا انسداد ضروری سمجھتے ہوئے اقدامی دعوت پر زور دینا چاہیے۔ صحابہ کرام دوسروں کو بھلا برا کہہ کے اپنا ذاتی منہج ہرگز نہ چلاتے تھے۔ یہاں داعی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وضاحت، جس میں دعوت و تحریک اور انقلاب و جدوجہد کا نقطہ عروج موجود ہے، سمجھنے کی ضرورت ہے۔

((أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَئُونَ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾" (المائدہ: ۱۰۵) وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ .)) [1]

"اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو" اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کو لازم پکڑو، جب تم خود ہدایت پر ہو گے تو گمراہ لوگ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے" اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔"

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الا لروا النهی ح: ۴۳۳۸، سنن ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر. وقال حسن صحیح. بیهقی: ۱۰/ ۹۱، مختصراً شعب الایمان (۷۵۹۰)، ابن حبان (۳۰۴)، مسند احمد: ۱/ ۵، ابن ابی شعیبه: ۱۵/ ۱۷۴، ۱۷۵، ابن ماجه (۴۰۰۵)، مسند بزار (۶۵)، ابو یعلیٰ (۱۳۲)، مسند حمیدی (۳).

Marfat.com

اصحاب رسول ﷺ کا فکر و منہج کتاب وسنت کے صحیح خطوط کو واضح کرنا ہوتا تھا۔ وہ تعلیمات نبوی سے معمولی انحراف اور اسی طرح غلو کو قطعاً برداشت نہ کرتے تھے، جس کی مثالیں بہت ہیں۔ ہشام بن حجیر کا بیان ہے کہ طاؤس نماز عصر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان سے فرمایا: یہ دوگانہ پڑھنا چھوڑ دو، تو طاؤس نے کہا، اس کی ممانعت تو اس لیے ہے کہ کہیں لوگ غروب آفتاب تک پڑھنے کا ذریعہ نہ بنالیں۔ ابن عباس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمہیں اس پر عذاب دیا جائے گا یا اجر ملے گا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ [1]

"کسی مسلمان مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا اختیار نہیں رہتا۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد گرامی بھی بڑا اہم ہے جسے آپ نے چند لوگوں کو مسجد میں حلقہ بنا کر سو سو بار تسبیح و تہلیل کے تکرار پر فرمایا تھا "لوگو! ابھی تو رسول اللہ ﷺ کے برتن بھی نہیں ٹوٹے اور نہ آپ کے کپڑے بوسیدہ ہوئے ہیں مگر تم لوگوں نے دین میں یہ کیا سب ایجاد کر لیا ہے؟ دین کی صحیح سوجھ بوجھ، حالات کے تقاضوں کا درست شعور و بصیرت صحابہ کرام کو وافر نصیب ہوا تھا۔ ایک صحابی کا سینہ حق کے لیے کھلتا تھا تو دوسرے صحابہ ان کی تائید میں بازو بچھا دیتے تھے، پس و پیش نہ کرتے تھے۔ اس طرح عزیمت کا کام آسان ہو جاتا تھا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں عرب کے کچھ بادیہ نشیں زکوٰۃ کے منکر ہو گئے تو آپ نے ان کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا اور اپنے بھرپور عزم کا اعادہ کرتے ہوئے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

[1] الدارمی، السنن، ۱-۹۵، التحدیث فی علوم الحدیث.

Marfat.com

لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ .)) ❶

''اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے جنگ لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ ایک بکری کا بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیتے تھے اور مجھے نہ دیں تو میں ان کے نہ دینے پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! یہ بات صرف اس وجہ سے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا اور میں سمجھ گیا کہ یہی موقف حق ہے۔''

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سچی تصویر تھے۔ ہر معاملہ میں ان کی سوچ اور فہم و کردار ہمارے لیے نشان راہ ہے۔ ایک اور صحابی کا انداز دعوت ملاحظہ کریں۔

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام کا ملک شام میں کچھ کسانوں پر سے گزر ہوا جسے خراج نہ دینے کی وجہ سے دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر زیتون کا تیل ڈالا گیا تھا تو حضرت ہشام نے فوراً وہاں کے گورنر سے ملاقات کی اور حدیث رسول سنائی تو سبھی کو رہا کر دیا گیا۔ حدیث ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا .)) ❷

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔''

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک فرمان ہے:

((وَاللّٰهِ إِنِّي أَخْشٰى أَنْ تُمْطَرَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ أَقُوْلُ لَكُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَتَقُوْلُوْنَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ))(الاحکام لابن حزم)

---

❶ صحیح بخاری: ۱۳۹۹، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر، باب الوعید الشدید لمن عذب الناس بغیر حق، رقم: ۲۶۱۳۔

Marfat.com

”واللہ! مجھے یہ ڈر ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں، میں تو تم کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اقوال پیش کرتے ہو۔“

مکان کی تعمیر میں اس کی جتنی منزلیں تعمیر کرنا ہوں گی معمار ہر منزل کے لیے گراؤنڈ فلور ہی سے ساہول (پیمانہ) لگاتا ہے۔ تب جا کے ستون سیدھا اور مکان مضبوط ہوتا ہے اور اگر ساہول کا کام بالائی منزل سے شروع ہو تو مکان ٹیڑھا اور کمزور ہوگا۔ ٹھیک ایسا ہی داعی اور دعوت کا کام ہے۔ انہیں ہر معاملہ میں سلف امت کے منہج کو کسوٹی بنانا چاہیے۔ اگر وہ کسی امام، محدث العصر اور معروف شخصیت کی تقلید میں گرفتار ہوا تو صحیح راستہ سے بھٹک جائے گا اور اس کے اسلام کی عمارت ٹیڑھی اور کمزور پڑ جائے گی۔

پاکیزہ عزائم:

دعوتی مشن کو فکر و خیال کی بلندی کے ساتھ مکمل کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے ٹھوس ارادے اور پاکیزہ عزائم کی ہر لمحہ ضرورت ہوتی ہے۔ شخصیتیں نکھرتی اور مقاصد اس وقت پورے ہوتے ہیں جب ارادے پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور ہدف تیر سے زیادہ تیز اور سیدھے ہوں۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں کی بلندیٔ صفات کو اس طرح واضح کیا ہے۔

عزائم کو سینوں میں بیدار کردے　　نگاہ مسلماں کو تلوار کردے

رسول اللہ ﷺ کا مقصد و ارادہ اس لیے ہم آہنگ تھا کہ آپ ﷺ کا کوئی بھی کام اور پروگرام اپنی طبیعت سے طے نہ ہوتا تھا بلکہ سب پر اللہ کا سایۂ نور حکم ہوتا تھا۔ ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤﴾ (النجم: ۳، ۴)

”اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔“

غزوۂ احزاب کی واپسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھروں کو چلے گئے مگر رسول اللہ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کی ہدایت و معیت پر مسلح ہی رہے۔ پھر صحابہ سے اپنے بھرپور عزم کا اظہار کرتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ ہمیں عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کرنی ہے۔ یہ ہے ایک عظیم ترین قیادت کا

Marfat.com

وہ جری فیصلہ جس نے بدعہدی کرنے والے دشمن کو کیفرِ کردار تک پہنچائے بغیر ہتھیار نہیں ڈالا۔

انسان اگر پرعزم ہے اور ارادے نیک ہیں تو پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا سکتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں اور ملت کی خیر خواہی کے واسطے بھی ایسے عزم و نظم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہاں تحریک کی وسعت کے لیے چونکہ افراد کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسی صورت میں شریعت کا مطالبہ ہے کہ تم اکیلے ہو یا چند افراد ہمت کر کے کچھ تو کرو اور ہاتھ پر ہاتھ نہ دھرے رکھو کہ حالات اچھے نہیں ہیں اور افراد ساتھ نہیں دیتے؟

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝﴾ (سبا: ٤٦)

"کہہ دیجیے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے (ضد چھوڑ کر) دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی، تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو تمہیں ایک بڑے (سخت) عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ تنہا صفا پہاڑی پر جاتے اور آخرت کے سخت عذاب سے لوگوں کو ڈراتے مگر وہ لوگ آپ کو دیوانہ سمجھتے جبکہ ابولہب تو آپ کی ہلاکت کی دہائی دیتا تھا۔ [1]

موجود دنیا میں ہر سو جہالت کا راج قائم ہے اور بدقسمتی سے اس نے ضلالت، استحصال، خون ریزی، سینہ زوری، حیا سوزی، عریانیت، اختلاط مرد و زن، درندگی، فتنہ و فساد اور خوف و ہراس جیسے عیوب و نقائص کو ہنر، روشن خیالی، آرٹ اور عدم تشدد کا خوبصورت نام دے دیا ہے۔

اس لیے ضروری ہے ایسی حیا باختہ تہذیب کے خلاف پختہ عزم و حکمت کے ساتھ کھڑا ہو جانا چاہیے تا کہ دنیا میں امن بحال ہو اور معاشرہ میں موجود برائی کے ہر تنکے کو ایسے کھرچ دیا جائے جیسے سوئی کی نوک سے باریک سیاہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے۔ تغافل و سستی کے بجائے

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ان ھو الا نذیرٌ لکم بین یدی عذاب شدید، رقم: ٤٨٠١.

Marfat.com

افضل اور عزیمت کی راہ کو اختیار کیا جائے۔

اس سلسلہ میں ہمیں عزم و حوصلے کی مثالیں صحابہ کرام کی زندگی میں خوب ملتی ہیں۔ غزوۂ بدر کے موقع پر (وادی صفراء میں) معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ بچ کر نکل گئے ہیں تو اس وقت رسول اللہ ﷺ لوگوں کو مشرکین سے لڑنے کی ترغیب دینے لگے۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ ہم قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ تو اور تیرا رب (دونوں) لڑیں بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے۔ راویٔ حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو بات مقداد نے کہی اگر یہ چیز مجھے حاصل ہوتی تو کسی نیکی کو اس (عزیمت) کے برابر نہ سمجھتا۔ [1]

سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایرانی فوج کے سپہ سالار رستم کے سامنے اسلام کا جو مقصد واضح کیا وہ ان کے عزم وارادے اور اسلامی تشخص کا صحیح تعارف پیش کرتا ہے۔

((اَللّٰهُ جَاءَ بِنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنَ الْعِبَادِ عَنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا اِلٰی سَعَتِهَا وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْيَانِ اِلٰی عَدْلِ الْاِسْلَامِ فَاَرْسَلْنَا بِدِيْنِهٖ اِلٰی خَلْقِهٖ لِنَدْعُوَهُمْ اِلَيْهِ فَمَنْ قَبِلَ مِنَّا ذٰلِكَ فَقَبِلْنَاهُ مِنْهُ وَرَجَعْنَا عَنْهُ وَتَرَكْنَاهُ وَاَرْضَهُ يَلِيْهَا دُوْنَنَا وَمَنْ اَبٰی قَاتَلْنَاهُ حَتّٰی نُفْضِيَ اِلٰی مَوْعُوْدِ اللّٰهِ .))

"اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ ہم اس کے بندوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر اللہ واحد و قہار کی بندگی کی طرف لے جائیں اور دنیا کی تنگیوں سے نکال کر اس کی کشادگی اور ادیان کے جور و ظلم سے نکال کر اسلام کے عدل کی طرف لے آئیں۔ اللہ نے ہمیں اپنا دین دے کر اپنی مخلوق کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم ان کے سامنے اس دعوت کو پیش کریں جس نے ہماری بات مان لی تو ہم بھی اس کی بات مان لیں گے، اور اس سے تعرض نہیں کریں گے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب اذ تستغیثون ربکم ...... الخ، رقم: ۳۹۵۲.

Marfat.com

اسے اس کی سرزمین پر چھوڑ دیں گے۔ وہ خود اپنی زمین کا مالک ہوگا البتہ جو اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرے گا تو ہم اس سے جنگ کریں گے، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو۔"

یہی پاکیزہ عزائم تھے کہ عرب جیسی گنوار اور اجڈ قوم کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ فکر سے نوازا کہ ایرانی سپہ سالار رستم نے مسلمانوں کے فوجی ڈسپلن، نمازوں کی صف بندی اور مہذب زندگی کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا۔

((اَکَلَ عُمَرُ کَبِدِیْ یُعَلِّمُ الْکِلَابَ الاٰدَابَ .))

"عمر تو میرا کلیجہ کھا گیا ہے یہ تو کتوں کو ڈسپلن کی تعلیم دے رہا ہے۔"

مقاصد اعلیٰ ہوں، مگر ارادے کچے ہوں تو آدمی کو منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام فقدان عزم کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے۔ تو عزم کی تھوڑی کمی بہت بڑے واقعہ کو جنم دیتی ہے۔

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾﴾

(طٰه: ١١٥)

"ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔"

پاکیزہ عزائم اور زندہ تحریک سے فوائد کثیرہ حاصل ہوتے ہیں اس کی جڑیں مضبوط اور درخت ثمر بار ہوتے ہیں، وگرنہ دنیا میں ہزاروں زندہ تحریکیں ہیں اور ان پر مرنے کٹنے والے کروڑوں میں ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی نصیحت کے لیے جو راستہ بتایا ہے وہ صرف اسلامی تحریک ہی ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾﴾

(ابراهيم: ٢٤، ٢٥)

Marfat.com

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی، ایک پاکیزہ درخت کی طرح کہ جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

پاکیزہ عزائم سے مراد پاکیزہ نیت ہے اور نیت جب صاف ستھری ہوگی تو ارادے مضبوط اور جوش ولگن بھی اس کا مؤید ہوگا، اسی لیے شارع علیہ السلام نے تمام کاموں کا دارومدار (پاکیزہ) نیت کو قرار دیا ہے۔

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى)) [1]

علم وبصیرت کی ضرورت:

علم ایک جوہر ہے جس سے کسی چیز کو جانا اور پرکھا جاتا ہے۔ علم ایک روشنی ہے جس کے ذریعہ تاریکیاں کافور ہوتی ہیں۔ علم ایک ایسی متاع ہے جسے چھینا اور چرایا نہیں جا سکتا۔ ﴿هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون﴾ ''کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو بے علم ہیں برابر ہو سکتے ہیں۔'' علم جب اتنی اہم چیز ہوئی تو اسلام جو عالمگیر مذہب ہے اس سے بے اعتنائی کیوں کرتا؟ لہٰذا اس کا پہلا پیغام! پہلی وحی! جو آسمانوں سے باشندگان دنیا کے واسطے اتری، اس کا لب لباب یہی ہے ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ ''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے'' قرآن کی اس پہلی آیت پر غور کیا جائے تو اس میں توحید کی تینوں قسمیں اس ترتیب سے ہیں توحید الوہیت، توحید اسماء وصفات اور توحید ربوبیت۔ معلوم ہوا توحید وسنت کا پرچار علم وحی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ سچی بات بھی یہی ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے علم والے ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بھی بلند کیے ہیں۔

﴿اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾

''اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔''

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ، رقم: ۱

Marfat.com

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ﴾

(مجادلہ: ۱۱)

''اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا۔''

انسان علم اور مذہب کا قدر دان ہے کسی چیز کا فیصلہ اور یقین ہم اس وقت کرتے ہیں جس میں علم و سائنس اور مذہب کی مہر لگی ہو۔ اگر سائنس نے کسی چیز میں یہ رائے دی کہ یہ مفید ہے اور وہ مضر ہے تو اس کی تصدیق ہم مذہب سے بھی چاہتے ہیں اور پھر اطمینان سے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر مذہب نے کوئی حکم دیا تو فطری طور پر لوگوں کا رجحان ہوتا ہے کہ اس کی تصدیق سائنس بھی کر دے، مگر اس سب سے الگ اسلامی علوم کا مبدا چونکہ علم وحی ہے، جس میں مذہب و سائنس ترجیح و تخلیق کی حیثیت میں ہے اور اس میں تمام سائیٹفک (جدید و قدیم) علوم و اصول کو محفوظ و مشروع بنا دیا گیا ہے۔ ہاں! اس کے لیے ضروری ہے کہ علم وحی کی عینک اور فارمولا سے تمام علوم و رموز کی عقدہ کشائی کی جائے۔

اب اس وضاحت سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ داعی اور دعوت کی تگ و دو کا سارا انحصار دینی علوم و بصیرت کے حصول پر موقوف ہے۔ اس علم دین کی ضرورت اس جگہ زیادہ محسوس ہوتی ہے جہاں جہالت کی جڑیں گہری ہوتی ہیں۔ عصری علوم کا حامل دینی علوم کے لیے ضرور ترستا ہے اور انہیں اس کی ضروری خوراک بھی درکار رہتی ہے، مگر دیہی آبادی کے لیے اس کی دینی و عصری ضرورت ایسی ہی ہے جیسے زندگی کے لیے آکسیجن اور مچھلی کے واسطے پانی کا وجود ہے۔ جو داعی دیہات اور ناخواندہ بستیوں میں قیام نہیں رکھتے یا التزام کے ساتھ وہاں کا دورہ نہیں کرتے ہیں وہ لوگ اس درد اور ٹیس کو ہرگز محسوس نہیں کر سکتے جو کچھ وہاں کے داعی و مبلغ محسوس کرتے ہیں، دنیا میں موجود اکثر ایسی بستیاں ہیں جو علمی فقدان کی وجہ سے انتہائی درد و کرب سے کراہ رہی ہیں۔ جہاں اسلام کا نام تو لیا جاتا ہے مگر کفر کو بھی فراموش نہیں کیا جاتا! توحید کا پرچار تو ہوتا ہے مگر شرک سے بھی گلوخلاصی نہیں ہوتی! شانِ رسالت

Marfat.com

کانفرنس تو کرتے ہیں مگر بدعتوں اور بزرگوں کی تعظیم کا غلو بھی نہیں چھوڑتے، یہاں تک کہ اپنی کم علمی کے باوجود دینی قیادت کے ہتھیانے میں بھی پیچھے نہیں رہتے ہیں۔ افسوس! کہ یہ تباہی کسی خاص حلقۂ ارادت میں محدود نہیں ہے بلکہ کسے باشد کوئی جماعت اور فرقہ (جہالت کی) ان تباہ کاریوں سے محفوظ نہیں ہے۔ بدقسمتی سے جماعتوں کو چلانے والے قائدین کے فلک شگاف نعروں کی حمایت میں یہ لوگ اتنے پرجوش ہوتے ہیں کہ ہر موجود جماعت کا (علمی) قائد بس اسی جوش وخروش کو اس کے عقیدہ وایمان کی اتھارٹی سمجھتا ہے حالانکہ یہ ایک شاکلۂ ایمانی ہے جو اس کے عادت ثانیہ کی غمازی کرتا ہے اور بس! ارشاد ہے:

﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿٨٤﴾﴾ (الاسراء: ٨٤)

"کہہ دیجیے! کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر عامل ہے جو پوری ہدایت کے راستے پر ہیں انہیں تمہارا رب ہی بخوبی جاننے والا ہے۔"

﴿كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪﴾ (الانعام: ١٠٨)

"ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔"

جب کہ تہتر میں سے بہتر فرقوں کے اعمال صالحہ اور ارکان خمسہ کی اہمیت دین میں رائی کے دانہ برابر بھی نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ خواہش نفس کی پیروی اور منہج رسول سے دوری کا شکار ہوگئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾﴾ (الكهف: ١٠٤)

"وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہوگئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔"

ہاں! صرف ایک فرقہ جنت کا راہی اور اس کا حقدار ہے۔ "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي." نبی ﷺ نے فرمایا: "(یہ ایک فرقہ وہ ہے جو وہ عمل کرتا ہے) جس پر میں اور میرے صحابہ

Marfat.com

(عمل پیرا) رہے۔" معلوم ہوا کہ جس عمل صالح پر (بصیرت) یعنی علم وحی کی رہنمائی نہیں ہوتی ہے وہ اپنے جدا رنگ میں جہالت کی چھاپ بن کر روح ایمانی اور نور بصیرت سے خالی ہوتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے متبعین صالحین کی جو صفت خاص بتائی گئی ہے، وہ ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾

(یوسف: ۱۰۸)

"آپ کہہ دیجیے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔"

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ جو مسلمان بھی دین کا کام یا دعوت کا فریضہ انجام دے اس کے ان عملوں پر علم و بصیرت کی چھاپ اور شناخت ہو۔ مثلاً اگر کوئی جہالت کا مارا (اور اکڑفوں کا بندہ) دین میں کوئی نئی چیز بغیر سند کے ثواب و خدمت دین سمجھ کر جاری کر دے تو ظاہر ہے اس بدعت کے نقصان تو ہوں گے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ نقصان یہ ہوگا کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ اسے ختم کرنا چاہے بھی تو ہزاروں رکاوٹیں اور مصلحتیں سامنے آ کر فتنہ کو اور ہوا دیتی رہیں گی یہاں تک کہ اس کے موجود کھاتوں سے سنتوں کا اختتام شروع ہو جائے گا۔ جو حدیث میں اس طرح ہے۔

((مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ السُّنَّةِ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ .)) [1]

"جو لوگ کوئی بدعت ایجاد کر لیتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ اس جیسی کوئی سنت اٹھا لیتا ہے اور پھر قیامت تک اس سنت کو ان کی طرف واپس نہیں لوٹاتا۔"

یہ ستم سامانی تحقیق کی کمی، دین سے بعد اور کتاب و سنت سے عدم دلچسپی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے معاملہ میں کم ظرف، بزدل، پست ہمت ہو کر فرقوں میں منقسم اور ایمان کی رمق سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایمان والوں کی پہچان یہ ہوتی ہے

---

[1] دارمی، اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات: ۲۲

Marfat.com

کہ وہ کتاب اور دلیل کی روشنی میں زندگی گزارتے ہیں اور اگر ان کے پاس علم نہیں ہوتا ہے تو یہی بات اہل علم سے حاصل کر لیتے ہیں۔

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ۭ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾﴾ (النحل: ٤٤)

''پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔ دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾﴾ (التوبہ)

''سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

دعوت وقیادت کا کام علم وبصیرت کے ساتھ خوبصورت انداز میں انجام پاتا ہے۔ دعوت کی افادیت علمی وسعت کے ساتھ زیادہ وسیع ہوتی ہے۔ نفس دعوت اور حکمت دعوت علمی ندرت اور فکری قوت سے غذا پاتی ہے کیونکہ علم کا فقدان جہالت کی دراندازی کا سبب ہوتا ہے۔ جاہل خود تو گمراہ ہوتا ہی ہے وہ اوروں کو بھی گمراہ کر دیتا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا .))[1]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب العلم، كيف يقبض العلم، رقم: ١٠٠، صحيح مسلم، كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه و ظهور الجهل والفتن في آخر الزمان، رقم: ٢٦٧٣.

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ علم اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے (سینوں) سے کھینچ لے لیکن وہ علم کو علماء کی وفات کے ذریعہ سے اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ پس ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اور (یوں) خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

شاعر نے بھی حصول عزت کا ذریعہ علم اور مال کو قرار دیا ہے کہ تہذیب وثقافت کا عروج اسی سے پروان چڑھتا ہے اور معاشرے کا حسن اسی سے دوبالا ہوتا ہے۔

للعلم والمال یبنی الناس بحدھم

لم یبن مجد علی جھل واقلال

''لوگ اپنی عزت رفعت علم اور مال کے ذریعے ہی حاصل کرتے ہیں جب کہ جہالت اور تنگ دستی کی موجودگی میں یہ عزت ورفعت ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔''

علم اور مال کا درست استعمال اس وقت باور کیا جاتا ہے جب انہیں حق پر نچھاور کیا جائے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب انسان کا ذہن داعیانہ سوچ کا حامل ہو اور اس سوچ کا مصدر لوگوں کے مابین فیصلے کرنا انہیں تعلیم دینا ہے، جو علم وبصیرت کے بغیر ناممکن اور محال ہے گر اس کے حصول کی کوشش ہو تو عمل یہ قابل رشک ہو جاتا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا .)) [1]

''دو قسم کے لوگ رشک کے لائق ہیں ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اسے حق کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت سے نوازا

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة، رقم: ۷۳.

Marfat.com

اور وہ اسی کے مطابق فیصلے کرتا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔"

حدیث کی معجزانہ حفاظت بھی علمی وسعت و رفعت کے ساتھ ممکن ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرام کے ساتھ منافقین بھی ہوتے تھے۔ آپ کی باتیں بھی سنتے تھے مگر حفاظت آیات ان کے نصیب میں ہوتی تھیں جو خالص ایمان اور علم والے ہوتے تھے، اس لیے داعی کو چاہیے وہ اخلاص نیت کے ساتھ علم وحکمت حاصل کریں۔

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۶﴾ (محمد: ۱۶)

"اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ تیری طرف کان لگائے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے (بوجہ کند ذہنی) پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کردی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔"

❀❀❀

Marfat.com

دعاۃ و مبلغین کے چند خصائل (رذیلہ و جلیلہ)

نام نہاد داعی کا چیلنج:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ داعی کے لیے سب سے اہم پوائنٹ اور بنیاد کا مقام رکھتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ داعی اس کی مبادیات اور جملہ تقاضوں کی از سر نو ترتیب و تجدید کرتا رہے۔ بصورت دیگر وہ مصلحت پسندی اور جہالت و ضلالت کی کھائی میں لڑھکتا چلا جائے گا، کیونکہ شیطان کے ہتھکنڈے اور نظام طاغوت کے کارندوں کا غلغلہ زندگی کے تمام شعبوں میں تہلکہ مچائے ہوئے ہے۔ دیکھا جاتا ہے جب داعی کتاب و سنت کی بالادستی کی کوشش (شروع) کرتا ہے اور مسلمانوں کی نجی زندگی میں بھی اسے لاگو کرنے پر اصرار و استدعا کرتا ہے تو (اکثر) دین بے زار اور بیمار ذہنیت والے افراد کی جانب سے چیلنج کا سامنا رہتا ہے۔ اجی! یہ دور خالص کتاب و سنت کا نہیں رہ گیا ہے، آپ لوگ ذرا ان باتوں کو نظر انداز کردیں تو بہتر ہے! ورنہ!! اور پھر مداہنت پسندی اور دورخاپن نہ رکھنے کی صورت میں ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس استہزائی شورش کے مواقع اسی قدر طویل و جدید ہوتے ہیں جیسا داعی کا صبر و استقامت پروان چڑھتا ہے یا ان کا حقیقی داعیانہ کردار مستحکم ہوتا جاتا ہے، کیونکہ داعی کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے۔

﴿وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ﴾

(المائدہ: ٥٤)

"اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے یہ ہے اللہ تعالی

Marfat.com

کا فضل جسے چاہے دے۔"

ایسے منہجی داعی اور ان فرائض کی ادائیگی میں اپنے ذہن و خیال اور فکر و نزاکت کو ڈھالنے والے حقیقت میں اللہ کے فضل و انعام کے مستحق ہوتے ہیں۔ باقی ہر کہہ و مہ کے سطحی معیار اور ذاتی یلغار کو دعوت حق اور منہج سلف کا اسوہ قرار نہیں دیا جا سکتا!

علامہ اقبال نے سچے داعی کا مقام واضح کیا ہے:

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گذر!

اسی طرح نام نہاد داعی کا وصف بھی واضح کیا!

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گذر

دعوتِ دین کی فرضیت و غیر فرضیت کی جنگ تساہل پسندوں کی جماعت میں اضافہ تو کر سکتی ہے مگر مجاہدین حق کے عزم کو قطعی چیلنج نہیں کر سکتی! آج کے اس پر آشوب دور کو ملحوظ نظر رکھ کر اگر یہ کہا جائے کہ دعوت دین فرض عین کے حکم میں داخل ہوگئی ہے تو قطعی طور پر دین میں اضافہ اور تشدد کا شاخسانہ نہیں کہلائے گا، کیونکہ مسلمان خود تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑے ہو چکے ہیں اور داعیان حق خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ حال یہ ہے کہ اس وقت برائیاں عام اور عیوب نے آرٹ کا مقام لے لیا ہے اور شرک و کفر دین کا کھلا منہ چڑا رہے ہیں۔ اسی طرح رسم و رواج کی لعنت (ہر خوشی و غم میں) زور دار اور آفت زدہ بارش کی طرح برس رہی ہے۔

اس کے ساتھ باطل کے ساتھ مشابہت اور تقلید آباء نے عوام الناس کو لکیر کا فقیر بنا دیا ہے، جب کہ خواص بھی اس سے نکلنے میں تساہل اور تذبذب کے شکار ہیں۔ ہاں! بھلائی کی کسی نمائش میں ان کو اگر ذاتی فائدہ دکھائی دے تو نیکی، پارسائی اور حق کی سرگرمی کا خوب مظاہرہ کریں گے بلکہ حقیقی داعی سے بھی چند قدم آگے دکھائی دیں گے۔

Marfat.com

﴿وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾﴾ (النور: ٤٩)

''ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرماں بردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔''

ایسے لوگ ظاہر داری میں پیش پیش تو ہوتے ہیں مگر اندرونی طور پر حق کو مجروح کرتے رہتے ہیں، چونکہ دعوت کے میدان میں جب کسی طرح کا صدمہ اور زک پہنچتا ہے تو مدعو سے انتہائی بے زار اور ناراض ہو کر منتظر مکافات رہتے ہیں۔ اب یہاں سے ذہنی رسہ کشی کا دور شروع ہوتا ہے اور ہر دوسرا اپنی چالاکی کا جوہر دکھاتا ہے بلکہ پوری زندگی اسی تگ و تاز میں کٹ جاتی ہے اور جب ہوش آتا ہے تو طاقت و توانائی اور اعتماد و اتباع مفقود ہو چکا ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ کجروی اور شرارت پر قائم رہنے والا، ضد اور نفاق پر اصرار کرنے والا، استحصال اور ناجائز شہرت میں یقین رکھنے والا سودی لین دین میں ملوث رہنے والا جب اپنی روش اور طریق کار سے منحرف نہیں ہوتا ہے تو ایک کتاب و سنت کا داعی اپنے صحیح منہج سے کیوں منحرف ہو جائے؟ بلکہ یہ سب بڑا اور بھیانک چیلنج ہے جو داعی کے لیے ہر وقت ٹکراؤ، انحراف اور الحاد کا طوفان بن کر سامنے کھڑا رہتا ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

نام نہاد داعی بزدلی اور انحراف میں یقین رکھنے والا بن جاتا ہے، وہ ہر واقعہ کے اس کا منفی پہلو قبول کرتا ہے ''جناب آپ اس قوم کے لیے اتنی تگ و دو اور مشقت کو کیوں گوارا کر رہے ہو! کہ ان لوگوں (عوام) نے انبیاء کو بھی معاف نہیں کیا! بلکہ انہیں آریوں سے چیر ڈالا! تم ان کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہو! ان کی یہ مہلک اور سطحی سوچ ناپختہ داعیوں کو ہلا دیتی ہے۔

ٹھیک اسی واقعہ کو ایک سچا داعی اس پس منظر میں دیکھتا ہے کہ جب انبیاء جیسی مقدس اور عظیم شخصیت بھی عوامی دست برد سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکیں تو ہماری حیثیت ہی کیا ہے؟

Marfat.com

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو!

ہاں! تو بُرے اور دنیا پرست داعی کی سب سے نمایاں پہچان یہ ہے کہ وہ مداہنت کی زندگی جیتے ہیں۔ اپنی مطلب برآری کے لیے نماز و روزہ اور وعظ و تبلیغ بھی کرتے ہیں، مگر باطن بنی اسرائیل کے بے عمل علماء ایسی روش پر گامزن رہتے ہیں۔

اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر پر نکیر نہ کرتے تھے۔ طاقت و صلاحیت اور ہمت و اصابت کے باوجود بزدلی اور تصنع میں گرفتار تھے۔ مشہور مقولہ ہے کہ جس کے سامنے برائی ہو وہ اسے روکتا نہیں تو وہ گویا گونگا شیطان ہے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ لوگوں کو خوش رکھنے اور اپنی امامت و سرداری چمکانے اور بچانے کے لیے کھلا ہوا شرک کرنے والوں کے حق میں اجتماعی دعا مسجد میں بیٹھ کر تے ہیں، حالانکہ اس کی سخت ممانعت رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں کو کردی گئی ہے۔

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ ﴾ (التوبہ: ۱۱۳)

''پیغمبر اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں، اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں۔''

اسی طرح منافقین کے واسطے بھی دعائے مغفرت کی ممانعت کردی گئی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی بن سلول کے لیے نماز جنازہ پڑھا دی اور ستر سے زیادہ بار استغفار کردی (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہا کہ اگر آپ ان کے حق میں ستر بار بھی استغفار کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔) [1]

ایسے دعاۃ علماء چہرے کی تراش خراش اور وضع قطع میں اسلامی پہچان کی بجائے فیشنوں کی تقلید کا شوق بھی رکھتے ہیں۔ اسی طرح معاشرہ کے غیر اسلامی تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے میں کچھ عار اور قباحت محسوس نہیں کرتے ہیں۔ برسوں سے رائج جاہلی طور طریقے اور

---

[1] صحیح بخاری، تفسیر سورہ توبہ، رقم: ۴۶۷۰ مسلم، کتاب صفات المنافقین إحکامھم، رقم: ۲۷۷۴.

Marfat.com

نظام زندگی کو گلے لگائے ہوئے ہوتے ہیں، اس سے گلو خلاصی کی کوشش کی بجائے اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ مثلاً شادی میں ہندوانہ رسوم کی تقلید، رشتوں میں سالیوں سے ناجائز دل لگی، تحفوں کی (غیر اسلامی) تقسیم و ارسال اور زچگی کے ایام میں غیر مسلموں سے موافقت وغیرہ ان کی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے۔

ان کی پہچان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ تذبذب کے شکار رہتے ہیں۔ اسلام کے لیے کوئی خاطر خواہ رسک، قربانی اور ذمہ داری والا کام نہیں کرتے ہیں، بلکہ ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ جہاں دین پسند طبقہ کی کامیابی کے آثار دکھائی دیئے تو وہاں ان کی ہم نوائی کا دم بھرنے لگے اور اگر کوئی مصیبت و آزمائش کے دن آجائیں تو دنیا دار مطلب پرستوں کے ہم نوا بن جائیں۔ قرآن میں ایسے لوگوں کا حال بیان کر دیا گیا ہے۔

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ٱطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝١١ ﴾ (الحج: ١١)

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر (کھڑے) ہوکر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھالیا۔"

نام نہاد داعی کے متعلق حدیث کے سیاق و سباق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کارکردگی نبی کی کماحقہ پیروی سے اعراض اور ان کے جھوٹے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی ہے، بلکہ انہیں پہچاننا بھی آسان ہوتا ہے تاکہ ایک حقیقی داعی اس کے خلاف اپنی آواز اور دلیل کو کھول کھول کر مسلمانوں کے سامنے رکھ دے جس کے لیے ہاتھ، زبان اور دل کی کیفیت کا واضح اعلان و استعمال زوردار طریقہ سے کیا جائے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ أُمَّةٍ قَبْلِيْ إِلَّا كَانَ لَهٗ مِنْ أُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ

Marfat.com

وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ .)) [1]

''حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس کے اس کی امت میں سے حواری اور (مخلص) ساتھی ہوتے، جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوتے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ کام تھے جن کا انہیں حکم دیا نہیں جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا، وہ مومن ہے اور جو شخص ان سے زبان کے ساتھ جہاد کرے گا، وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانہ برابر بھی ایمان (کا درجہ) نہیں۔''

حقیقی داعی:

حقیقی داعی کی زندگی کا بنیادی اصول یہ ہوتا ہے کہ وہ '' تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' کی روشنی میں اپنا عزم صحیح ٹھوس اور غیر متزلزل بناتا ہے۔ جس میں وہ شرک و نفاق سے اپنی بے زاری کا اعلان و اظہار کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت اور مجلس سے دور رہتا ہے، غیر اسلامی رسم و رواج اور روایتی زندگی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، اسلامی ساکھ اور تشخص کی حفاظت کے لیے بسا اوقات اسے یکا و تنہا اور سماجی بائیکاٹ کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، تشدد اور تذبذب سے وہ کوسوں دور رہتا ہے۔ ہاں! تمسک

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان، رقم: ۵۰

Marfat.com

بالکتاب والسنہ (قرآن وحدیث سے رہنمائی) اس کی شان اور پہچان ہوتی ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پوری قوم کی نظریں اس پر جمی ہوتی ہیں۔ اگر یہ پھسل گیا تو ملت کا عظیم خسارہ ہو سکتا ہے۔ یہ داعی استقامت کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی مدد میں پیش پیش رہتا ہے۔ ان کی راہوں میں عصبیت اور اقرباء پرستی حائل نہیں ہوتی ہے، عہدوں کے دوام، مال کے انبار اور عمارتوں کے انصرام کے خبط وخیال میں وہ سرگرداں و پریشان نہیں رہتے! یہ "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" "برائی اور سرکشی میں تعاون نہ کرو" کے ایسے علمبردار ہوتے ہیں کہ وہ دنیوی علوم کے سامنے علم وحی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ظالم کی بجائے مظلوم کا ساتھ دیتے ہیں۔ مال جہیز کی سرفرازی اور تقریب نکاح کی رونق وطمطراق کے برعکس سنت نبوی کی سادگی پر قناعت کرتے ہیں۔ فسق وفجور کے عادی اور اسلامی فہم و شعور سے عاری لوگوں کی حوصلہ افزائی کی بجائے "وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا" کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ الفاظ کے نہیں کردار کے غازی ہوتے ہیں، وہ منافست کے نہیں مسابقت دینی میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ وہ تذبذب وتصنع میں نہیں بلکہ تیقن وتحمل میں یقین رکھتے ہیں۔ وہ برائی کے نہیں بھلائی کے حامی ہوتے ہیں، وہ ظالم کے نہیں مظلوم کے مددگار ہوتے ہیں۔ وہ اکثریت کے نہیں دلیل وبرہان کے ہم نوا ہوتے ہیں اور ہر قسم کی عصبیت سے دور رہتے ہیں، کیونکہ یہ مسلمانوں کو مختلف خانوں اور طبقوں میں بانٹنے والا بڑا مہلک فتنہ ہے۔ ان کے سامنے ذیل کی حدیث میں وارد شدہ فضیحت کا احساس ہر آن رہتا ہے۔

((عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَيَدُوْرُ بِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِالرَّحٰى فَيَجْتَمِعُ إِلَيْهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ يَا فُلَانُ مَا لَكَ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ فَيَقُوْلُ بَلٰى قَدْ كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ

Marfat.com

وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَاٰتِیہِ .))❶

''سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا قیامت والے دن ایک آدمی لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پس اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔ وہ انہیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے۔ پس اس کے گرد جہنمی جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے'' اے فلاں! تجھے کیا ہوا ہے؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا وہ کہے گا'' ہاں! یقیناً (میں وہی ہوں) لیکن (میرا حال یہ رہا) کہ میں لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو تو برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔''

تاریخ کے ہر دور میں حق و باطل کی کشمکش رہی ہے۔ منہجی و غیر منہجی کا اختلاف دن میں نکلنے والے سورج اور رات میں تیرنے والے ستاروں نے بھی دیکھا ہے۔ مسلمان اور غیر مسلمانوں کی جنگیں اور اہل حدیث غیر اہل حدیث کا تصادم تاریخ میں انمٹ نقوش رکھتے ہیں۔ اسی طرح حقیقی داعی اور نام نہاد داعی کے آداب و اخلاق اور صوم وصلاۃ میں تباین ہمیشہ سے ہر جگہ ظاہر ہے۔

سوچ کا یہ فرق بہت بڑے بعد اور تفاوت کو جنم دیتا ہے اور اسی سے ڈیڑھ اینٹ کی الگ الگ مسجدیں تعمیر ہوتی ہیں۔ اس لیے تمام دعاۃ کو چاہیے کہ وہ ضد، سستی اور کجروی چھوڑ کر عزیمت کی راہ پر گامزن ہو جائیں اور منہج سلف کو اصل حقیقی انداز میں قبول کر لیں۔ امام مالک نے بھی یہی نسخہ اصلاح بتایا ہے۔ جسے قاضی عیاض نے اپنی کتاب الشفاء میں نقل کیا ہے۔

((لَنْ یَّصْلُحَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِهِ اَوَّلُهَا .))❷

''اس امت کے آخری حصے کی (تا قیامت پیدا ہونے والے) مسلمانوں اصلاح صرف انہیں چیزوں سے ہو سکتی ہے جن سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ہوئی تھی''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق باب صفة النار: رقم: ۳۲۶۷، صحیح مسلم ... الزهد، باب عقوبة من یامر بالمعروف ولا یفعله و ینهی عن المنکر یفعله، رقم: ۲۹۸۹۔ ❷ الشفاء، ۲/۶۷۶.

Marfat.com

ہمہ گیر قیادت

انسانی معاشرہ میں قیادت کی بڑی اہمیت ہے۔ اور تہذیب وتمدن کا فروغ وارتقاء اسی کردار کا مرہون منت ہے۔ اسی لیے منظم لوگ ہی مہذب کہلاتے ہیں اور غیر منظم لوگ وحشی اور اجڈ کہلاتے ہیں۔ انسانی تاریخ کے اندر عروج وزوال کا اثر قیادت کے شعور و بحران سے مرتب ہوتا ہے۔ ہر تنظیم وتحریک اور اس کی انقلابی جدوجہد قیادت کے شعور و بسالت ہی کے ذریعہ کامیاب وبامراد ہوتی ہے۔

اسلام ایک آفاقی دین ہونے کے ناطے اس کردار کو انتہائی مثبت انداز میں متعارف کراتا ہے۔ حدیث میں ہے اُس کا حکم کما حقہ سنے اور مانے بھی، چاہے حاکم حبشی غلام ہو جس کا سر منقی کی طرح ہے۔ (بخاری: ۷۱۴۲)، قائد کا حکم ماننا ہی ہے خواہ تنگی ہو یا خوشحالی، خوشی ہو یا غم، یا اس پر دوسروں کو ترجیح دے دی جائے۔ (صحیح مسلم ۱۸۳۶)، حکمراں اپنا حق لے مگر رعایا کے حقوق ادا نہ کرے، اس کے باوجود بھی اس کی اطاعت کرنی ہے۔ اس کا بوجھ اسی سے اٹھوایا جائے گا اور تمہارے بوجھ تم سے اٹھوائے جائیں گے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۴۶)، قیادت کا ناپسندیدہ کام دیکھ کر صبر کر لینا چاہیے اور بالشت بھر بھی اطاعت سے پیچھے نہ ہٹے ورنہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (بخاری: ۷۰۵۳، مسلم ۱۸۴۹)، یہاں تک کہ دو آدمی بھی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالینا چاہیے۔

اس لیے اہل علم و دانش داعی اولوالعزم کو جن میں قائدانہ فکر اور انتظامی صلاحیت و اصابت رائے ہوں سامنے لانا چاہیے۔ اس قدر اہم منصب کو کسی نااہل کے سپرد کر دینا شرعی

Marfat.com

عذر نہیں ہے۔ قیادت و سیادت کے جس قدر مواقع اہل علم کے لیے ہموار ہوں، بسر و چشم قبول کر لینا چاہیے تا کہ دنیا پر حکومت الٰہیہ اور امن عامہ کا قیام ہو۔ اس سے راہ فرار اختیار کرنا، جاہل، بدعتی، فاسق اور دنیا پرست کے حوالے اپنی گردن پر جوا رکھنا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے داعی اس کے لیے وقت کیوں نہیں دیتے اور حالات کا مقابلہ کس لئے نہیں کر پاتے ہیں؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ انہوں نے استعداد سے بڑھ کر اپنے حلقہ اختیار اور دائرہ کار کو اتنا وسیع کر لیا ہے کہ پھر انہیں اس سے مفر اور راہ نجات ملنا مشکل نظر آتا ہے۔ مثلاً ہمارے بعض ذمہ دار مدارس و جامعات کو دیکھ لیں گنجائش سے زیادہ طلباء کی تعداد بڑھا لیتے ہیں اور استطاعت سے بڑھ کر تعمیری کام میں کچھ اس طرح الجھتے ہیں کہ پھر انہیں اپنے عرصہ قیادت میں سنبھلنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

ایک مثال:

جس طرح دیہات میں ایک گنوار (آدمی) جب سودی قرض کا سہارا لیتا ہے تو اسے اس سے نجات اور جاں بر ہونے کا کبھی موقعہ نہیں ملتا ہے کیونکہ پہلے دن ترقی و تنگ دستی کے نام پر مجبوری کا سہارا لیتا ہے مگر جب انہیں خوشحالی نصیب ہو جاتی ہے تو مزید ترقی و عیاشی کے لیے سودی کاروبار میں کچھ قباحت نہیں دیکھتا ہے۔ اس طرح وہ خالص دین کی طرف پلٹنے کے بجائے مزید دین و ملت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ یہ بھی ٹھیک وہ بھی ٹھیک! تو یہ وہم اور وسوسہ ہے جس میں دنیا کے بہتیرے مذہب و ملت ملوث ہیں۔ ویسے تو پہلے دن کی مجبوری بھی شریعت کی نگاہ میں محل نظر ہے چہ جائیکہ ان کا بار بار اس (سود کی) غلاظت میں غوطہ زن رہنا اچھا کہلائے گا۔ ایسے معاملات میں انسان جتنا ڈھیلا پڑے گا مجبوری اور انارکی کا پرفریب جادو سر چڑھتا چلا جائے گا۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

Marfat.com

قیادت میں لچک:

اگر داعی بھی دنیا دار کمائی کرنے والوں کی طرح اپنے محدود مشن ہی کو ترقی و نجات کی معراج سمجھ لے اور انجماد کی کیفیت سے دو چار ہو جائے تو ان کی ہر خدمت مفاد پرستی اور خود بینی کی آئینہ دار کہلائے گی۔ ایسا حصول عز و جاہ، جواہرات عالم میں کنکر سے زیادہ وقعت حاصل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلند ترین عزت و وقار کا شرف اسے بخشا ہے جو دعوت کا کام انتہائی خلوص اور انکساری سے کر رہا ہوتا ہے۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳۳﴾ (حم السجدہ: ۳۳)

"اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔"

اس سلسلہ میں علم کی خدمت ہی کچھ کم دعوتی خدمت نہیں ہے! مگر اس میں جو چیز اس کے حسن و ندرت اور افادیت کو مات کرتی ہے وہ ہے علمی وسعت کو ایک (محدود) دائرے میں مقید کرنا اور قوم و ملت کی فکری و منہجی قیادت و امارت سے کنارہ کش رہنا، قوم سے بے زار، تنگ نظری اور سرد مہری کو وتیرہ بنا لینا رحمت الٰہی کی وسعت کو مقید کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک ہے:

((فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ لِلْاَعْرَابِیِّ لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا.))

"ایک دیہاتی نماز میں اس طرح دعا کرنے لگا" اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما" اور باقی پر رحم نہ فرما تو رسول اللہ ﷺ نے دیہاتی سے کہا تو نے کشادہ (رحمت الٰہی) کو تنگ کر دیا۔"

علماء کو چاہیے اپنی چہار دیواری اور حصار سے نکل کر ملت کی ہمہ گیر فکری قیادت سنبھالیں کہ یہ وقت کی اہم ضرورت اور پیاسی دنیا کے لیے آب حیات ہے۔ اصل میں علماء ہی روشنی

Marfat.com

کے مینار اور قرآن و حدیث کے اسکالر (ماہر) ہیں۔

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾ (النساء: ١٧٤)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند اور دلیل آ پہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے۔''

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قیادت کا جو ذوق ہے اور اس کی وقیع ذمہ داری ہے! ہر کوئی اسے سہار نہیں سکتا۔ قیادت کے لیے انفرادیت ذوق، خصوصیات اعلیٰ، اصابت رائے، قوت ارادی اور یگانہ روزگار صفات کے حامل افراد چاہیے۔ تقویٰ کا ایک مقام ہے، علم کے الگ درجے ہیں، خوبیوں کے خوب ذخیرے ہیں۔ یہ سب مستحسن اور مطلوب صفات ہیں، مگر قیادت کو کبھی سخت گیر رویہ بھی اختیار کرنا پڑتا ہے جس کی متحمل سبھی شخصیتیں نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک زاہد اور متقی صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اس بار عظیم سے الگ رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

((يَا اَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ .)) ❶

''اے ابوذر! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں (اس لیے تیرے لیے میری نصیحت یہ ہے کہ) تو دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ کسی یتیم کے مال کا نگران بننا۔''

اسلام میں قیادت کے حصول کی خواہش اور تگ و دو کرنا اور مسلمانوں میں فتنہ سامانی کی راہ نکالنا درست نہیں ہے۔ بلکہ جو اس کی خواہش نہ رکھتے ہوں اور اہل بھی ہو انہیں یہ ذمہ داری سونپی جائے۔ ❷

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب كراهة الامارة بغير ضرورة، رقم: ١٨٢٦.

❷ صحيح بخاري، كتاب الاحكام، باب سال الامارة وكل اليها، رقم: ٧١٤٧.

Marfat.com

تحریک اسلامی:

اسلامی شخصیت و قیادت میں عقلیت و ذہنیت کی پختگی بدرجہ اتم ہونی چاہیے یعنی اس کی فکر اور سوچ کا ہر زاویہ اسلامی ہو یہاں تک کہ اس کا فطری و طبعی میلان بھی اسلامی ہو جائے۔ تا کہ عقائد و اخلاقیات اور سیاست و تمدن میں مکمل دینی و شرعی نقطہ نظر کی پاسداری کرنے والا ہو جائے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی ہمہ گیر قیادت کا خوب صورت نقشہ اور درس و عبرت موجود ہے کہ جس کا تذکرہ دوسری الہامی کتابوں میں بھی ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ﴾ (الاعراف : ۱۵۷)

"جو لوگ ایسے رسول، نبی امی ؐ کا اتباع کرتے ہیں جنہیں وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انہیں نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے، پاکیزہ چیزوں کو حلال، گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے اور ان کی حمایت مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔"

اس میں ایک بنیادی نکتہ یہ ہے کہ قائد قوم کو ان بندشوں سے نکال دے جن میں وہ اپنی جہالت کی وجہ سے جکڑے ہوئے ہوں اور اس بوجھ کو اتار دے جو ان پر لدے ہوئے ہوں تو ہمہ گیر سوچ کا قائد سب سے پہلے معاشرہ کو ایسی بندشوں سے آزاد کرنا چاہتا ہے جس میں قوم و ملت خواہی نخواہی گرفتار و غوطہ زن رہتے ہیں اور وہ دو طرح ہوتے ہیں۔

Marfat.com

(۱) نظریاتی نظام زندگی کا خمار (۲) غیر اسلامی رسم و رواج کا حصار

نظریاتی نظام زندگی کے مختلف ہتھکنڈے اور رعنائیاں جو جدید جاہلانہ طرز سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں جن کے نقائص و عیوب کو واضح کرنا ایک قائد کے لیے فرض منصبی کی حیثیت رکھتا اور اس کی بصیرت کا تقاضہ ہے، کیونکہ یہ سوچ اور نظام، زندگی کے ہر شعبہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۱: قبائلی نظام حکومت — Traibal Sys' ·m of Power

۲: شخصی حکومت — One Man F .le or Dictartorship .

۳: جمہوری حکومت

Democrac or Govt of the people for the people by the people

۴: شاہی نظام حکومت

Emperor System of Goverment or Sovereignty

۵: سوشلزم — Socialism

۶: کمیونزم — Communism

اس کے علاوہ قومیت ولسانیت کے مختلف انداز بھی تحریک تبدیلی کا باعث ہوتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ قائد اسلام کے ہمہ گیر نظام، اس کے فوائد و اثرات اور نتائج کو خوش اسلوبی کے ساتھ لوگوں کے رویوں اور مخالفین کے ذہنوں میں پیوست کرے۔ چونکہ اسلام کے معنی بھی سلامتی اور شانتی کے ہیں اور اس کا قائداعظم (محمد ﷺ) بھی رحمت و مودت اور امن کا پیامبر "رحمۃ للعالمین" ہے تو ظاہر ہے ان کے نظام حکومت کا طرز بھی اس دعویٰ کا مؤید و پاسبان ہی ہوگا (یعنی پوری دنیا کے لیے امن و شانتی) لہٰذا اسلام نے ہر دور کے حاملین منہج وفکر اور تحریک اسلامی کے لیے نظام حکومت کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ اور اس کے مبادیات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: نظام رسالت — Prophet Hood

۲: نظام خلافت — Caliph Hood

Marfat.com

۳: نظام امارت اور بادشاہی نظام Rular System and Sovereignty

❀ نظام رسالت: اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے دستور و قانون کے مطابق نظام حکومت کو چلانے والے رسول کی قیادت کو نظام رسالت کہتے ہیں۔ (مگر اب یہ سلسلہ خاتم الانبیاء کے بعد ختم ہو چکا ہے)

❀ نظام خلافت: نبوی حکمرانی کے بعد سب سے بلند ترین نظام عدل و حکومت کو نظام خلافت کہتے ہیں۔

❀ نظام امارت اور بادشاہی نظام: اسی طرح اگر یہ حکومت، نظام رسالت و خلافت کے تابع اور اس کی منشاء و مزاج کے عین مطابق ہے تو یہ نظام امارت ہے یا ایسا ہی ملک (بادشاہ یا امیر) کے اندر یہ خصائل موجود ہوں تو یہ نظام، بادشاہت ہے اور جس میں یہ خصلتیں نہ ہوں تو یہ جبر و ظلم والی بادشاہت بن جاتی ہے جو اسلام میں مذموم ہے۔

اس بارے میں یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ اسلامی نظام حکومت کا سارا انحصار اور مواد اللہ تعالیٰ کے فرمودات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ بے عیب اور لاریب ہوتا ہے۔ جس میں ترمیم اور تبدیلی کی گنجائش ہرگز نہیں رہتی ہے۔

﴿ أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾ وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ ﴾ (الانعام: ١١٤ تا ١١٦)

”تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے اس کے مضامین خوب واضح بیان کیے گئے ہیں اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین

Marfat.com

کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجی گئی ہے، سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔''

اس کے برعکس نظریاتی حکومتوں کا نظام و دستور خود ساختہ ہوتا ہے، وہ ہمیشہ اکثر تعطل وتبدل کا شکار رہتا ہے۔ ہر دور میں اس کے اندر ترمیم کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ بلکہ اکثر مواقع پر اس کی ترمیم وتنسیخ کے لیے بڑے بڑے انقلابات رونما ہوتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں بے گناہوں کے خون سے یہ زمین رنگین ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے قائد کو ان دونوں رویوں اور منہجوں کی تفصیلات پر گہری نظر رکھنی چاہیے اور صاحب کمال و ہنر سے مشورہ کر لینا چاہیے۔

اب یہاں دوسری چیز ہے عوام الناس کو غیر اسلامی رسم و رواج کی بندش اور طوق سے آزاد کرانا۔ اسلامی معاشرہ میں برسوں سے رائج غیر اسلامی رسم و رواج نے ایسی جڑ پکڑ لی ہے کہ اس کے خلاف آواز اٹھانا اور اس کے نقائص وعیوب اور خطرناک نتائج کو واضح کرنا انتہائی مہم جو چیلنج اور مصروف محاذ ہے۔ لگ بھگ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی جڑیں گہری ہو چکی ہیں۔ عبادت و معاملات، تہذیب وتمدن، عقد و نکاح اور نشست و برخواست بلکہ خورد و نوش تک میں روایتی مرض اور توہم پرستی کا خمار چھایا ہوا ہے۔

اور یہ سب اس نتیجہ میں ہوا کہ حکومت اسلامیہ کے سقوط کے بعد معاشرہ سے اسلامی فکر زوال پذیر ہونے لگی۔ جس سے امت سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی زندگی میں پستی اور ابتری کا شکار ہو گئی اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر عالمی فسطائی، عیسائی، صہیونی اور اشتراکی طاقتیں نہ صرف متحد ہو گئیں بلکہ وہ نت نئی سازشیں ترتیب دے کر اسلامی ملکوں پر بھی اپنا تسلط اور اثر و

Marfat.com

رسوخ قائم کرنے میں کامیاب رہیں اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ واضح ہے کہ معاشرہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی اگر مسلمانوں کے اندر سے اسلامی فکر کو کھرچ کر مٹا دیا جائے اور اس کی جگہ قومی و عصبیتی نعرے، مشنری واشتراکی سرگرمیاں اور ملحدانہ مادی تحریکیں پیدا ہو جائیں تو وہاں کے کم ظرف، ناپختہ اور ناخواندہ افراد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔

لہٰذا ایک قائد کی ہمہ گیر سوچ کا محور تمام مسائل کے حل کا ادراک اور فکری و تحریکی جد و جہد کے ذریعے نشاۃ ثانیہ ہونا چاہیے اور یہ چیزیں یعنی صالح معاشرہ کا حصول صالحیت کا راستہ اختیار کرنے اور سلف صالحین کے منہج کو من وعن ماننے سے ہوگا۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾﴾ (الانبیاء: ۱۰۵)

''ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔''

ہمہ گیر قیادت کی اہمیت و ضرورت اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پوری انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ چاہے وہ انسان زندگی کے جس شعبہ (اور مذہب) سے تعلق رکھتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔''

اور پھر اس دعوت و قیادت کی ہمہ گیریت نے ایک دوسروں کو ذمہ داریوں سے ایسا مربوط کر دیا کہ پھر اس سے راہ فرار کسی کے لیے ممکن نہ رہا۔

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرہ: ۱۴۳)

Marfat.com

''ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں۔''

پھر اس کے لیے سب سے ضروری یہ ہے کہ اس احاطہ عقائدی (Ideological Bondary) کا مقصد خوب واضح ہو اور منہج درست ہو، کیونکہ بے مقصد کی جنگیں، بہادری کے معرکے اور قومیت کی لڑائیاں، تاریخ کے صفحات میں بے شمار پائی جاتی ہیں، بلکہ آج کے اس دور میں بھی ایسی تحریکیں خوب زور وشور سے چل رہی ہیں، جن کا لبادہ بھی مختلف اور ہمہ رنگ ہے۔ ان میں مذہبی آزادی، حقوق انسانیت کی پاسداری اور سیاسی خودمختاری کی تنظیمیں اور اس کے خونچکاں واقعات شامل ہیں۔

ایسے ہی پرفریب نعروں اور دعوؤں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ایک آدمی بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے لڑتا ہے، ایک قبائلی عصبیت وحمیت میں سر کٹاتا ہے۔ اور ایک ریاکاری میں لڑتا ہے، ان سب میں فی سبیل اللہ لڑنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اس واسطے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہی فی سبیل اللہ ہے۔ [1]، [2]

جو قائد غلط نعروں اور طریقوں سے ہٹ کر خالص کتاب وسنت کے لیے ہمہ گیر جدوجہد کرتا ہے تو اللہ اسے تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے۔ بالآخر وہ صراط مستقیم کو پالیتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝١٦ ﴾
(المائدہ: ١٧)

''جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضائے رب کے درپے ہوں سلامتی کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ: ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين، رقم: ٧٤٥٨۔ صحیح مسلم، كتاب الامارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله، رقم: ١٩٠٤۔

[2] یعنی شریعت کی درست لڑائی جو پوری انسانیت کے لیے اس کا پیغام ہو نہ کہ بغض وعناد اور عصبیت کی لڑائی! جہاں تباہی اور بدنامی کا داغ نصیب ہوتا ہو۔

Marfat.com

راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے۔''

قائد کی سب سے اہم خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی سوچ کا محور کتاب و سنت کو بناتا ہے اور عزت و ذلت کا انحصار رب العالمین کی رضا و سرزنش پر چھوڑتا ہے اور اس فکر باطل کو ذہن و خیال سے جھٹک دیتا ہے جس فکر کے نتیجہ میں آدمی پر نفس پرستی کا خمار طاری ہوتا ہے۔ نا اہل قائد اقتدار کو حاصل کرنے یا قابض رہنے کے لیے مادی و جمہوری سوچ کا سہارا لیتا ہے۔ لوگوں کو جھانسہ دے کر اور خوبصورت الفاظ بول کر رجھاتا ہے، بلکہ اس فکر کی غلطیوں، کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے اپنی نام نہاد جماعت اور پارٹی ہی کا احیاء کرتا ہے۔ اگرچہ ان کے مرید اقامت صوم وصلوٰۃ نہ کرتے ہوں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت و فضیلت سے نابلد ہوں۔ یہ جھوٹی عزت اور سستی شہرت کی تگ و دو میں رہنے والے قائدین و عمائدین اللہ تعالیٰ کی آیات و احکام کی کھلی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قیادت کی سچی اور بنیادی صفات یہ بیان کی ہیں۔

﴿الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱﴾

(الحج: ٤١)

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔''

اور حدیث میں ہے:

((تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ .)) ❶

''تم ان سے محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں تم ان کے واسطہ دعائے رحمت کرو

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب الانكار على الامراء فيما يخالف الشرع وترك قتالهم ما صلوا، رقم: ١٨٥٥.

Marfat.com

اور وہ تمہارے لیے دعائے رحمت کریں۔"

چونکہ اس زمین پر تمام تر حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" (۱۲:۴۰) اسی لیے امارت وخلافت اور نیابت ارضی کا استحقاق اور طریق کار اللہ کے بتائے ہوئے اسلوب ہی سے متعین ہوگا۔ ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (النساء: ۵۹)

"اے ایمان والو! فرماں برداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔"

مسلمانوں کے معاملات زندگی کا صاحب امر وہی ہوگا جو غیر جمہوری طریقہ سے اقتدار واختیار کا مالک بنایا جائے اور یہ سیاسی و مذہبی ہر دو معاملات کا نگراں ہو۔ امتداد زمانہ کے بے رحم تھپیڑوں نے اگرچہ دونوں کو منقسم کردیا ہے مگر مذہب و سیاست کے اختیارات کو دائرے میں محدود کر کے اس کے عالمگیر خدمات ورجحانات کو زک پہنچانا درست نہیں ہے۔

جماعت چھوٹی ہو یا بڑی، علاقائی ہو یا ملکی، دار الاسلام ہو یا دار الحرب، اقتدار کی کنجی اہل علم کے سپرد ہونی چاہیے۔ جمہوری نظام میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اوپر وہی لوگ آتے ہیں جو اہل علم ہوتے ہیں۔ پھر اس جمہوری طریقہ میں ووٹ کی طاقت سے کوئی (نا اہل) اوپر پہنچتا بھی ہے تو وہ اہل علم ہی کا محتاج رہتا ہے۔ تو اسلام اس محتاجی کو پسند نہیں کرتا ہے کہ اس سے بہت سارے فتنے وجود میں آتے ہیں۔ یعنی کبھی اس جاہل صاحب اقتدار کو بلیک میل کیا جاتا ہے اور کبھی علماء سوء کا آلہ کار بن کر بڑے فتنے اور تباہی لاتا ہے۔ اسی لیے اولی الامر کی تفسیر میں علماء نے اہل علم کی اطاعت وفراست کو ہی (لازم) قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی اولی الامر کی اطاعت اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین وارشاد کی روشنی میں رہنمائی دے۔

❀❀❀

Marfat.com

ابتلا و آزمائش

کائنات کی اشرف مخلوق انسان ہے اور یہ انسان اپنی غیر مرئی روح کے ساتھ حرکت و عمل کا ایک فانی کردار ہے اور یہی حرکت و فنا اور حیات و ممات دنیوی انسانی زندگی کی ابتداء و انتہا ہے۔ خالق کائنات نے اس کے درمیان کو انسانی آزمائش کا آماجگاہ قرار دیا ہے گویا پوری انسانی زندگی ابتلا و آزمائش ہی کے لیے عدم سے وجود میں لائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾

(الملك : ۲)

''اس (اللہ) نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔''

حسن عمل، حیات انسانی کے درخت کا اچھا پھل ہے، جو آزمائش کی بھٹی سے گزرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے تجزیے، اقسام اور مراحل کو بھی واضح کر دیا ہے جس کی اثر پذیری انسان کے ہر زاویے پر محیط ہے۔

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾﴾ (البقرہ: ۱۵۵)

''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے۔''

Marfat.com

انسان دشمن سے خوف کھاتا ہے اور اس کے سامنے جھک جاتا ہے، بھوت پریت سے ڈرتا ہے اور پھر وہ ساحر سے رابطہ کر لیتا ہے، اوباش اور شریر سے خوفزدہ رہتا ہے پھر اس سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ قحط اور فاقہ سے ڈرتا ہے پھر وہ ناجائز راستوں سے مال بٹورنے لگتا ہے۔ اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ آزمائش کے مرحلے تھے۔ اسی طرح بھوک، افلاس اور تنگی کے ذریعہ انسان آزمائے جاتے ہیں۔ مالوں کے ضیاع، جانوں کے تلف ہونے اور فصلوں کی تباہی کے ذریعہ بھی مومن اور مؤحد کو آزمایا جاتا ہے۔ دُعاۃ کے سامنے بھی یہ سارے مراحل آتے ہیں مگر وہ اللہ پر توکل کے ساتھ اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

داعی کی آزمائش کا نازک مرحلہ وہ ہوتا ہے جب وہ اپنی دعوت کی ناکامی پر بکی کا احساس کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اپنی پر عزم کوشش اور بے لاگ جدوجہد کا ثمرہ شکست و ریخت کی شکل میں دیکھتا ہے تو اس کا دل پژمردہ اور کبیدہ خاطر ہونے لگتا ہے۔ بہرحال یہ چیزیں دعوت صحیحہ کے لیے بہت مضر اور عجلت پسندی کا شاخسانہ ہوتی ہیں۔

توکل اللہ ہی پر:

ہاں! اگر اس دعوت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور نیت صالح ہے تو اس دعوتِ صحیحہ کا گواہ بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ داعی کو مادی بخشش اور انعام کا محتاج نہیں رہنا چاہیے۔

﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ﴾ (الاسراء: ۹۶تا۹۷)

''کہہ دیجیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ اور بخوبی دیکھنے والا ہے۔ اللہ جس کی رہنمائی کرے وہ تو ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ راہ سے بھٹکا دے ناممکن ہے کہ تو اس کا مددگار اس کے سوا کسی اور کو پائے۔''

بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ (الکہف: ۷)

"پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔"

صبر آزما حالات و سانحات:

رسول اللہ ﷺ دس روز تک طائف میں تشریف فرما رہے، ایک فرد بھی ہدایت سے سرفراز نہ ہوا، الٹا آپ کے ساتھ شرارت اور طوفان بدتمیزی کا ناروا سلوک جاری رکھا۔ بالآخر آپ افسردہ حال مکہ واپس آ گئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ پر سب سے سخت اذیت کا دن وہ تھا کہ جب آپ حطیم کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ عقبہ ابن معیط نے اپنے کپڑے سے آپ کا گلا گھونٹنا چاہا، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر اُس بد بخت کو دھکیلا اور کہا "اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ..... الآية" "کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔" ❶

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے زخموں سے چور جسم رسول اللہ ﷺ کو دکھایا تو آپ نے فرمایا یہ دعوت سچی دعوت ہے، یہ ضرور غالب آ کر رہے گی۔ ایک عورت صنعاء سے مکہ تنہا سفر کرے گی مگر اسے کسی کا خوف نہ رہے گا۔ اے خباب! پہلے لوگوں کے جسم کنگھیوں سے نوچے اور آریوں سے چیرے گئے، لیکن ان مصائب نے انہیں دین سے منحرف نہ کیا، صبر کرو اور جلدی نہ کرو۔ (صحیح بخاری)

بنو عدی کی شاخ قبیلہ بنو مؤمل کی ایک لونڈی کو آپ نے خرید کر آزاد کر دیا اس وجہ سے کہ وہ اسلام کی پاداش میں ماری اور ستائی جا رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ابھی اسلام نہ لائے تھے اسے مار مار کر تھک جاتے اور کہتے میں نے تجھے صرف تھکنے کی وجہ سے چھوڑا ہے۔ ❷

---

❶ صحيح بخاری، كتاب مناقب الانصار، باب ما لقي النبي ﷺ و اصحابه من المشركين بمكة، رقم: ۳۸۵٦۔ ❷ السيرة النبويه لابن هشام ۱/۳۹۳۔

Marfat.com

اگلے زمانوں میں ابتلا و آزمائش کا دردناک سامنا جلیل القدر انبیاء اور ان کے اصحاب کو خوب کرنا پڑتا تھا۔ جن کی جھلکیاں قرآن میں جابجا ہیں۔

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾﴾ (البقرة: ٢١٤)

”کیا تم یہ گمان کر بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔“

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں!

ہماری تاریخ سلف امت کے ایسے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ یہ ہستیاں حق کی راہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہتی اور بلا خوف و خطر مزاحمت جاری رکھتی تھیں، یہاں تک کہ ائمہ حدیث نے تدوین حدیث اور حفاظت حدیث میں انتہائی جانفشانی کا ثبوت دیا اور درایت کی آنکھیں ہمیشہ کھلی رکھیں اور ہر قسم کی مداہنت و تملق سے گریز کرتے رہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ داعیان حق کو معلوم ہی ہوگا جب گورنر مدینہ یعنی ایک مسلمان حکمراں نے ایک مسلمان امام کو ”زبردستی کی طلاق واقع ہو جائے گی“ کا فتویٰ دینے کے لیے مجبور کیا۔ انکار کی صورت میں امام موصوف کی داڑھی کو مونڈ دیا گیا، کوڑے لگائے گئے، گدھے پر بٹھا کر مدینہ میں چکر لگوایا گیا، مگر اس عزیمت کے پہاڑ نے ہار نہیں مانی اور برملا کہتے رہے ”طلاق المکرہ لیس بشیء“ جبر و اکراہ سے حاصل کردہ طلاق باطل ہے۔

اسی طرح احمد بن حنبل کے خلق قرآن والا واقعہ بھی لگ بھگ سبھی کو معلوم ہے۔

Marfat.com

سردست دو ایسے واقعات سپرد قلم کیے جاتے ہیں جن کا تعلق ایک اولو العزم داعی کا نام نہاد داعی کے ساتھ سے ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ ابوجعفر بن محمد طیالسی سے روایت کرتے ہیں کہ ''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام یحییٰ ابن معین نے رصافہ کی مسجد میں نماز پڑھی۔ ان کے سامنے ایک واعظ وعظ کرنے لگا: مجھے احمد بن محمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین نے حدیث سنائی۔ انہوں نے عبد الرزاق سے، اس نے معمر سے، اس نے قتادہ سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قال لا الہ الا اللہ یخلق من کل کلمة منها طیر، منقاره من ذهب وریشه من مرجان...... جو شخص لا الہ الا اللہ کے الفاظ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر لفظ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے، جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور پر مرجان کے...... غرض کہ اس نے اس ضمن میں کوئی بیس اوراق سنا دیے، یہ دونوں امام ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ امام احمد نے امام یحییٰ ابن معین سے کہا: کیا آپ نے یہ حدیث اس کو سنائی تھی۔ امام یحییٰ نے کہا: بخدا میں نے تو ابھی یہ حدیث سنی ہے، جب وعظ سے فارغ ہو کر عطیے لینے لگا، تو امام یحییٰ نے اسے اپنے پاس بلایا، وہ سمجھا شاید عطیہ دینا چاہتے ہیں، امام یحییٰ نے کہا یہ حدیث تجھے کس نے سنائی؟ اس نے کہا ''امام احمد بن حنبل نے اور یحییٰ ابن معین نے''...... انہوں نے کہا ''میں یحییٰ ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں اور ہم نے تو ایسی حدیث کبھی نہیں سنی!'' وہ کہنے لگا: میں سنا کرتا تھا کہ یحییٰ احمق ہیں، اب اس کی تصدیق ہوگئی آپ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں دوسرا کوئی یحییٰ اور احمد ہے ہی نہیں۔ ارے سترہ احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین ہیں جن سے میں نے روایت کی ہے، امام احمد نے آستین سے اپنا منہ چھپا لیا اور کہا اسے جانے دو، وہ دونوں کا مذاق اڑاتے ہوئے چل دیا: فَقَامَ کَالْمُسْتَهْزِیِ بِهِمَا''. [1]

---

[1] ابن جوزی، الموضوعات ۱/۴۶، ابن حبان المجروحین ۱/۸۵، ملا علی قاری الاسرار المرفوعه ۳۶، ابن کثیر، الباعث الحثیث ۷۱، شرح الفیه ۸۷-۸۸ التحدیث فی علوم الحدیث.

Marfat.com

اسی طرح امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ہے۔ فرماتے ہیں" میں نماز پڑھنے کے لیے ایک مسجد میں گیا، میرے قریب ایک لمبی داڑھی والا بوڑھا بیٹھا ہوا تھا۔ لوگ اس کو گھیرے ہوئے تھے، اس نے یوں روایت بیان کی، ہمیں فلاں نے، اس نے فلاں سے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو صور پیدا کیے ہیں، اور ہر صور کو ایک ایک بار پھونکیں گے، ایک پھونک بے ہوشی کے لیے اور ایک پھونک قیامت کے لیے، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ضبط نہ کر سکا اور نماز پڑھنے کے بعد اس سے کہا" اللہ سے ڈرو، اور غلط بیانی نہ کرو، اللہ نے صرف ایک ہی صور" پیدا کیا ہے اور اسے دو بار پھونکیں گے۔ قیامت کے روز اور حشر کے دن بے ہوشی کے لیے، اس واعظ نے مجھے کہا" اے بدتمیز! مجھے یہ حدیث فلاں اور فلاں نے سنائی ہے، پھر بھی تو میری مخالفت کرتا ہے، اس نے اپنا جوتا اتار کر مجھے مارنا شروع کر دیا، لوگ بھی اسی کے ساتھ ہو لیے، انہوں نے تب مجھے چھوڑا جب میں نے قسم اٹھا کر کہا" اللہ نے تیس صور پیدا کیے ہیں: فَوَ اللّٰهِ مَا أَقْلَعُوْا عَنِّیْ حَتّٰی حَلَفْتُ لَهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ ثَلَاثِیْنَ صُوْرًا لَّهُ فِیْ كُلِّ صُوْرٍ نَفْخَةٌ فَاقْلَعُوْا عَنِّیْ.[1]

ایک تجربہ:

اس سلسلہ میں راقم السطور کا بھی تجربہ ہے کہ جب اس نے ایک مسجد میں" نیم برہنہ اور ناشائستہ بچوں کا بڑوں کی صف میں شمولیت و ہنگامہ آرائی کرنے نیز مسجد کے تقدس اور نمازیوں کے خشوع و خضوع کے سلسلہ میں محتاط رویہ اختیار کرنے کے بارے میں" درس دیا، بعد درس نمازیوں نے اس کا نوٹس لیا اور ایسے تساہل سے گریز کا اعادہ کیا، جس پر امام صاحب بھی تائید میں سر ہلاتے رہے، مگر اچانک یہ انتباہ ایک واقعہ بن گیا۔ ہوا یہ کہ ایک سربرآوردہ شخص نے مولوی موصوف کی طرف انگشت نمائی کرتے ہوئے کہہ دیا کہ" یہ تساہل اکثر مولوی صاحب

---

[1] السیوطی، تحذیر الخواص، ۲۰۳، ۲۰۴، ملا علی قاری الاسرار المرفوعه ۸۵، التحدیث فی علوم الحدیث، پروفیسر عبد الرؤف ظفر ۲۰۷، ۲۰۸.

Marfat.com

ہی کی طرف سے دیکھنے کو ملتا ہے، اور انہی کے بچے زیادہ لا ابالی پن کا مظاہرہ کرتے اور بے باک رہتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ مخاطب کو سلیقہ سے قائل کیا جاتا اور مناسب تاویل و تادیب کا سہارا لیا جاتا، مگر مولوی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً ناچیز کی جانب روئے سخن پھیر لیا اور کہا: نہیں! انہوں نے جو کچھ درس میں کہا ہے سب جھوٹ ہے! اور عوام سے مخاطب ہوا" اٹھیے! آپ لوگ حدیث کی پیچیدگیوں میں نہیں جایئے! فتنہ کا اندیشہ ہے چنانچہ سب لوگ ہاں! ہاں! کرنے لگے!! اور ناچیز اپنا سا منہ لے کر رہ گیا، اللہ کی پناہ!!

علامہ اقبال نے کہا ہے ؂

ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے
کچھ اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے

اس لیے یاد رکھئے! اگر دنیا دار اور نفس پرست لوگوں کا اسی طرح طوطی بولتا رہے اور شیر کی کھال میں چھپے ہوئے گیدڑوں کا ستارہ یونہی بلند ہوتا رہا تو معاشرہ میں برائیاں بڑھ جائیں گی اور حق ودین پسندوں کا قافیہ تنگ ہوتا چلا جائے گا، بلکہ ہلاکت مقدر ہوجائے گی۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ .)) [1]

"حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہم نیک لوگوں کی موجودگی میں ہلاک ہوجائیں گے؟ آپ نے فرمایا "ہاں! جب برائی زیادہ پھیل جائے گی۔"

انبیاء کی تردید وتکذیب کی گئی:

داعی کو انبیاء، رسولوں اور صحابہ کرام کی زندگیوں کو بطور اسوہ اختیار کرلینا چاہیے تاکہ اللہ کا جو وعدہ ہے وہ اتمام حجت کے بعد ضرور پورا ہو۔

[1] صحيح بخاري، كتاب احاديث الانبياء، رقم: ٣٣٤٦.

Marfat.com

ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾﴾ (المومن: ۵۱)

''یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیوی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔''

اور یہ سب اس عمل کے بعد ہوتا ہے جب انبیاء وصلحاء کو آزمائش کی بھٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے جیسا کہ ہر امت میں تمام رسولوں کے ساتھ ہوا۔

﴿وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾﴾

(المؤمن: ۵)

''اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا اور باطل کے ذریعہ کج بحثیاں کیں، تاکہ ان سے حق کو بگاڑ دیں پس میں نے ان کو پکڑ لیا، سو میری طرف سے کیسی سزا ہوئی۔''

بلکہ بعض انبیاء قتل بھی ہوئے (مثلاً یحییٰ وزکریا علیہم السلام) اور بہت سارے ہجرت پر مجبور ہوئے (مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض اصحاب) انہیں سخت ایذائیں دی گئیں، اس کے باوجود وہ صبر کرتے رہے۔ پھر اللہ نے مدد کی۔

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾ (الانعام: ۳۴)

''اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچی۔''

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

Marfat.com

﴿فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾﴾

(آل عمران: ۱۷۳)

''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''

اس راہ استقامت و آزمائش میں داعی کو جان و مال کی قربانی، دوست و احباب سے جدائی، جاہ و منصب سے علیحدگی، زمین و جائداد کی تباہی اور وطن مالوف کی فرقت گوارا کرنا پڑتی ہے۔ یہ مشق ستم وہ لوگ ڈھاتے ہیں جو مشرک و منافق صفت لوگ قوم و سماج میں اپنا اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ معاشرہ پر جن کی سابقہ پکڑ ہوتی ہے اور وہ کسی نہ کسی حیثیت میں لوگوں کے لیے وجہ فساد بلکہ خطروں کا پلندہ ہوتے ہیں۔ ذیل کی آیت کی شان نزول کا پس منظر کچھ ایسا ہی ہے۔

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٨٦﴾﴾ (آل عمران: ۱۸۶)

''یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں سے تمہاری آزمائش کی جائے گی اور یہ بھی یقینی ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننا پڑیں گی اور اگر تم صبر کرلو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔''

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴿٩﴾﴾ (القمر: ۹)

''ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑک دیا گیا تھا۔''

Marfat.com

معاشرتی کجروی اور بائیکاٹ کا سامنا:

آزمائش کا یہ انداز بڑا صبر آزما اور انتہائی جان گسل ہوتا ہے۔ اس ماحول کے تصور ہی سے لوگ کانپتے ہیں، مگر داعی اس مصیبت ومشکلات کا تحمل سے مقابلہ کرتا ہے۔ پیش خدمت ہے یہاں اس معاشرہ کا تصور و خاکہ جس کے گوناگوں مسائل کا تدارک، داعی کی زندگی و اعمال کا اسوہ ہوتا ہے۔ ایک داعی گاؤں، دیہات اور ناخواندہ بستیوں میں قیام رکھتا ہے تو اسے ''اَلْاَ عْـرَابُ أَشَدُّ كُفْراً وَنِفَا قاً'' سے بڑا اور زبردست پالا پڑتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے مسجد کے متولی، مدرسہ کے ناظم اور گاؤں کی سرداری رکھنے والے لوگ کھلا ہوا شرک کا مظاہرہ کریں! جھاڑ پھونک کرنے والے سفلی عاملوں اور پروہتوں سے بیسکی (جادو کے ذریعے جھاڑ پھونک) کرائیں۔ مرض کی شفا کے واسطے مزاروں اور درگاہوں کے چکر لگائیں، تو اس کے کفر ونفاق پر کیا شک رہے گا؟ بلکہ دین و دنیا کے ہر معاملہ میں آباء و اجداد کی پیروی میں کتاب وسنت اور منہج سلف کی کھلی خلاف ورزی کریں! تو کیا ایک داعی ایسے سرداروں اور متولی کی اطاعت و پیروی کرے؟! اتنا ہی نہیں بلکہ یہ شرک و بدعت اور غیر اسلامی رسم و رواج میں یقین رکھنے والے لوگ، تقویٰ شعار داعی کو اپنے پاؤں تلے رکھنے پر مجبور کریں وہ باطل کی حمایت نہ کرنے کی صورت میں اس پر طرح طرح کے الزامات عائد کر کے اسے ہراساں اور سماجی بائیکاٹ کر کے پریشان کرنے کی کوشش کریں تو داعی اس کج روی سے تصادم کی صورت میں کیا کرے؟ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے! بلکہ ایسے لوگ اپنی حمایت میں کچھ تنخواہ خور علمائے سوء کی ایک جماعت رکھتے ہیں جو ان کی ہر خواہش پرستی کی تائید، قرآن و حدیث کے ذریعہ من مانی تاویل سے کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم، میں یہ نہیں ہے کہ مشرکوں (کی کثرت تعداد) کا ساتھ دیا جائے اور اہل توحید سے بغض و عناد رکھنے میں کوئی حرج نہ سمجھا جائے! بلکہ قرآن میں دعا کا طریقہ اس طرح سکھایا گیا ہے:

﴿وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾﴾ (الفرقان: ٧٤)

''اے ہمارے رب! ہمیں پرہیزگاروں کا امام و پیشوا بنا۔''

Marfat.com

یہ لوگ اپنے معاملات زندگی کو کتاب وسنت سے نہیں بلکہ قصے کہانیوں سے چلاتے ہیں، دلیل و حجت کے روادار نہیں! بلکہ اٹکل پچو کے علمبردار ہوتے ہیں۔ حالاں کہ ایک سچے داعی کی صفت یہ ہے۔

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١١١﴾﴾ (البقرہ: ۱۱۱)

''اگر تم سچے ہو تو دلیل سے بات کرو۔''

یاد رہے کہ قرآن کا یہ چیلنج زندگی کے ہر شعبہ اور انسان کے ہر فکر و منہج کے لیے بانگ دہل ہے جو قرآن سے ہٹے گا وہ دلیل سے خالی ہوگا اور جو دلیل سے بات کرے گا وہ ضرور کتاب کا حامل انسان ہوگا۔ یہ لوگ ایک چور، زانی، شرابی، قمار باز، کذاب، سود خور، بے نمازی، بلا استنجا پیشاب کرنے والا اور ہر وقت لہو ولعب میں لت پت رہنے والے کی حمایت و تعاون تو کرتے ہیں! کیونکہ وہ اس کے بلا جواز اور بلا دلیل اعمال و اقوال کی تائید و حمایت میں پیش پیش رہتے ہیں، مگر اس کے برعکس ایک عالم باعمل اور حامل کتاب وسنت سے دشمنی و بغض رکھیں گے۔ بلکہ بسا اوقات اس کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے گا، اس لیے کہ وہ اس کے روایتی انداز و گفتار اور حرکات وسکنات سے اختلاف رکھتا ہے۔ ان کے ساتھ بغض و حسد کا رد عمل اتنا شدید ہوتا ہے کہ ان سے سلام و کلام، نشست و برخواست اور حقوق و معاملات پر مکمل پابندی عائد کر دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کا استہزاء و مذاق اور طنز و دشنام بے دردی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور شدید نفسیاتی دباؤ ڈال کر خوب ہراساں کیا جاتا ہے۔ پھر یہ مراحل اس قدر جان لیوا ہوتے ہیں کہ ''اَلْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ داعی کا کام یہاں صبر کرنا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو بت پرستوں اور یہودیوں کی ستم سامانی پر بھی صبر کر لیتے تھے اور جب معاملہ حد سے متجاوز ہو گیا تب جہاد کا حکم ملا۔ حالانکہ یہ لوگ کلمہ گو مشرک ہیں۔ اگر یہ حد سے تجاوز نہ کریں تو صبر و برداشت سے ہی کام لینا چاہیے، ہمارے سامنے نبی ﷺ کا اسوہ موجود ہے۔

((وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ

Marfat.com

الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذَى حَتَّى أَذِنَ اللّٰهُ فِيهِمْ .))❶

''نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی یہ عادت رہی کہ بت پرستوں اور یہودیوں کی ناشائستہ حرکات کو معاف کر دیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے باب میں جہاد کی اجازت دے دی۔''

اور جہاں تک بائیکاٹ کا تعلق ہے اور اس کی دلیل غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے صحابہ کرام کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ، اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے لی جاتی ہے تو یہاں ان لوگوں نے اپنی غلطی کا خود اعتراف کیا ہے جس کی پاداش میں انہیں مکافاتِ عمل کا سامنا کرنا پڑا (لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ) ❷ پھر اس کے بعد کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور توبہ قبول ہوئی۔

﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ (التوبہ: ۱۱۸)

''اور تین شخص کے حال پر بھی (مہربانی کی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا، یہاں تک کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی۔''

اسی غزوہ میں سات پیچھے رہنے والے صحابہ کرام کا اعتراف گناہ بھی بڑا دردناک ہے۔ ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ نے اپنے بقیہ ساتھیوں کے ساتھ مسجد نبوی کے ستونوں سے خود کو باندھ لیا اور نیند وخورد ونوش سے بھی حانث ہوگئے، کہ جب تک رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں سے نہیں کھولتے اسی طرح بندھے رہیں گے، چاہے مرنا پڑ جائے۔ کئی روز یہ لوگ بندھے رہے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گرنے لگے۔ پھر آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے

---

❶ صحیح بخاری، تفسیر سورہ آل عمران، رقم: ٤٥٦٦.

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، رقم: ٤٤١٨.

Marfat.com

بندھن کھول دیا۔

﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ﴾ (التوبہ: ۱۰۲)

''اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے اقراری ہیں جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے۔ کچھ بھلے اور کچھ بُرے اللہ سے امید ہے کہ ان کی توبہ قبول فرمائے۔''

بصورت دیگر اسلام میں بائیکاٹ کی مثال نہیں ہے حالانکہ یہ لوگ وسعت و سواری کے باوجود جہاد جیسے چوٹی والے عمل میں کوتاہی کر گئے تھے۔ پھر انہوں نے اعتراف گناہ کا بھی ریکارڈ کارنامہ انجام دیا۔ نبوی قیادت سے اس کی ترغیب و ملامت قطعی نہ تھی، جیسا کہ ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ اور سیدہ غامدیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں بھی اعتراف گناہ کا قابل تحسین نمونہ موجود ہے۔ اصلاح کی بجائے استحصالی بائیکاٹ کا طریقہ کفار مکہ کا تھا! جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان (مع ابوطالب) شعب ابی طالب میں ساڑھے تین سال کے عرصہ تک بے بسی اور کسمپرسی پر مجبور کر دیا، پھر اللہ کی مدد سے یہ مقاطعہ ٹوٹا۔ افسوس! مسلمانوں کا فاسق و فاجر طبقہ اس سنت کفار کے احیاء کو اپنی عزت و ناموس اور سماجی رکھ رکھاؤ کی معراج سمجھتا ہے۔ ان کی کج روی کا حال یہ ہے کہ وہ کسی اسلامی شعار کی حفاظت میں ایسا قدم نہیں اٹھاتے ہیں بلکہ سماجی و اجدادی شعار کی حفاظت میں اس طرح کا فیصلہ لیتے ہیں اور ظاہر ہے آدمی جب ضد، حسد اور ذاتی دشمنی میں ایسی حرکت کرے گا تو ان کا فیصلہ برا تو ہوگا۔ حالانکہ مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے۔

''تم ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، لین دین میں بولی بڑھا کر ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو، آپس میں بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے پشت نہ پھیرو اور نہ ایک دوسرے کے سودے پر سودا کرو۔ اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی ہو جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے حقیر گردانے اور نہ اس کو بے سہارا چھوڑے۔''

Marfat.com

((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ .))

''مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت حرام ہے۔''

((مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ .)) [1]

''جس نے اپنے مسلمان بھائی کو ایک سال تک چھوڑے رکھا (یعنی تعلقات منقطع رکھے) تو یہ اس کا خون بہانے (قتل) کے برابر ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا .)) [2]

''مومن کے لیے مومن کی مثال ایک عمارت کی ہے جس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔''

نیک اور پارسا لوگوں کے بائیکاٹ سے ظالموں اور فاسقوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی سچی دعوت و تحریک نہ پھیلے، لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ نہ بڑھا سکے۔ یہ عاجز اور تنگ ہو جائے۔ اکثر لوگ ان کے دشمن اور درپے آزار رہیں۔ آزمائش کی یہ سب سے کڑی گھڑی ہوتی ہے جس سے دعاۃ کو کسی نہ کسی حیثیت میں ایسے راستہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس مضمون کو ایک اردو شاعر نے بڑے دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے:

اس کے دشمن ہیں بہت آدمی اچھا ہوگا   وہ بھی میری ہی طرح شہر میں تنہا ہوگا

اور عربی شاعر نے کہا!

وَإِذَا أَتَتْكَ مُذَمَّتِي مِنْ حَاقِدٍ

فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلٌ

''جب تمھیں کسی کینہ پرور کی طرف سے میری مذمت سنائی دے تو یہ اس بات کی شہادت ہے کہ میں خوبی و کمال سے آراستہ ہوں۔''

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصله باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه و ماله، رقم: ٢٥٦٤. [2] صحيح بخاری، كتاب المظالم، باب نصر المظلوم، رقم: ٢٤٤٦.

Marfat.com

برائی کو پوری طاقت سے روکنا، نجات کا ذریعہ ہے

داعی کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں جہالت کی جڑیں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں وہاں خواہ مخواہ نرمی و بے اعتنائی کا فلسفہ کام نہیں دیتا، اس حال میں لوگوں کی اصلاح اور منکر پر نکیر کی گنجائش تو کجا خود آپ ضلالت کی کھائی اور فتنہ کی تباہی سے بچنے کی کوئی سبیل نہ پائیں گے، کیونکہ اگر قرب و جوار میں آگ لگی ہو تو کوئی کاہل اور ٹھنڈا آدمی بھی خاموش تماشائی بنا رہنا گوارہ نہ کرے گا۔ ممکن ہے یہ شعلہ! اس کے نشیمن (گھر) کو بھی خاکستر کردے۔

دل سے برا ماننا مکمل تقاضوں کے ساتھ:

اکثر دیکھا جاتا ہے اقدام دعوت کے لیے کلیدی حیثیت جن تین مراحل کو حاصل ہیں۔ ان میں سب سے کمزور پہلو ''دل سے برا ماننا'' ہی کو لوگوں نے اپنے دعویٰ ایمانی کی بنیاد بنایا ہوا ہے۔ جب کہ دنیوی معاملہ میں مرحلہ اول یعنی فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ کو ترجیح دے کر اپنے کاروبار زندگی کو سرانجام دیا جاتا ہے۔ چاہے اس کے لیے دست و گریباں اور کشت و خون کی نوبت آجائے، لہٰذا ماحول پر اگرچہ برائیوں کا غلبہ بڑھ گیا ہو اور ظالموں کی تعداد فزوں تر ہو اللہ کے ہاں اپنی برأت اور اتمامِ دعوت کے لیے ایسی کوششیں تیز کرنا، دین کی سچی خدمت اور اپنی نجات کا قابل یقین ذریعہ ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوٓءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ ﴾ (الاعراف: ۱٦۵)

''اور ہم نے ان کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور ہم نے انہیں برے

Marfat.com

عذاب میں گرفتار کرلیا جنہوں نے ظلم کیا، اس لیے کہ وہ نافرمان تھے۔''

اگر داعی کا طریق کار اور انداز و اطوار ہمت و اولو العزمی کی پہچان بن جائے تو ایسے صاحب عزیمت کے لیے حضرت لقمان کی وصیت میں بھی بڑی نصیحت و بصیرت موجود ہے۔

﴿ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ ﴾ (لقمان : ۱۷)

''اے میرے بیٹے: نماز قائم کرو اور بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت آئے اسے برداشت کرو، یہ اولوالعزمی اور ہمت کی بات ہے۔''

یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ برائی کے روکنے میں مصیبت آتی ہے، آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اسے برداشت کرنا چاہیے۔

آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے!
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے!

دعوتِ دین کا سب سے کمزور پہلو ''دل سے برا ماننا'' ہے اور ظاہر ہے جو چیز بری ہے اس سے گریز ضروری ہے۔ چنانچہ ایسی مجلس شادی جہاں جہیز کا لین دین ہو اور غیر شرعی رسم و رواج کا بول بالا ہو، ہنسی دل لگی کا طوفان بپا ہو یا (جس جگہ) حرام کاری و فواحش و منکرات کا بازار گرم ہو، داعی وہاں سے دور رہے اور اگر کوئی اپنی دنیوی مفاد یا کسی کمزوری کے باعث شریک و سہیم رہنا چاہے تو زبان سے اس کی برائی کو ضرور بیان کرے۔ کیا ہم اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے ہیں؟

ارشاد ہے۔

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِہَا وَیُسْتَہْزَاُ بِہَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَہُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖۤ ۫ۖ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُہُمْ ؕ ﴾ (النساء : ۱۴۰)

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس

Marfat.com

والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں (ورنہ) تم بھی اس وقت انہیں جیسے ہو۔"

ظلم سہنا معصیت ہے!

ایسا ہی اگر کوئی آدمی اس کارِ عزیمت میں کسی صاحب عزیمت کو تنگ کرتا ہے، اس پر ملامت کا ظلم وستم روا رکھتا ہے تو یہ ظلم بہرحال ظلم ہی ہے! بلکہ یہ (روش) اللہ تعالیٰ کی غیرت کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے کیونکہ وہ خالص توحید وسنت کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کرتا ہے اور اپنے نفسانی سکون کی راہ نکالتا ہے۔ ویسے تو ظلم و زیادتی سب کے حق میں مکروہ بلکہ حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تَظْلِمُوْا فَتَدْعُوْا فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ تَسْتَسْقُوْا وَتَسْتَنْصِرُوْا فَلَا تُنْصَرُوْا.)) ❶

"ظلم نہ کرو، ورنہ تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم دعائیں کرو گے، لیکن تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی، اور تم بارش طلب کرو گے، لیکن تم پر بارش نہیں برسے گی اور تم مدد طلب کرو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔"

وَإِيَّاكَ وَالظُّلْمَ مَهْمَا اسْتَطَعْتَ
فَظُلْمُ الْعِبَادِ شَدِيْدُ الْوَخَمِ

"اور جہاں تک ہو سکے ظلم وزیادتی سے بچو کیونکہ بندگان خدا پر ظلم کرنا سخت نقصان دہ اور مضر ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہے:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❷

"ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا باعث ہے۔"

---

❶ مجمع الزوائد: ۵/۲۳۵. ❷ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، رقم: ۲۵۷۸.

Marfat.com

اسی لیے قرآن نے شرک کو ظلم سے تعبیر کیا ہے (۱۳/۳۱)، کیونکہ یہ بغاوت وسرکشی کی انتہا ہے اور ایک مسلمان جب اس سے مقابلہ کی سکت کھو دیتا ہے یا شرک کرنے والوں کے خلاف انتہائی جدوجہد سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے تو وہ شیطانی ہتھکنڈوں اور وسوسوں کا شکار ہو کر ظلم کرتا یا ظلم سہتا رہتا ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ .))

''تکلیف دو، اور نہ تکلیف پاؤ۔''

غیر تو غیر، اگر اپنے بھی ظلم وستم کا ارتکاب کریں تو ان کا ہاتھ اس ظلم کے خلاف پکڑ لینا چاہیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

((أُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا .))

''اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو یا مظلوم۔''

سوال کیا گیا مظلوم کی مدد سمجھ میں آتی ہے ظالم کی مدد کس طرح کی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ وَتَحُوْلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ فِعْلِهِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ لَهُ .))

''اس کے ہاتھوں کو پکڑ لے اور ظلم کرنے سے باز رکھ، اس کے واسطے یہی تیری مدد ہے۔''

دیکھا جاتا ہے کچھ بزدل قسم کے لوگ ظلم سے پستے رہتے ہیں مگر اس کی مدافعت اور مزاحمت سے گریز کرتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ میں اگر کسی قسم کی آواز اٹھاتا ہوں تو مزید مصیبت اور فتنہ میں مبتلا ہوسکتا ہوں۔ اس کی یہ سوچ ہر سانحہ کے ساتھ پروان چڑھتی ہے۔ ایسا آدمی سانحات کے نرغے میں پھنسا رہتا ہے۔ اب اس کے پاس اتنی سکت نہیں رہتی کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو طاقت کے ساتھ پورا کر سکے۔ اس طرح دنیا کے ساتھ دین کو بھی گنوا لیتا ہے اور اپنے حقیقی اور اسلامی مفاد کو نہ سمجھ کر ایمان سے بھی دور رہتا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾﴾ (الانعام: ۲۰)

Marfat.com

''جن لوگوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا ہے سو وہ ایمان نہیں لانے کے۔''

آدمی اگر حق پر ہو تو اسے نقصان، ذلت اور مصیبت سے نہیں ڈرنا چاہیے، کیونکہ ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے۔

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ (الانعام: ۱۷)

''اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں۔''

مصلحت آمیز خاموشی تباہی کا پیش خیمہ ہے!

معصیت کا ارتکاب کرنا اور طاقت کے باوجود اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنا جرم میں مساوی ہے اور دونوں ہی باعث تباہی و بربادی ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کشتی میں سوراخ کرنے والے کی مثال سے واضح کیا ہے کہ اگر دوسرے لوگ اسے اس حرکت سے نہ روکیں گے تو جملہ افراد ہلاک ہو جائیں گے۔ [1]

گاؤں دیہات میں فتنہ و فساد اس وجہ سے پروان چڑھتا ہے کہ موجود بستی میں تھوڑے برے لوگ زیادہ نیک لوگوں کو یرغمال بنا لیتے ہیں، رفتہ رفتہ اور گھٹتے گھٹتے صالحین کا فقدان ہو جاتا ہے جو اپنے ایمان اور عقیدے کا تحفظ، شرپسندوں کی سرپرستی میں محسوس کرتے ہیں۔ نتیجتاً ان کا ترتیب دیا ہوا پورا دینی و معاشرتی رہن سہن غیر اسلامی اور روایتی خدوخال کا بے جان ڈھانچہ بن جاتا ہے۔ جہاں شیر تو ہوتا ہے (میوزیم کی طرح) مگر گوشت پوست اور طاقت سے خالی! جہاں علم اسلامی تو ہوتا ہے (مستشرق کی طرح) مگر روحِ ایمانی اور جذبۂ قربانی سے خالی!

اور اگر یہ اہل ایمان پہلے دن ہی شرپسندوں سے ٹکر لے کر موجود برائیوں (شرک و بدعت، الحاد و دہریت، مغربی طرز معاشرت اور غیر اسلامی رواج) کو اسلامی معاشرہ میں پنپنے نہ دیتے تو یوں پانی سر سے اونچا نہ ہوتا اور سارے مسلمان نا اہل لوگوں کے یرغمال نہ بنتے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشرکة، باب ھل یقرع فی القسمة والاستھام فیه، رقم: ۲۴۹۳۔

Marfat.com

اس لیے ضروری ہے کہ داعیان اولوالعزم ایسے تجربات کی روشنی میں ہر برائی اور فتنہ کا مقابلہ پہلے دن کی دراندازی کے وقت ہی کرلے۔ چھوٹے نقصان برداشت کرکے بڑے فوائد کو حاصل کرنا اور بڑے فوائد کو حاصل کرنے کے لیے چھوٹے نقصان کو برداشت کرنا شریعت کا مسلمہ اصول ہے، اسے فراموش نہ کرے۔

﴿ يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ﴾ (الحج: ۱۳)

''اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے قریب تر ہے''

اس کے برعکس کم ظرف اور نفس پرست لوگ دین کا زیادہ فائدہ اس بات میں نکالتے رہتے ہیں کہ بھائیو! سماج میں شر پسندوں کا غلبہ بڑھ گیا ہے! خاموشی میں مصلحت ہے (اور بھلے سے یہ لوگ بھی تو اسلام ہی کا دم بھرتے ہیں، مضائقہ ہی کیا ہے کہ انداز تھوڑا اجنبی اور جدید (اپ ٹو ڈیٹ) ہوجائے۔'' کم ظرفی کا یہ انداز اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے مترادف ہے اور بدقسمتی سے ہمارے معاشرہ کے طول وعرض میں اسی طرز ومماثلت کا بھونڈا اسلوب، اسلامی معاشرت کے رگ وریشہ میں سمایا ہوا ہے کہ

خداوندا تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

پھر اسی مصلحت والی خاموشی سے تباہی کا جب دور شروع ہوتا ہے تو اس کے برے ہم نشیں ان کو بھلے ہونے کا مژدہ سناتے ہیں۔ ایسے ہی زیاں کار لوگ دوست نما دشمن اور آستین کے سانپوں سے محفوظ نہیں رہتے ہیں۔ چاہے قریب کی امت ہو یا بعید کی!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ﴾ (حم السجدہ: ۲۵)

''اور ہم نے ان کے کچھ ہم نشیں مقرر کر رکھے تھے، جنہوں نے ان کے اگلے

Marfat.com

پچھلے اعمال، ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ کا قول ان امتوں کے ساتھ پورا ہوا، جو ان سے پہلے جنوں انسانوں کی گزر چکی ہیں یقیناً وہ زیاں کار ثابت ہوئے۔"

برائی کا انسداد حکمت کے ذریعہ:

موجودہ دور میں اخلاقیات کی جو تعبیر کی جاتی ہے اور مذاہب مختلفہ کا جیسا طرز معاشرت ہے۔ جس میں کسی ایک پہلو پر تہذیبی تشخص کا انحصار ہوتا ہے جیسے ایک نظریہ "اگر کوئی ایک رخسار پر مارے تو دوسرا رخسار بھی پیش کردو" ہے۔ مگر اسلام اس کی نوعیت کو بصیرت سے حل کرنے کا مزاج و تصور رکھتا ہے۔ ہر وقت نرمی نہ ہر جگہ سختی! چونکہ دوسرے مذاہب کے پاس مذہب و سیاست اور مملکت کا نظام و فکر الگ الگ ہے، اس لیے وہ مذہب کے واسطے تو یہ سوچ رکھ سکتا ہے مگر مملکت و سیاست میں اس پہلو کو درخور اعتنا نہیں سمجھ سکتا، جبکہ اسلام مکمل نظام حیات کے ساتھ ایک معتدل مذہب ہے، جہاں ایک آدمی مملکت کا حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ (اسی قدر) متقی بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح مسجد کا امام ہونے والا مکمل سیاسی سوجھ بوجھ کا اہل بھی ہوتا ہے، چنانچہ یہاں تبلیغ و دعوت کا شرعی مزاج و منشا حکمت و بصیرت اور مجادلہ احسن ہے۔

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ (النحل: ۱۲۵)

"اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجیے۔"

ٹھیک (یہی مذکورہ بالا) تصور، موجودہ دور کی آزادی کے لیے بھی لیا جاتا ہے۔ جس نے جمہوری نظام اور طاغوتی استبداد کی کوکھ سے جنم لیا ہے اور یہ فکر و عمل، زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ اسلام کا تصور آزادی اور تہذیبی بود و باش اگرچہ اس سے مطابقت نہیں رکھتے مگر مسلمانوں کا کوئی طبقہ اس فتنہ سامانی سے محفوظ نہیں رہا۔ "کچھ لو اور کچھ دو" کی پالیسی پر جو فرد و قوم عمل پیرا ہے، اس نے گویا پوری ملت کی کشتی ہی دریا برد کردی ہے اور جو لوگ

Marfat.com

پوری طاقت کے ساتھ دعوت توحید اور منہج رسول کی آبیاری میں منہمک ہیں ان کے پاس نبی کی زندگی کا جو نمونہ ہے، اس میں ایسے سمجھوتہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝٩﴾ (القلم: ۹)

''وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں''

اس لیے برائی کا انسداد حکمت و بصیرت اور مضبوط قوت ارادی کے ساتھ ہونا چاہیے۔

جابر حکمراں کے سامنے حق بات بولنا افضل جہاد ہے:

دعوت پوری طاقت اور منکر پر نکیر پوری مستعدی سے نہ کیا جائے تو انجام بہت برا بھی ہوسکتا ہے۔ جس کی جھلک حدیث رسول میں اس طرح ہے:

((لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ تَحْتَ يَدِ اللّٰهِ وَفِي كَنَفِهِ مَا لَمْ يُمَانِ لِي أُمَرَاءُهَا قُرَّاءُهَا وَمَا لَمْ يُزَكِّ صُلَحَاءُهَا فُجَّارَهَا وَمَا لَمْ يُهِنْ خِيَارُهَا أَشْرَارَهَا فَإِذَا هُمْ فَعَلُوا ذَالِكَ رَفَعَ اللّٰهُ يَدَهُ عَنْهُمْ ثُمَّ سَلَّطَ عَلَيْهِمْ جَبَابِرَتَهُمْ فَسَامُوْهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ثُمَّ ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالْفَاقَةِ وَالْفَقْرِ .)) [1]

''یہ امت اس وقت تک اللہ کے ہاتھ کے نیچے اور اس کے جوار میں ہوگی، جب تک کہ اس امت کے امراء اپنے علماء کی موافقت اور ان کی اعانت کریں گے، امت کے صالحین فاسقوں اور فاجروں کو صالح اور نیک بنائیں گے اور اچھے لوگ بروں کی اہانت اور تذلیل نہیں کریں گے اور جب وہ غلط عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھا لے گا، پھر ان کے اوپر انہی میں سے سرکش لوگوں کو مسلط کرے گا، جو انہیں بدترین عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں فقر و فاقہ میں مبتلا کردے گا۔''

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] بحوالہ: تطهير المجتمعات من ارجاس المعاصي والموبقات، لابن حجر عسقلاني، اردو ترجمہ: مہلک بیماریاں۔

Marfat.com

((مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ .)) ❶

"تم میں سے کوئی جب برائی دیکھے تو اسے ہاتھ (پوری طاقت) سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

دل سے برا سمجھنے میں بھی پوری طاقت و ہمت کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ اگر آپ کمزور اور بزدل بنیں گے تو ایک ظالم کی برائی پر کھلی ہوئی نفرت و بے زاری کا اعلان و اظہار نہیں کر سکتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بزبان داؤد و عیسیٰ علیہما السلام لعنت کی ہے کہ وہ منکر پر نکیر نہ کرتے تھے اور گناہ میں حد سے بڑھ جاتے تھے۔ (۵:۷۸)

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوهُ﴾ (المائدہ: ۷۹)

"آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے، روکتے نہ تھے۔"

اگر ایسے لوگ حکمران بنائے جائیں جو اکثریت کا ہوا دکھانے والے، علمی شخصیات پر ظلم وستم ڈھانے والے، رسم و رواج کی پاسداری کرنے والے!! کھانے اور بھوج کے نام پر لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کرنے والے! مگر نماز کے معاملے میں سب کے لیے کھلی چھوٹ ہو، فاسق و فاجر کی حمایت میں کمربستہ ہوں اور شرعی حدود کی ذرا پروا نہ کرتے ہوں۔ تو ایسے لوگوں پر نقد کرنا، ان سے اعراض کرنا اور ان کے ہفوات و منکرات سے علیحدہ رہنا، صاحب عزیمت کا شیوہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلوٰةَ .)) ❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان، وإن الایمان یزید و ینقص، و أن الأمر بالمعروف و النهی عن المنکر واجبان، رقم: ۴۹۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب الانکار علی الامراء فیما یخالف الشرع، رقم: ۱۸۵۴

Marfat.com

''یقیناً تم پر ایسے لوگ حکمران بنائے جائیں گے جن کے (کچھ کاموں کو) تم پسند کرو گے اور کچھ کو ناپسند، پس جس نے (ان کے برے کاموں کو) برا سمجھا وہ تو بری ہو گیا، جس نے انکار کیا (نقد کیا) وہ بچ گیا، لیکن جو راضی ہوا اور ان کی پیروی کی (وہ ہلاک ہو گیا) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہم ایسے حکمرانوں سے قتال نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز کو قائم رکھیں (مت لڑو)۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

((مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَلَمْ يَسْتَطِعْ إِنْكَارًا بِيَدٍ وَلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْإِثْمِ وَأَدَّى وَظِيفَتَهُ وَمَنْ أَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهِ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ رَضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ فَهُوَ الْعَاصِيْ.)) [1]

''جس نے دل سے برا سمجھا اور اس کے پاس ہاتھ یا زبان سے انکار کی طاقت نہیں تھی، پس وہ گناہ سے بری ہو گیا اور اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے اپنی طاقت کے مطابق بھی انکار کیا، وہ اس معصیت سے بچ گیا اور جو ان کے فعل پر راضی ہوا اور ان کی متابعت کی پس وہ گنہگار ہے۔''

معاشرہ میں بعض اوقات خاموش مخالفت کی جاتی ہے۔ جس سے وہاں پر موجود لوگوں کے لیے ایک جھٹکا ثابت ہوتا ہے۔ جس کے اندر ایمانی روح موجود ہوتی ہے وہ آپ کی عزیمت سے متاثر ہو کر آپ کی ہمنوائی اور حمایت کرے گا اور جو گمراہی کا دلدادہ ہے وہ آپ کو بد اخلاق اور بد ذوق سمجھے گا۔ جیسے تصویر سازی کی مجلس، فلم بینی کا ماحول، بے پردہ اور غیر محرموں سے اختلاط وغیرہ۔ اسی لیے حدیث میں ہے:

((أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ.)) [2]

---

[1] ریاض الصالحین، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، زیر حدیث: ۱۸۸.

[2] سنن ترمذی، ابواب الفتن باب ما جاء فی افضل الجهاد، رقم: ۲۱۷۴، سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم باب الامر والنهی، رقم: ۴۳۴۴.

Marfat.com

''کسی جابر حکمراں کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔''

فتنوں کا سد باب، اعلیٰ خدمت دین ہے:

دعوت دین کے راستہ میں بہت کچھ پریشانیاں، پیچیدہ مسائل، سماجی رکاوٹیں اور خوف و دہشت سد راہ ہوتی ہیں مگر باوجود اس کے کمربستہ ہونا ہی پڑتا ہے اور اگر یہ جھجک اور خوف پیغمبر بھی محسوس کرے اور انہیں بھی نہ بخشا جائے، دعوتِ دین کے لیے پوری طاقت و سرفروشی کا عطیہ انہیں نچھاور کرنا ہی پڑے تو ہم جیسے ہما شما کی خیریت ہی کہاں ہے؟!

اور یہ نمونہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت و حیات میں روشن نظر آتا ہے کہ جب رب تعالیٰ نے سرکش فرعون کی سرکوبی کے لیے انہیں آمادہ و روانہ کیا (۲۰:۴۲) تو انہوں نے کہا:

﴿قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿٤٦﴾﴾ (طہ: ٤٥تا٤٦)

''دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے، جواب ملا کہ تم مطلقاً خوف نہ کرو میں اب تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا۔''

داعی کو اپنے ماحول و معاشرہ سے بے زار ہوکر ہتھیار نہیں ڈالنا چاہیے! بلکہ جس جگہ معصیت الٰہی کا کھلے بندوں ارتکاب ہو رہا ہو اور عذاب الٰہی بھی مقدر ہو چکا ہو، ایسے ماحول میں جماعت صالحین کا فرض ہے کہ حجت الٰہی کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دے تاکہ آپ خود اللہ کے سامنے (اپنا) عذر پیش کرسکیں۔ ارشاد ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ن اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۝﴾

(الاعراف: ١٦٤)

''اور جب ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ بالکل ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو سخت سزا دینے

Marfat.com

والا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کے لیے
اور اس لیے کہ شاید یہ ڈر جائیں۔''

ایک مخلص اور منہجی داعی حالات کی ستم ظریفی کا رونا نہیں روتا! بلکہ ان کا عزم یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے ہماری تخلیق جب ان حالات اور پرفتن دور میں کی ہے تو اسلام اور شریعت کا نفاذ بھی ہمیں انہی حالات میں کرنا ہے اسی طرح ملت اسلامیہ کو جب ہماری صحت و جوانی کی آج ضرورت ہے تو کل کے لیے سازگار حالات کے انتظار میں ہم بوڑھے کیوں ہوں؟

منکر پر نکیر کرنے کا داعی جب عادی ہو جاتا ہے اور ہر مرحلہ عبور کر کے اپنے اندر داعیہ پیدا کر لیتا ہے تو وہ بتدریج اس عمل کے لیے مکمل تیار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ آئندہ انتہائی ناگزیر حالات کی ضرورت کے لیے اور فتنہ کی مکمل سرکوبی کے واسطے مومن اپنے آپ کو مسلح اور تیار پاتا ہے۔

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾

(الانفال: ۳۹)

''اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔''

داعی کا کام فتنہ کو بڑھانا نہیں بلکہ اس کی سرکوبی ہے۔ بڑے فتنوں کا سد باب ایک اعلیٰ خدمت دین ہے۔ اس دعوتی و تحریکی زندگی میں مسلسل فتنوں سے سامنا ہوتا ہے جہاں کبھی خاموش رہنا اور ہتھیار ڈالنا بھی فتنوں سے بچنے کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی پر حد قائم نہیں کی کہ اس سے قبائلی عصبیت بھڑکنے کا خدشہ تھا۔ اس کے علاوہ بہت سارے منافقین کو ان کی منافقت کے علی الرغم اس وجہ سے ان کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا کہ کہیں بیرونی لوگ یہ باور نہ کریں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔

اسی طرح بناء کعبہ کو مشرکین کے طرز ہی پر رہنے دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی بنیادی تعمیر میں

Marfat.com

اصلاح کو نظر انداز کر دیا کہ اس سے باشندگان عرب کا شدید ردّ عمل ہو سکتا تھا۔ فتنوں کا انسداد نرم اور گرم دونوں پہلو سے ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کی زندگی میں دونوں نمونے ملتے ہیں۔

اس لیے دعوت وعزیمت کے میدان میں فتنوں کی سرکوبی اور سد باب بہت ضروری ہے، کیونکہ بسا اوقات اس کی شر انگیزی قتل سے زیادہ کٹھور اور کانٹوں سے زیادہ رنجور ہوتی ہے۔

﴿الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾

''اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔''

اور اس روئے زمین پر شرک سب سے بڑا فتنہ ہے، جسے ظلم عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾

لہٰذا مصلحت میں کسی شرک اور مشرک کی حمایت کرنا ایک مومن کے مقابلہ میں بڑے فتنہ کو ہوا دینا ہے۔

داعی کی ذمہ داری یہ ہے کہ ایسے فتنوں کی سرکوبی کے لیے تنہا کھڑا ہو جائے اور اس راہ کے کانٹوں اور رکاوٹوں کو دور کرنے میں پوری طاقت لگا دے۔ مال کی طرح اقتدار کی ہوس میں بھی آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور ہر طرح کی بے شرمی اور نا انصافی پر اتر آتا ہے۔ اس لیے ایسے ظالموں سے حصول دنیا وسلطنت کی خاطر پنجہ آزمائی نہیں ہونا چاہیے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّـهُ قِيْلَ لَهُ كَيْفَ تَرَى فِي قِتَالِ الْفِتْنَةِ فَقَالَ وَهَلْ تَدْرِيْ مَا الْفِتْنَةُ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِيْنَ وَكَانَ الدُّخُوْلُ عَلَيْهِمْ فِتْنَةً وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ .)) [1]

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان سے پوچھا گیا کہ قتال فتنہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: تو جانتا ہے کہ فتنہ سے کیا مراد ہے؟ محمد ﷺ مشرکین سے لڑتے تھے ایسے حالات میں مشرکین کے پاس کوئی مسلمان جاتا تو فتنہ میں پڑ جاتا لہٰذا ان کی لڑائی تمہاری طرح حصول دنیا و

[1] صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب قول النبي: الفتنة من قبل المشرق، رقم: ٧٠٩٥.

Marfat.com

سلطنت کے لیے قطعاً نہیں تھی۔"

یعنی شرک کی بیخ کنی کے لیے جب ایک داعی کھڑا ہوتا ہے، مشرک و منافق سے ہر محاذ پر پنجہ آزمائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ اور ردّ عمل یہ ہوتا ہے کہ داعی اور ان کے لواحقین و متبعین سب کے سب اس بڑی آزمائش کا شکار ہو جاتے ہیں جو انبیاء و صلحاء امت کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ سماج کا ہر فرد اس کا دشمن بن جاتا ہے، اس پر افترا پردازی کی جاتی ہے، مذاق اڑایا جاتا ہے، اور اسے عاجز اور بے بس کیا جاتا ہے۔ اقتدار کا لالچ اور مال کا جھانسہ دیا جاتا ہے۔ وہ غصہ اور دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔ بسا اوقات اتنا تنگ اور عاجز کیا جاتا ہے کہ وہ غصہ سے تلملانے اور پیچ و تاب کھانے لگتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دشمن دین سے ٹکرا جائے گا، شرپسندوں کا تکہ بوٹی کر دے گا! مگر جو داعی ہوش کے ناخن لے کر جوش کو قابو میں کرتا ہے، کیونکہ حقیقی داعی کی زندگی کا مقصد اور اس کا ہر انداز دین کی برتری اور دعوت کا اتمام ہوتا ہے۔ محض حصول دنیا و حکومت ہرگز نہیں! اور جب سب آزمائشوں میں داعی کھڑا ہو جائے تو یہ بشارت اس کے حصہ میں آتی ہے۔

﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ﴾ (البقرہ: ١٢٤)

"جب ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا۔"

Marfat.com

استحصالی سوچ کھلی معصیت ہے

ناکام کوششیں:

کسی بھی معاشرہ، ملک وقوم پر ناجائز قبضہ اور تصرف کرنا استحصالی قوت کے ذریعہ ہی ہوتا ہے، ان کے پاس کسی طرح کا مذہب ومسلک اصول وضابطہ اور اخلاق وآداب نہیں ہوتے۔ ان کا بس یہی اصول ومذہب ہوتا ہے کہ لوگوں پر جبری واستبدادی قوت کے ذریعہ حکمرانی قائم رکھی جائے۔ اپنے نفس کی تسکین اور مفاد کی برآوری میں جدوجہد کرے، اس کے لیے چاہے مذہب کا لبادہ اوڑھنا پڑے یا سیاست کا ڈھونگ رچانا پڑے۔

ایک دینی رہنما اور مدبر داعی کا فریضہ ہے کہ قوم وملت کو فکری انحطاط سے نکال کر شعوری ومنہجی راستے پر لگائے۔ اسلام کا یہ تصور وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ وَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ کے مطالبے وتقاضے کو لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں اُتارے۔ جو کام کرے اس میں خوف وتردد نہ کرے اور جس ساتھی سے کرائے اس پر شک وسرزنش نہ کرے، مشورہ والے کام سے ملت کی تعمیر ہوگی اگر اس میں کچھ کجی اور انتشار معلوم ہوتو پھر بھی ایسی اجتماعی سوچ سے انحراف نہ کرے۔ داعی کی مخلصانہ کوشش اور انقلابی جدوجہد کا یہ نچوڑ ہے۔

مگر ستم یہ ہے کہ آج ایسی فکر وتدبر سے معاشرہ خالی ہوگیا، اور نااہلوں کا ایک ٹولہ امارت واقتدار پر ناجائز قبضہ وتصرف رکھتا ہے۔ استحصالی واستبدادی قوت سے امن پسند وتقویٰ شعار لوگوں کو پیچھے دھکیل دیتا ہے اور عوام سے نیکی بھلائی کے نام پر مال اینٹھتا اور

Marfat.com

اپنی نفسانی سرور کے لیے اس کا بے جا استعمال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو چیز فطرت اور بنیاد سے متصادم ہوتی ہے وہ بہت مہلک اور بے نتیجہ ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی آدمی مسجد کی تعمیر چوری کے مال سے کرے اور اس سے ثواب کی امید بھی رکھے، یا جیسے سود کے مال سے حج کرنے والے شخص کی امید موہوم، داڑھی رکھ کر شراب پینے والا یا داڑھی اتار کر مدرسہ چلانے والے آدمی کی غیر فطری و غیر اخلاقی جسارت و عمل! اسی طرح شرک کرنے اور چوری کرنے والوں کے حق میں اجتماعی دعا کرنے والوں کی بے ہنگم کوششیں!

جس چیز کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور منکر پر نکیر کرنے والے مفقود ہوتے ہیں تو اس سے بھلائی کے پردے میں برائی کرنے والوں کی تعداد تو بڑھتی ہی ہے بلکہ اس سے بھی مہلک یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ پہلے سے شتر بے مہار ہوتے ہیں ان کا حوصلہ مزید بلند ہو جاتا ہے اور برائیاں روز افزوں بڑھتی ہی جاتی ہیں اور یہ بھلا آدمی اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے ایسی برائیوں کو گوارا کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور اس کی کھلی برائی کو بھی سماج میں مقام ملتا رہتا ہے۔

شرما کے یوں نہ دیکھ ادا کے مقام سے
اب بات بڑھ چکی ہے حیا کے مقام سے

ایسے ہی شتر بے مہار کے لیے حدیث میں ہے:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ .))[1]

''میری امت کے تمام لوگوں کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے سوائے اعلانیہ اور کھلی معصیت کرنے والوں کے۔''

اگر آپ اپنی نفسانی لذت و سرور یا ذاتی مفاد کے لیے کوئی غلط کام یا غیر اسلامی طرز فکر سے کسی طرح کا عارضی نفع حاصل کرنا چاہیں گے تو گمراہ لوگوں کے لیے ہزار لذت و سرور کی راہیں کھلی چھوڑ دیں گے اس لیے کہ نفس کی غلامی اکثر لوگوں کو مطلوب ہوتی ہے۔

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الادب، باب ستر المؤمن على نفسه، رقم: ٦٠٦٩.

Marfat.com

حق سے اغماض کا ایک انداز:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ ﴾

(البقرہ: ١٧٠)

''اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی فرماں برداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گو ان کے باپ دادا بے عقل اور گم کردہ راہ ہوں۔''

ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں ابوجہل اور عبداللہ ابن امیہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ دیجیے، تا کہ اس ایک کلمہ کے ذریعے اللہ کے پاس حجت پیش کرسکوں۔ مگر اس نے ابوجہل اور ابن امیہ کے عار دلانے پر اپنے باپ عبدالمطلب کے دین پر ہی رہنے کو ترجیح دی۔ (صحیح بخاری)

آج دنیائے اسلام کے مختلف جہات اور خطوں میں اسی سوچ کے لوگ وافر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جو اپنے باپ دادوں کی رسم و رواج سے انچ بھر پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ چاہے اس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہو بلکہ منافقوں کی طرح اس سے اغماض ہی کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کے دور میں بھی ایسے لوگ موجود تھے۔

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ ﴾ (النساء: ٦١)

''ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ کے نازل کردہ کلام اور رسول کی طرف آؤ تو تو دیکھو گے کہ یہ منافق تجھ سے منہ پھیر کر اٹک جاتے ہیں۔''

بغیر دلیل کے عوام کی ہاں میں ہاں ملانا!

داعی کا تصادم اگر کسی ایسے خود ساختہ نظام اور سماجی رکھ رکھاؤ یا نام نہاد مصلحت کوشی سے ہو جائے تو اس مقام پر دوسرے داعی کا کردار کیا ہونا چاہیے؟ کیا وہ کج بحثی میں پڑ کر کبرو

Marfat.com

نخوت کرنے والوں کا ہاتھ مضبوط کرے یا صاحب عزیمت کے تعاون پر کمر بستہ ہو جائے جیسا کہ قرآن نے ایمان چور اور اٹکل پچو میں یقین رکھنے والوں کا نقشہ کھینچا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ﴾ (مومن: ٥٦)

''جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں وہ اس تک پہنچنے والے ہی نہیں۔''

مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''یعنی وہ لوگ جو بغیر آسمانی دلیل کے بحث وحجت کرتے ہیں، یہ محض تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تاہم اس سے جو اس کا مقصد ہے کہ حق کمزور اور باطل مضبوط ہو، وہ ان کو حاصل نہیں ہوگا۔''

ایسے نادان جاہلوں اور بے جا تکرار کرنے والے متکبروں کو جو حق کو مشتبہ اور تقلید آباء کو سہارا دیتے ہیں، ساتھ نہ دینا چاہیے بلکہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے تحت صاحب عزیمت داعی کا ساتھ دینا چاہیے اگرچہ عارضی خسران وخفت ہی کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

نام نہاد سرداری اور اس کا انجام:

آج کے دور میں مذہب کے نام پر کاروبار چلانے والے خدام دین وملت، عوام کا خوب استحصال کرتے ہیں اور یہ سادہ دل لوگ ان کی فرماں برداری اور فرسودہ طریقوں کی تائید وحمایت میں اندھی تقلید کے شکار ہوجاتے ہیں جب کہ قیامت والے دن یہ ان کی اطاعت کا جوا پھینک دیں گے اور کف افسوس بایں الفاظ ملیں گے۔

﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ﴿٦٨﴾﴾

(الاحزاب: ٦٧ تا ٦٨)

Marfat.com

''اے ہمارے رب! ہم تو اپنے سرداروں اور بڑوں کے پیچھے لگے رہے، پس انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کیا، یا اللہ! ان کو دوگنا عذاب دے اور ان کو بڑی لعنت کر۔''

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مذکورہ کے بارے میں کہا تھا کہ اگر مجھے مسلمانوں کی پستی و زوال کے اسباب کو صرف ایک بات میں سمیٹنے کو کہا جائے تو میں اس آیت کو پیش کروں گا اور ایک ہی بات میں اس کا علاج بھی کوئی پوچھے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پیش کروں گا۔

((لَنْ یَّصْلُحَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ بِہٖ أَوَّلُھَا .))

''اس امت کی اصلاح صرف انہی چیزوں سے ہوسکتی ہے جن سے قرانِ اولیٰ کی ہوئی تھی۔''

ان سرداران غل وغش کا تذکرہ قرآن میں دوسرے مقام پر اس طرح ہے جس سے ان کے انجام اور حشر کا پتہ معلوم ہوتا ہے۔

﴿رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ﴾

(الاعراف: ۳۸)

''اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب دوگنا دے۔''

بلکہ دوزخ میں دونوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہوگی۔ (ابراہیم: ۲۱)

معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے ہی لوگ طاغوت ہیں جو اپنی جماعت کے پست ہمت اور کم گو لوگوں کا استحصال کرتے ہیں اور اس پر ناجائز تسلط و حکمرانی رکھتے ہیں۔ دنیا میں ہر قسم کے طاغوت کا یہی وتیرہ رہا ہے۔ طاغوت کی جامع تعریف امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں کی ہے۔

((اَلطَّاغُوْتُ کُلُّ تَجَاوَزَ بِہِ الْعَبْدُ حَدَّہٗ مِنْ مَعْبُوْدٍ أَوْ مَتْبُوْعٍ اَوْ

Marfat.com

مُطَاعٍ فَطَاغُوْتُ كُلِّ قَوْمٍ مَنْ يَتَحَاكَمُوْنَ إِلَيْهِ غَيْرَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ أَوْ يَعْبُدُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَوْ يَتَّبِعُوْنَهٗ عَلٰى غَيْرِ بَصِيْرَةٍ مِنَ اللّٰهِ أَوْ يُطِيْعُوْنَهٗ فِيْمَا لَا يَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ طَاعَةٌ لِلّٰهِ .))

''طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی حد سے تجاوز کر جائے خواہ عبادت میں یا اتباع میں یا اطاعت میں، ہر قوم کا طاغوت وہی ہے جس کی طرف وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بجائے فیصلہ کے لیے رجوع کرتے ہیں یا اللہ کے سوا اس کی پرستش کرتے ہیں یا بلا دلیل اس کی اتباع کرتے ہیں یا اس کی اطاعت بغیر اس علم کے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی اطاعت ہے۔''

اور جو کوئی ہر قسم کے طاغوت کی اطاعت و عبادت سے انکار کرتے ہیں، اس کے لیے اللہ کی طرف سے خوشخبری ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ أَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَأَنَابُوْٓا إِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ (الزمر: ١٧)

''اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے پرہیز کیا اور (ہمہ تن) اللہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ خوشخبری کے مستحق ہیں۔''

ہر ملک اور علاقہ میں چھوٹے، بڑے طاغوت پائے جاتے ہیں جو لوگوں کو جانوروں کے مثل ہانکتے اور طرح طرح کا استحصال کرتے ہیں اور اقتدار پر قابض رہنے کے لیے طرح طرح کے جرائم بھی کرتے ہیں۔ یہ بستی کے با اثر اور صاحب ثروت لوگ ہوتے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ أَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا﴾

(الانعام: ١٢٣)

''اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں فریب کریں۔''

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''یعنی جس طرح مکہ کے قریشی سردار مسلمانوں کے خلاف ظلم و ستم کر رہے ہیں اور دوسروں کی انگیخت پر مکر و فریب کر رہے ہیں تو یہ بات صرف مکہ کے سرداروں سے مختص نہیں بلکہ ہر بستی کے سرداروں کا یہی حال ہوتا ہے وہ حق کے راستہ میں روڑے اٹکاتے اور مکر و فریب کرتے ہی رہتے ہیں اور یہی لوگ اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مجرم ہوتے ہیں اور وہ یہ کام اس لیے کرتے ہیں کہ حق کی دعوت سے ان کی سرداری پر کاری ضرب لگتی ہے۔ جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ یہ تو صریح جادو ہے اور اس کا مقصد حکومت پر قبضہ کرنا ہے۔'' (تیسیر القرآن ج ۱ ص ٦٣٤)

اقتدار پر قابض لوگ بڑے سنگ دل ہوتے ہیں کہ ذرا بھی دائیں بائیں نہیں ہوتے ہیں کہ حاشا للہ کوئی مخلص داعی ہماری حدود (سرحد) میں داخل ہو کر لوگوں کی آنکھیں نہ کھول دے اور اختیارات میں دخیل ہو جائے۔ واضح رہے کہ (ایسی قسم میں) صاحب منصب و ڈکٹیٹر اگر عالم ہے تو خوشامدیوں کے نرغے و دائرے سے باہر نکل ہی نہیں پاتے ہیں اور اگر وہ ناخواندہ قسم سے ہے تو مسئلہ اور حالات مزید پیچیدہ ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کا بلیک میل ہونے لگتا ہے یا ان کو سستے داموں خرید لیا جاتا ہے اور پھر ان سے من پسند فتویٰ لے کر مسئلہ کی صورت ہی مسخ کر دی جاتی ہے۔ ایسے لوگ دوہرے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿ لِيَحْمِلُوٓا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ ﴾ (النحل: ٢٥)

''اس کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصے دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے۔''

عالمی تناظر میں اس واقعہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس دنیا پر ابلاغی جنگ کا خمار طاری ہے۔ صہیونی میڈیا سب پر حاوی ہے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے سانحہ کو وہ اپنے رنگ اور

Marfat.com

مفاد میں پیش کرتا ہے۔ فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ روزانہ ٹوٹتے ہیں مگر ان کے درد کی پوری آواز اور صحیح واقعہ کی خبر دنیا کو نہیں ملتی ہے۔ بڑے بڑے واقعات کو توڑ مروڑ کر اور اختصار سے پیش کیا جاتا ہے۔ یہی سلوک پوری دنیا کے مظلوم اور غریب کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ ہاں اپنی سیاسی روٹی سینکنے کے لیے اس دنیا کے امیر ترین اور ظالم ترین حکمراں ان کے رستے ہوئے زخم پر نمک پاشی کے لیے راحت کے (برائے نام) پیکج بھی پاس کر ہی لیتے ہیں۔ ٹھیک یہی سلوک سچے داعیوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ قوم کے امیر، سربرآوردہ اور خوشحال قسم کے لوگ اپنی سرداری پر آنچ نہ آنے دینے کے لیے داعی پر طرح طرح کی سختی اور پابندی لگا دیتے ہیں۔ اپنی مسجد میں ان کا وعظ نہ ہونے دیں گے! عوام کو ان سے ملنے اور تعلق بڑھانے سے منع کریں گے! اس الزام کے ساتھ کہ ''یہ نئی بات اور سماجی رکھ رکھاؤ سے الگ فکر پیش کرتے ہیں۔''

تو ایسے بااثر اور خوشحال لوگوں کا جنونِ اقتدار اور سفلانہ حرکت گاؤں کی تباہی کا باعث ہو جاتی ہے۔

﴿ وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾ ﴾ (الاسراء: ١٦)

''اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے عیش پرستوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ بدکاریاں کرنے لگتے ہیں پھر اس بستی پر عذاب کی بات صادق آ جاتی ہے تو ہم اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں۔''

داعی اس بات سے ملول نہ ہو کہ ملک کے سربرآوردہ لوگ ان کی دعوت پر کان نہیں دھرتے ہیں، اس لیے انبیاء پر بھی ایمان لانے والے پست اور کمزور لوگ ہی ہوتے تھے (۲۶:۱۱۱) باحیثیت لوگ تو اکڑ جاتے تھے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ ﴾ (سبا: ٣٤)

Marfat.com

''اور ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔''

اقتدار کا نشہ اور کرسی کی ہوس ایک ایسی بلا ہے کہ آدمی ہزار ٹھوکریں کھانے اور بے شمار ذلتیں جھیلنے کے باوجود بھی اس کی بصیرت کی آنکھیں نہیں کھلتی ہیں، کیونکہ وہ کبر و غرور اور انانیت کا شکار ہو کر حق ٹھکراتا اور داعی کو نااہل سمجھتا رہتا ہے۔

((اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ .)) ❶

''کبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔''

قرآن مجید کا یہ عام خطاب ایسے ظالم وخودسر پر خوب منطبق ہوتا ہے۔ ملاحظہ کریں۔

﴿ اَوَ لَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ ﴾ (التوبہ: ١٢٦)

''اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی نہ توبہ کرتے اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔''

﴿قَالُوْا رَبَّنَآ مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾ (ص: ٦١)

''اے ہمارے رب! جو ہمارے لیے اس عذاب کا سبب بنا ہے، تو جہنم میں اس کا عذاب دوگنا کردے۔''

صاحب عزیمت پر الزامات کی بوچھاڑ!

یہ لوگ عوام کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے عجیب عجیب حیلے اور اقتدار کو طول دینے کے واسطے (صاحب عزیمت کا) غلط تعارف پیش کرتے ہیں: ''اڑے یہ کیا بات کریں گے'' یہ مغرور لوگ ہیں، ان کے ساتھ مار دھاڑ کی نوبت آئی ہوئی ہے۔ فلاں ادارہ سے اختلاف ہوگیا ہے! یہ بڑے فسادی ہیں' ان کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے! ان سے ملاقات وسلام بھی

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانه، رقم: ٩١.

Marfat.com

نہ کیا جائے! یہ دیوانہ ہے! سماجی اقدار کی پرواہ اور لحاظ نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ۔

ٹھیک اسی طرح بارہویں صدی ہجری کے عظیم رہنما اور داعی امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وتحریک کی راہوں میں رکاوٹیں پیش آئیں اور آپ کی شخصیت پر الزامات لگتے رہے۔ جس کا تذکرہ ایک مؤرخ کے نوک قلم سے اس طرح ہوتا ہے:

> ''اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی دعوت کو قبولیت بخشی اور ہر طرف دعوت کا چرچا ہونے لگا تو حاسدین ومخالفین کی ایک بہت بڑی جماعت نمودار ہوئی جس نے آپ سے عداوت ظاہر کی اور آپ کے حق پر نہ ہونے کا الزام لگایا، کبھی آپ کو خارجی بتایا اور کبھی فقہائے امت کے اجماع کا مخالف گردانا اور اس طرح کے بے شمار اتہامات تھوپ کر عوام کو آپ سے متنفر اور بدظن کرنے کی کوشش کی۔'' ❶

> ''مختلف حکومتوں اور جماعتوں نے شیخ کی دعوت کی برائی اور بدنامی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج سے کچھ دنوں پہلے تک ''وہابیت'' نے ایک ''ہوّے'' کی شکل اختیار کر لی تھی، پھر ہندوستان میں حضرت سیّد احمد شہید بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی تحریک تجدید وامامت کو ''وہابیت'' کا نام دے کر اسے اسلام سے الگ ایک خارجی قسم کے مذہب کی حیثیت دے دی گئی۔'' ❷

یاد رہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مسلمانوں کے اندر قبروں اور قبوں کی پرستش عام ہوگئی تھی، علماء وامراء مصلحت زمانی کے تحت کھل کر اس کی مخالفت نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنی امامت واقتدار کا نشہ اور موجود فتنوں کا خدشہ ان کی پاؤں میں زنجیر ڈال دیتا تھا اور جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کھل کر مخالفت کی تو ایسے لوگ تو آپ کے مخالف ہوئے ہی، ساتھ ہی

---

❶ امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی: ۳۲.

❷ محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح: ۸۳۔

Marfat.com

وہ لوگ بھی آپ سے ناراض ہوگئے جو خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے اور اس ساکن سطح آب پر ایسی تموج و تبدیلی کے قطعاً روادار نہ تھے۔

دنیا میں جب بھی اور جہاں بھی ایسی سچی دعوت و تحریک شروع ہوئی! اپنے پرائے سب اس کی مخالفت میں کمربستہ ملتے ہیں اور جب یہ تحریک برگ و بار لاتی ہے تو اس کی خوشبو وضو فشانی تاریک دنیا کے گوشہ گوشہ کو صدیوں تک کے لیے جگمگا دیتی ہے۔ جس کی زندہ مثال شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت و تحریک ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے الزامات لگتے رہے اور اللہ کے کلام قرآن کی آیتوں کو بھی کفار مکہ نے جھٹلایا۔

﴿وَقَالُوا يَآأَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ﴾

(الحجر: ۷)

''ان کفار نے کہا کہ اے وہ شخص جس، پر قرآن نازل ہوا تو یقیناً پاگل ہے۔''

﴿وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿۳۲﴾﴾ (المطففین: ۳۲)

''اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ (بے راہ) ہیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سرداران فرعون نے تو فسادی ہونے کا الزام دیا۔

﴿أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ (الاعراف: ۱۲۷)

''کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں۔''

''کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں ملک بدر کردیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔'' (ابراہیم: ۱۳)

کرامات اولیاء کو گدلا کرنے کی ناکام سعی!

بسا اوقات داعی کے ساتھ ایسے سانحات رونما ہوتے ہیں کہ جن میں کرامات کی جھلک (یعنی اللہ کی غیبی تائید و نصرت) اور دشمن کو ذلیل و رسوا کرنے والے واقعات جنم لے لیتے ہیں، تو یہ بدباطن اور شرپسند عناصر کبیدہ خاطر و بددل ہوکر واقعے کا رخ موڑنے کے لیے

Marfat.com

صاحب عزیمت کو جادوگر اور کذاب تک کہہ دیتے ہیں کہ یہ المیہ دنیا کے ہر ادوار نے دیکھا بھالا ہے۔

﴿قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢﴾﴾ (یونس: ۲)

''کافروں نے کہا کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔''

﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٥٢﴾﴾ (الذاریات: ۵۲)

''اسی طرح ان سے پہلی قوموں کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہی کہا کہ یہ جادوگر یا مجنون ہے۔''

کافروں نے صریح معجزہ کو بھی جھٹلایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام! اللہ کے حکم سے اندھا کو بینا، مردہ کو زندہ اور کوڑھی کو تندرست کر دیتے تھے، مگر کافروں نے اسے بھی صریح جادو کہا۔ (المائدہ: ۱۱۰)

(ایسا اس لیے کہ حق مان لینے کی صورت میں ان کی چودھراہٹ ختم ہوتی تھی) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے اپنے پیغمبر ہونے اور معجزہ کو واضح کیا تو اس نے اس حق اور آیات کو ٹھکرایا اور اسے جادو کا زور کہا۔

﴿وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾﴾ (طٰہٰ: ۵۶ تا ۵۷)

''ہم نے اسے اپنی سب نشانیاں دکھا دیں لیکن پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا۔ کہنے لگا ''اے موسیٰ! کیا تو اسی لیے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے باہر نکال دے۔''

حق کی اطاعت نہ کرنے والوں کے لیے اگر آسمان سے کاغذات پر لکھی ہوئی آیات الٰہی بھی نازل کر دی جائیں تو اسے کھلا جادو کہیں گے (الانعام: ۷) اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ آسمان میں سے شگاف کر کے اس میں دروازہ بھی کھول دے اور لوگ اس پر چڑھنا بھی

Marfat.com

شروع کر دیں اس کے باوجود بھی وہ ایمان لانے والے نہ ہوں گے بلکہ اس کو بھی کھلا ہوا جادو ہی کہیں گے۔ (الحجر:۱۴،۱۵)

تو بھائیو! جو لوگ کتاب و سنت کا علم نہیں رکھتے ہیں اور ان کا ایمان بھی راسخ نہیں ہے۔ (چاہے وہ نام نہاد مسلمان ہی ہوں) حق پرستوں کو جھٹلانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ضرور تراشتے اور انہیں جھٹلانے کا سامان کرتے ہی رہتے ہیں۔

اصحاب الاخدود کے واقعہ میں تو یہ بات خوب واضح ہے کہ جب راہب کے شاگرد (لڑکا) نے اللہ کے حکم اور نام سے راستہ میں لوگوں کے لیے پڑی رکاوٹ کو ایک پتھر سے دور کر دیا تو استاد بھی خائف ہوگئے کہ دیکھو! اب تمہارے لیے آزمائشی دور کا آغاز ہوگیا ہے اور تم فضل و کمال کو پہنچ گئے ہو، دیکھو! حکومت کے سامنے میرا نام نہ لینا۔ موجود استحصالی حکومت نے حق کو دبانے کے لیے اس لڑکے کو ہلاک کرنے کی پوری کوششیں کیں اور جب اس (لڑکے) کی تدبیر سے اس کی ہلاکت ہوگئی تو اکثر لوگ ایمان والے بن گئے۔ جس سے بادشاہ مزید پریشان ہوا اور غضب ناک ہوکر جملہ ایمان لانے والوں کو آگ کی خندق میں جھونک دیا (پھر اللہ کا غصہ ان پر ایسے نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہی آگ ان ظالموں پر بھی مسلط ہوگی جو مومنوں کو زندہ جلا رہے تھے۔) [1]

معلوم ہوا حق کا ساتھ دینا چاہیے، چاہے ایمان والوں کو حوالۂ آتش کر دیا جائے یا پس دیوار زنداں ہونا پڑے، کیونکہ اللہ کے ان ولیوں کے ایسے واقعات، مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور رشد و ہدایت کے لیے مینار تعمیر کرتے ہیں۔ جب ایک ا[illegible]لی اپنی حرکات شنیعہ سے ایک انچ سمجھوتہ نہیں کرتا ہے تو جنت الفردوس کا مسافر اس پانی کے بلبلے سے خائف کیوں ہو؟

جلا وطنی کا سامنا!

اولوالعزم داعی جب (کسی معاشرہ میں) تمسک بالکتاب والسنۃ پر استقامت دکھاتا ہے اور سماجی خدوخال کو نبوی منہج پر ڈھالنے کا تہیہ کر لیتا ہے تو "اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا" قسم کے لوگ

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب قصة أصحاب الاخدود والساحر والراهب والغلام، رقم: ۳۰۰۵

Marfat.com

ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ ”یہ کیا انقلاب لائیں گے! اور اس نے خواہ مخواہ کیوں ہماری بستیوں کو ہلانا شروع کر دیا ہے! بلکہ لوگو! مناسب یہ ہے کہ اس آدمی کو ہی بستی سے بھگا دو! ورنہ یہ ہمارے قدیم رواج، آپسی اتحاد اور شیر وشکر زندگی کو تہہ و بالا کر دے گا! اور بات یہ بھی ہے کہ خود بڑے پاکباز بنتے پھرتے ہیں!!

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی اپنی برائی پر پردہ ڈالنے کے لیے نبی ﷺ اور اہل ایمان کو حق کی پاداش میں ایسے ہی ہجرت پر مجبور کر دیا۔

﴿وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٨٢﴾﴾ (الاعراف : ٨٢)

”آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔“

ایسا ہی رؤسائے مکہ نے دارالندوہ میں مشاورت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراج، قید اور قتل کرنے کا پروگرام بنایا تھا جس کا ذکر قرآن میں بہترین اسلوب میں موجود ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے تھا

داعی کو زک پہنچانے اور ذہنی تناؤ کے نرغہ میں لانے کی استحصالی کوششیں اس لیے شدید تر ہوتی ہیں کہ وہ ہر معاملہ میں توحید کے غلبہ کا خواہاں اور اس کا علمبردار ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جس معاشرہ میں توحید غالب آئے گی اور کتاب وسنت کا نفاذ شعوری وفکری حیثیت سے پروان چڑھنا شروع ہوگا تو ان ظالموں کا سورج اسی دن غروب ہو جائے گا۔ اسی لیے کم ظرف وکم کوش قسم کے لوگ اور بظاہر اسلام کا نام لینے والے! توحید کے ایسے استعمال اور نفاذ پر گھبراتے ہیں۔ اسی لیے کافروں سے لڑنے کی ایک وجہ جواز یہ بھی ہے۔ (وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ۔ ۹:۱۳)

Marfat.com

﴿ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ﴾

(الحج : ٤٠)

"یہ وہ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔"

حسن البنا شہید کا قول:

"میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تمہاری دعوت سے ابھی اکثر لوگ بے خبر ہیں، جب یہ دعوت اور اس کے اغراض و مقاصد ان پر کھلیں گے تو وہ تمہارے درپے آزار ہوں گے۔ وہ تم سے شدید عداوت پر اتر آئیں گے۔ اس وقت تمہارا بڑی تکلیفوں سے سامنا ہوگا۔ طرح طرح کی رکاوٹیں تمہارے راستے میں حائل ہوں گی۔ اس وقت تم صحیح معنوں میں دعوت کے علمبرداروں کی صف میں شمار ہوگے۔ عوام کی حقیقت اسلام سے جہالت تمہارے راستے کا روڑا بنے گی۔ درباری علماء و مشائخ تمہارے اسلام پر انگلی اٹھائیں گے اور تمہارے جہاد پر نکیر کریں گے۔ زعماء اور ارباب جاہ و اقتدار تم سے جلیں گے۔ تمام حکومتیں بلا استثناء تمہارا "سدباب" کریں گی، تمہاری سرگرمیوں پر پابندی عائد کریں گی اور لٹیرے ہر حربے سے تمہاری مخالفت کریں گے۔" (تحریک اسلامی: ۲۲)

عشق کا دعویٰ زبانی کر کے میں تھا مطمئن　　درس عبرت دے گیا جل جل کے پروانہ مجھے

مناہج انبیاء میں ہر مکر و دجل کا توڑ موجود ہے!

صالحین کو جھٹلانے اور بھگانے والے سانحات تحریکی زندگی میں انبیاء و رسل، سلف امۃ اور ائمہ و مشائخ سبھی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور اسی مقام پر پہنچ کر دعوتیں زیادہ نکھرتی اور واضح ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن مجید میں بایں الفاظ حوصلہ بڑھانے والا ہے۔

﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ ﴾ (طٰہٰ : ١١٢)

Marfat.com

''جو کوئی ایمان لا کر نیک کام کرے گا وہ کسی طرح کے ظلم اور نقصان سے نہ ڈرے گا۔''

ظالم و شاطر لوگ اپنی دانست میں داعی کو ذلیل و ہراساں کرنے کی کوششیں کرتے ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ ان حرکتوں سے داعی اپنی ذلت محسوس کرے گا، اور دل برداشتہ ہو کر مشن سے پھر جائے گا۔ قرآن نے ایک عورت کے مکر کا پردہ اس طرح فاش کیا یعنی عزیز مصر کی زوجہ زلیخا نے اپنے مکر و فریب میں ناکامی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی دانست میں اس طرح ذلیل کرنا چاہا۔

﴿وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾﴾

(یوسف: ۳۲)

''اور جو کچھ میں اس سے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بے شک یہ بہت ہی بے عزت ہو گا۔''

مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے حوالہ زنداں ہونے کو ترجیح دے کر ذرہ برابر بھی خفت و سبکی کو محسوس نہ کیا۔

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ﴾

(یوسف: ۳۳)

''یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے۔''

لہٰذا وقت گزرنے کے ساتھ زلیخا کی سب استحصالی چالیں ناکام ہوئیں۔ اس لیے داعی قطعی غم نہ کرے اور مشرک و فاسق اور مرتدوں کے مکر و دجل سے ہمیشہ بے خوف رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾﴾

(النحل: ۱۲۷)

Marfat.com

''آپ ان کے بارے میں غم نہ کریں اور ان کے داؤ گھات سے تنگ دل نہ ہوں۔''

اسی لیے بری تدبیر والوں کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ﴾ (فاطر: ۴۳)

''دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بری تدبیروں کی وجہ سے اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے، سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں؟''

دنیا میں طاقت وسطوت کے زور پر کوئی قوم یا فرد کسی کو دبائے، اپنی ہٹ دھرمی اور شر کے نتیجہ میں کسی کو پست وذلیل کردے، مگر قیامت والے دن ان سب حرکتوں اور شرارتوں کا احتساب کیا جائے گا۔

((لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَىٰ أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّىٰ يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ.)) [1]

''قیامت کے دن تم سے حق داروں کے حقوق دلائیں جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کو سینگوں والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا۔''

❀❀❀

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، رقم: ۲۵۸۲۔

Marfat.com

فکری مصالح

فکر کی تعمیر:

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾﴾ (الحج: ٤٦)

"کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان (واقعات) کو سن لیتے، بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ پہلے ذہنی وفکری تعمیر پر توجہ دیتے تھے اور زمینی تعمیر تو خود بخود اس کے نتیجہ میں ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ داعی پہلے ایمان اور توحید کو مضبوط و مستحکم کرے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ شرک کے تمام مظاہر سے اجتناب کیا جائے۔ گناہ سے توبہ کرنا بڑی نیکی ہے، پہلے گناہوں کے راستوں سے لوگوں کو روکا جائے۔ آدمی جب گناہ سے بچے گا تو نیکی خود بخود ہوتی جائے گی! اور یہ جو "ان الحسنات يذهبن السيئات" ہے!! تو یہ فکری طور پر اور عقیدہ کے استحکام کے بعد جب چھوٹا موٹا گناہ ہوگا تو روز مرہ کی نیکیاں اس کو نگلتی چلی جائیں گی۔ ارشاد ہے:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا

Marfat.com

تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ (النمل : ٤٦)

''(حضرت صالح علیہ السلام نے) کہا اے میری قوم کے لوگو! تم نیکی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں مچا رہے ہو؟ تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

زوجہ سے ملنا بھی صدقہ ہے، کیونکہ وہ دوسری جگہ منہ مارنے سے بچا ہے! اسے دوسرے اعلیٰ پیمانہ پر بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ دینی علوم کے حصول کے لیے طالب اگر مخلص اور علمی تڑپ رکھتے ہوں تو درخت کے سائے اور (صحن کے) گھر میں ہی زانوئے تلمذ طے کرلے گا۔ آپ عمارتوں پر عمارتیں تعمیر کرتے چلے جائیں افراد اگر فکری شعور سے خالی ہیں تو اونچی عمارتیں اور بالاخانے اپنی افادیت کھودیں گے۔

نئی دیوار بنانے کی ضرورت کیا ہے
پہلے گرتی ہوئی دیوار سنبھالے کوئی

اس سلسلہ میں سب سے اہم چیز مسجد کی تعمیر ہے، جس کی ضمانت یہ ہے کہ جنت میں اس کے لیے گھر بنا دیا جاتا ہے۔ ہوتا تو یہ کہ ہر طرح کا مال اور سب قسم کے لوگ اس میں شامل کیے جاتے! مگر ایسا نہیں ہے۔ اللہ نے اسے مشروط کردیا ہے ایسے لوگوں کے ساتھ جو ایمان باللہ، ایمان بالآخرۃ، اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ اور خشیت الٰہی سے معمور ہوں۔

﴿اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ (التوبہ : ١٨)

''اللہ کے مسجدوں کی رونق (آبادی) تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر، قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں نمازوں کے پابند ہوں زکوٰۃ دیتے ہوں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔''

اور اگر یہ چیزیں نہیں ہیں یا برائے نام ہیں! تو مسجد حرام کی مجاوری بھی ان لوگوں کے (ایمان کے) برابر نہیں ہوسکتی جو اللہ پر ایمان لایا اس کے مکمل تقاضوں کے ساتھ آخرت کا

Marfat.com

یقین کیا، اور دل و جان سے جہاد کو جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ﴾

(التوبہ: ۱۹)

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلا دینا اور مسجد حرام کی خدمت کر دینا اس کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ یہ اللہ کے نزدیک برابر کے نہیں۔''

دیکھا! قرآن اس سلسلہ میں کتنا محتاط ہے! جبکہ ہماری طرف لوگ زمین ابھی قبضہ میں بھی نہیں آئی ہوتی ہے اور کھیتیوں میں بیج بو دیتے ہیں! یاللعجب! اسے اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ نئی فصل آباد کرنے کے لیے کسان پہلے زمین کو تمام آلائشوں سے صاف کرتا ہے۔ بلکہ بعض فصل کے واسطے کھیت کے بیرونی ذرات اور اس میں اگنے والے تمام زائد پودوں کو نکال باہر کرتا ہے تب جا کر وہ زمین قابل کاشت ہوتی ہے اور صحت مند پودا جنم دیتی ہے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں! ہرگز نہیں ہوسکتا کہ زمین تیار بھی نہ ہو اور پودا لہلہائے اور کسان خوش ہو جائے!!

ظلمت کدۂ خاک پہ شاکر نہیں رہتا
ہر لحظہ ہے دانے کو جنوں نشوونما کا

نادان اور فکری شعور سے خالی لوگ جیسے تیسے زندگی گزارتے ہیں۔ ان کی زندگی کا نہ کوئی تعمیری مقصد ہوتا ہے اور نہ تہذیبی شعور و بسالت کی تڑپ ہوتی ہے۔ انسان تو سب ہیں، جو خطا و صواب سے معمور و متصف ہیں، مگر فرق ان میں نمایاں ہے۔ جس کے اندر خرابیاں کم اور خوبیاں زیادہ ہیں وہ صاحب تقویٰ اور دانشور ہیں جب کہ جن کے اندر خرابیاں زیادہ اور خوبیاں کم ہیں وہ بدکردار اور عاقبت نااندیش ہیں۔ جینے کو تو سب جیتے ہیں مگر جینے کا جو مزا راست روی اور شعور و آگہی میں ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔ جسے توحید و سنت کا ایک

Marfat.com

داعی اور خدمت خلق کا شائق ہی محسوس کر سکتا ہے۔

مصالح اور ترجیحات:

ضرورت ہے کہ پہلے ماحول کی تطہیر کی جائے۔ شرک کی بیخ کنی ہو، بدعتوں کو پنپنے سے روکا جائے، غلط رسم و رواج کے بت کو توڑ دیا جائے، اسلامی معاشرہ سے سودی لین دین کا خاتمہ کر دیا جائے، مغربی تہذیب اور جمہوری نظام کو ننگا کیا جائے کہ یہ نظریہ مسلمان کے گھر اور بچوں میں سرایت کیا ہوا ہے اور ایک سرد انقلاب جس کی اسلامی معاشرہ کو ہر شعبہ میں ضرورت ہے برپا کر دیا جائے۔ اس کی قیادت وہ اہل علم ونظر کریں جو ہر سرد وگرم کا احساس و ادراک رکھتے ہوں۔ جس میں تمام ترجیحات اسلامی مفادات کو حاصل ہوں اور چونکہ دنیا کے مفسدات سے کچھ نہ کچھ چھینٹا کھانا ہی پڑتا ہے۔ اسی لیے سلفی علماء نے بھی غیر اسلامی پارلیمانی قانون ساز مجالس کی رکنیت اور حصول مناصب کی تولیت سے قطعی انکار نہیں کیا ہے۔ فقہ کا ایک بنیادی اصول ہے۔

((دَرْءُ الْمَفَاسِدِ يُقَدَّمُ عَلَى جَلْبِ الْمَصَالِحِ .))

''مصالح کے حصول کے مقابلے میں مفاسد سے بچنا اور ان کو ٹالنا زیادہ ضروری ہے۔''

ہیرا اگر کیچڑ میں گرا ہوا ہو تو کیچڑ سے نفرت کرنا اور اس سے دور رہنا ہیرا کی زبردست افادیت سے محروم ہونا ہے۔ دینی مصالح کی اہمیت اور ترجیح اس حدیث سے خوب واضح ہوتی ہے جس میں دینی مصالح کے واسطے کفارۂ قسم کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ اچھائی کے مقابلہ میں زیادہ اچھائی کا بول بالا ہو۔

((عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ سَمُرَةَ وَاِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِيْنٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ .))[1]

[1] صحيح البخاری، كتاب الاحكام، باب سال الامارة و كل اليها، رقم: ۷۱۴۷.

Marfat.com

''عبد الرحمن ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبد الرحمن ابن سمرہ اور جب تو کسی بات پر قسم اٹھالے، پھر تو کسی اور میں اس سے زیادہ بہتری دیکھے تو وہ کام اختیار کر جس میں بہتری ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے۔''

حالت سفر میں روزہ رکھنا اگرچہ جائز ہے مگر اس کی رخصت سے فائدہ حاصل کرنا زیادہ ثواب اور مصلحت کا تقاضا ہے۔ حدیث میں ہے:

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اَكْثَرُ نَاظِلًّا مَنْ يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهِ وَأَمَّا الَّذِيْنَ صَامُوْا فَلَمْ يَعْمَلُوْا شَيْئًا وَاَمَّا الَّذِيْنَ اَفْطَرُوْا فَبَعَثُوْا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوْا وَعَالَجُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ.)) [1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہم ایک مرتبہ نبی ﷺ کے ہمراہ تھے تو ہم لوگوں میں سے سب سے زیادہ سایہ میں وہی شخص تھا جس نے اپنی چادر سے سایہ کرلیا تھا، اس دن روزہ داروں نے تو کچھ کام نہ کیا مگر جن لوگوں نے روزہ نہ رکھا تھا، انہوں نے اونٹوں کو اٹھایا، کام کاج کیا اور فریضۂ خدمت انجام دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا آج روزہ نہ رکھنے والے ثواب لے گئے۔''

قلب سلیم کی ضرورت:

چاہتے سبھی ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم

جسم انسانی کا مرکز اس کا دل ہے۔ ذہنی افکار کو قلبی سکون سے غذا فراہم ہوتی ہے اور قلب اس وقت غذا تیار کرتا ہے جب وہ تمام مفاسد اور آلائش سے پاک ہو۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے دلوں کی صفائی اور اس کی اصلاح کو تمام چیزوں کی بنیاد قرار دیا ہے۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الخدمة فی الغزو، رقم: ۲۸۹۰.

Marfat.com

((أَلا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلا وَهِيَ الْقَلْبُ.)) ❶

''خبردار! جسم انسانی میں (گوشت کا) ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح رہا تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہوا تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے اور وہ ہے (انسان کا) دل۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

''(لیکن فائدہ والا وہی ہوگا) جو اللہ تعالیٰ کے پاس بے عیب دل لے کر جائے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا﴾ (الرعد: ١٧)

''اسی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اپنی وسعت کے مطابق نالے بہہ نکلے۔ پھر پانی کے ریلے نے اوپر چڑھے جھاگ کو اٹھالیا۔''

اب اس مرحلہ کو عبور کرلینے کے بعد کہ زمین بھی پاکیزہ اور ستھری ہو اور اس میں بویا جانے والا بیج بھی صحت مند اور پختہ تر ہوں تو یقیناً آدمی فصل ایمان کے ثمر کی مٹھاس کو حاصل کرسکے گا تاکہ اس حلاوت کو پالینے کے بعد وہ ہر قسم کی مار پیٹ اور ذلت و رسوائی کو بھی کفر پر ترجیح دینے والا بنے۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه، رقم: ٥٢.

Marfat.com

الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ .))[1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان کی مٹھاس اس کو نصیب ہوگی جس میں تین باتیں ہوں گی ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اس کو سب سے زیادہ ہو، دوسری یہ کہ صرف اللہ ہی کے لیے کسی سے دوستی رکھے تیسری یہ کہ دوبارہ کافر بننا اسے ایسا ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا ناگوار ہوتا ہے۔''

یہ سوچ اور فکر جب راسخ ہوتی ہے تو اس کا ایمان مکمل اور توحید کے تقاضوں کو پورا کرنے والا اور اولوالعزمی کا عادی بن جاتا ہے۔

((مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ .))

''جس شخص نے محبت اللہ کے لیے اور بغض اللہ کے لیے رکھا، دیا تو اللہ کے لیے دیا، اور دینے سے باز رہا تو اللہ کے لیے باز رہا، اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔''

بلکہ ایمان کی مضبوط ترین گانٹھ ہی یہ بن جائے کہ محبت بھی اللہ کے واسطے اور بغض بھی اسی کے لیے ہونا چاہیے۔

((أَوْثَقُ عُرَى الْإِيْمَانِ اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ .))

یہاں تک کہ اللہ اس کے دل کو اپنی یاد کا محور بنا دیتا ہے اور شیطانی وسوسوں اور مخمصوں کو زائل کر دیتا ہے۔

﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ﴾ (الحج : ٥٢)

''پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، رقم: ١٦.

Marfat.com

هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿٢٠١﴾ (الاعراف: ۲۰۱)

''یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

فکر و عمل کا فساد اور اس سے گریز:

انسان کے فکر و عمل کا فساد اس کے ایمان کی گرہوں کو کمزور کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ ہر سطحی عمل بلکہ شرک و کفر کی آمیزش والے افعال کو بھی اسلام و ایمان کا چربہ قرار دینے لگتا ہے، جس کی وجہ سے شیطان جو نظروں سے اوجھل ہے، اپنی ذریت سمیت صاحب تقویٰ پر بھی کمندیں ڈالنا شروع کر دیتا ہے، تا کہ وہ سست رو، فتنہ پرور، ریاء و نمود کا شکار ہو جائے۔ جیسا اس نے اپنی چال سے بابا آدم علیہ السلام کو شکار کر لیا تھا۔

﴿ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾ (الاعراف: ۲۷)

''اے ابن آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرا دیا۔ ایسی حالت میں ان کا لباس بھی اتروا دیا تا کہ وہ ان کو ان کی شرم گاہیں دکھائے، وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو، ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا دوست بنایا ہوا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

اس دنیا کی بدقسمتی اتنی ہی نہیں ہے کہ بعض لوگ اپنے خرابی عقیدہ و عمل کے باوجود اس قسم کی خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ صرف وہی راہ راست پر ہیں، اگرچہ وہ اپنا نام خوبصورت اور نسبت اعلیٰ رکھتے ہوں۔

﴿ فَرِیْقًا هَدٰى وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا

Marfat.com

الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٠﴾

(الاعراف : ٣٠)

''بعض لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا ہے اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔''

''فکر و خیال میں انتشار و اضمحلال اس مقام پر پیدا ہوتا ہے جب انسان مرنجاں مرنج طبیعت اور غیر جانبدار رویہ کا حامی و داعی بننا پسند کرتا ہے۔ موجودہ سیکولر سماج کے اندر عدل و انصاف کی پاسداری کرنے کی وہ اپنے اندر طاقت و وسعت نہیں رکھتے، اس وجہ سے وہ اکثر خاموش اور منافق صفت لوگوں کے اسیر ہوجاتے ہیں بلکہ اپنے اندر ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط کر لیتے ہیں۔''

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾﴾ (الانعام : ٨٢)

''جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے انہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔''

جس مسلم معاشرہ میں کلمہ گو مشرک اور فتنہ پرور منافقوں کا زور بڑھ جاتا ہے وہاں کا سارا نظام زندگی و بندگی درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنے شرک کو شرک ہی نہیں سمجھتے اور نہ اس سے گلوخلاصی کی سعی کرتے ہیں، بلکہ حساب والے دن بھی وہ اسی دھوکہ میں رہیں گے۔

﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾﴾

(الانعام : ٢٣)

''پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ، اپنے پروردگار کی، ہم مشرک نہ تھے۔''

Marfat.com

فکری مصالح سے نابلد لوگ گزرے ہوئے لوگوں کے انجام سے بے خبر ہوتے ہیں کہ ان کی طاقت وسطوت اور لہلہاتی فصلیں اور انبیاء کی روشن دلیلیں ظلم و تعدی میں انہیں گرفتار ہونے سے نہ روک سکیں۔ (۳۰:۹) چونکہ یہ لوگ علم دین سے بے بہرہ اور خواہش پرستی کے شکار تھے۔

﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٩﴾﴾ (الروم: ۲۹)

"بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم تو بغیر علم کے خواہش پرستی کر رہے ہیں، اسے کون راہ دکھائے جسے اللہ تعالیٰ راہ سے ہٹا دے، ان کا ایک بھی مددگار نہیں۔"

معلوم ہوا کہ فکری فقدان سے عمل کا فساد ہی بڑھتا ہے اور شرک صریح کا مرتکب بھی اپنے کو بڑا مسلمان سمجھتا رہتا ہے تو داعی ایسے ماحول میں بھی صبر و قناعت اور قرآنی فکر کے ساتھ دعوتِ دین کا کام انجام دے۔

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ﴾ (النحل: ۱۲۵)

"اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجیے۔"

اس لیے داعی معاشرے کی تمام برائیوں کو دفع کرنے کے لیے اس "حکمت اور بہترین نصیحت" والے ہتھیار کو ہمیشہ ساتھ رکھے کیونکہ برائی اور سرکشی وہیں پروان چڑھتی ہے جہاں طاغوتی نظام سفید و سیاہ پر قائم ہو جاتا ہے اور داعی کو ایسے فکر و عمل سے گریز کرنا چاہیے جس میں نقصان اور فساد کا زیادہ امکان رہتا ہے اور اس روش اور مجلس کو پسند کرنا چاہیے جس میں عافیت و راحت دینی نصیب ہو۔ اسی لیے نبی ﷺ نے داعی کو عمدہ مثال سے نصیحت کی ہے۔

((مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ

Marfat.com

فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا اَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا اَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً .)) ❶

''اچھے اور برے ہم نشیں کی مثال مشک بردار اور بھٹی دھونکنے والے لوہار کی سی ہے کیونکہ مشک بردار (عطر فروش) یا تو تحفہ کے طور پر کچھ خوشبو تجھے دے گا یا تو اس سے خوشبو خریدے گا، دونوں نہ سہی، عمدہ خوشبو تو سونگھ ہی لے گا اور بھٹی دھونکنے والا لوہار تو آگ اڑا کر تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے سخت بدبو ضرور سونگھے گا۔''

منہج سلف! نہ کہ نظریہ طریقت:

صالحین کی صحبت اور منہج سلف کی بصیرت اختیار کرنے والا، توحید کی حقیقت اور شرک کی فضیحت سمجھنے والا اس مملوک کی طرح نہیں ہوسکتا جس کے پاؤں، اس کا وجود، اور اس کے فکر و خیال! رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں اور نہ اس سطحیت پر اُتر کرسکتا ہے جو ایک نظریہ طریقت کا حامل اور طاغوت کی ذہنی غلامی کا عادی شخص کرسکتا ہے۔ یہاں قرآن نے اسی فکری شعور کو ظاہر کرنے کے لیے ایک بہترین مثال سے مومن و مشرک اور اعلیٰ و ادنیٰ کو واضح کیا ہے۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ﴾

(النحل : ٧٥)

''اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملکیت کا جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا ہے کیا یہ سب برابر ہیں۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الذبائح و الصید، باب المسك، رقم: ٥٥٣٤.

Marfat.com

شرک کرنے والا اور مخمصے کی کیفیت سے دو چار رہنے والا ذہنی غلامی اور پست ہمتی کا شکار رہتا ہے۔ وہ یکسو ہو کر توحید کا علمبردار نہیں بنتا ہے۔ ہر دو مناہج سمجھ لینے کے بعد معاشرہ کو اسلامی فکر پر استوار کرنا چاہیے تاکہ ہر شعبہ زندگی میں فکری و منہجی شعور پیدا ہوں، جس کے سب خطوط بے عیب اور نمایاں ہوں اور یہ ضرور ہے کہ دنیا میں جس قدر انقلابات اور تحریکیں پیدا ہوئیں یا اس کے نتیجہ میں جو درست معاشرہ منصۂ شہود پر رونما ہوا، ان سب میں قدرِ مشترک مفکرین کا کردار نمایاں رہا ہے اور یہ مفکر وہی ہوتا ہے جو خالص کتاب وسنت پر قائم رہ کر معاشرہ کی اصلاح کا کام کرتا رہتا ہے کہ اللہ اس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے۔

﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾

(الزمر: ۲۲)

”کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے۔“

یہ بڑا المیہ ہے کہ بعض لوگ اپنی من پسند شریعت چلانے کے لیے دین کو مشتبہ اور گدلا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور جب خالص کتاب وسنت کا حامی (داعی) شریعت کو منہج نبوی کی روشنی میں چلانے کی دعوت دیتا ہے اور سلف کے تدبر و بصیرت کا اعادہ کرتا ہے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں! یہ فتنہ کا دور ہے آپ کیوں سب باتیں کھول کر بتا دیتے ہیں؟ افسوس! قرآن کے اس اعلان وفضیحت سے یہ لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝۱۵۹﴾ (البقرہ: ۱۵۹)

”جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔“

Marfat.com

دین سراسر نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے، اللہ کے لیے، رسول کے لیے، مسلمانوں کے لیے، اور عام لوگوں کے لیے (بخاری) اس لیے آگاہ رہنا چاہیے کہ جب تک اس مہم کی مکمل پڑتال اور شرعی حقائق کو واشگاف بیان نہیں کر دیتے تو ہم (قیامت والے دن) لوگوں پر گواہ اور رسول دوسری امت پر گواہ کس طرح ہوں گے۔ کیونکہ قیامت کے دن سابق امتوں اور ان کے انبیاء کے درمیان جب اختلاف واقع ہوگا تو امت محمدیہ عدل وانصاف کی گواہی دے کر اس نزاع کو ختم کرے گی کہ انہیں عدل وانصاف والی مکمل شریعت ملی تھی۔ [1]

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرہ: ۱۴۳)

''ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پہ گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں۔''

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے نبی ﷺ اور ان کے پیروکاروں کا طریقہ اور اسوہ ہی یہ بتایا ہے کہ وہ لوگوں کو جو دعوت دیتے ہیں وہ بصیرت کی روشنی میں دیتے ہیں اور اس بصیرت سے مراد علم اور تقویٰ ہی تو ہے۔ جب علم وآگہی والے کوئی بات کہیں گے تو ظاہر ہے وہ بصیرت پر مبنی ہوگی۔

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣعَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾

(یوسف: ۱۰۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ میری راہ یہی ہے، میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین واعتماد کے ساتھ۔''

منہج سلف سینہ بسینہ چلنے والا نظریہ طریقت نہیں ہے! بلکہ کھل کر اور ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق احکام ومسائل سے آگاہ کرنے والا ہے، تاکہ نبی ﷺ کے آخری خطبہ حجۃ الوداع کا یہ قول ''بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً'' کا پورا پورا حق ادا ہو۔ قرآن میں اہل کتاب سے خطاب کا انداز بھی ایسا ہی واشگاف ہے۔

---

[1] تفسير ابن كثير: ۱۹٦/۲.

Marfat.com

﴿يٰٓاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ﴾ (المائدہ: ۱۵)

''اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آ چکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بکثرت ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔''

اخلاص کے ساتھ برملا دین کی باتیں کہنا حکمت و بصیرت ہے اور نتیجہ اللہ کے حوالے چھوڑ دینا ہے کہ یہ حکمت و دانائی اور انابت الی اللہ کی پہچان ہے۔ مسئلے کا استنباط قرآن و سنت کی روشنی میں کرنا ہمارا ایمان ہے اور اگر دین کو لوگوں کی خواہش کا تابع اور مروجہ مصلحت پسندی کا آئینہ دار بنایا جائے تو شریعت کا ہر شعبہ کج روی و مفسدات کا شکار ہو جائے گا۔ ارشاد ہے:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ ؕ بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِذِكۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَنۡ ذِكۡرِهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۷۱﴾﴾

(المؤمنون: ۷۱)

''اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے، حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔''

Marfat.com

جاہلوں سے اعراض، (سمجھوتہ نہیں!)

جاہلوں کا تصادم:

اولوا العزم داعی کے سامنے ایسے مراحل بھی آتے ہیں جہاں شرپسند عناصر کا غلبہ بڑھ کر انتہا پسندی کا روپ دھار لیتا ہے اور اپنی تعداد و اتحاد کا ہوا دکھا کر داعی کو مرعوب اور خوفزدہ کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اپنی چودھراہٹ بچانے اور متوقع تاج پوشی کے زعم میں بہتیرے ایسے بے بصیرت اور نادان لوگ دین کی آڑ میں مزاحمت اور رکاوٹ کا ایسا سلسلہ چلاتے ہیں جو داعی کی بنیاد تک کو ہلانے یا کسی اوچھی اور سطحی حرکتیں کرنے میں ذرا بھی تامل، اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر نہیں کرتے ہیں۔ اس مقام پر داعی کا بڑا کڑا امتحان ہوتا ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے اپنے موقف و منہج پر مستحکم اور عدم التباس کی صورت میں اسے شکست و ہزیمت سے بھی دوچار ہونا پڑے یا مشکلات و مصائب کے نتیجہ میں زمین اپنی وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہونے لگے اور یہ غزوۂ حنین کے موقعہ سے (کہ کثرت کے باوجود) مسلمانوں کی جو حالت ہوئی اس سے واضح ہوتا ہے۔ ٹھیک یہی حال ایک داعی کا بھی ہوسکتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ (التوبہ: ۲۵)

''زمین باوجود کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی۔''

یہ حرکتیں (بعض دفعہ داعی کو پریشان، ہراساں کرنے، اور زک دینے کی) ان گنوار جاہلوں کی ہوتی ہیں جو کفر و شرک کے رسیا اور تقلید آباء کے پرستار ہوتے ہیں۔ ایسے ہی وہ

Marfat.com

لوگ بھی جو تجاہل عارفانہ کا شکار ہو کر بغض و حسد اور رقابت کی بھٹی میں جھلس رہے ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی بے ہودگی پر اصرار کرنے لگیں اور ضد اور ہٹ دھرمی پر آمادہ ہو جائیں تو ایک اچھے داعی کا شیوہ یہ ہے کہ ان لوگوں سے گریز کریں اور اپنا موقف نرم کرلیں جس کے لیے آپ نے ایک محاذ کھڑا کیا ہوا ہے یعنی برے رسم و رواج اور ان بندشوں کو کھولنا جن میں عام مسلمان گھٹن بھری زندگی گزار رہے ہوں چاہے اس تحریک کی تھوڑی پسپائی پر خفت ہی کا سامنا کیوں نہ ہو۔ بلکہ ایسی تین جگہوں پر خندہ پیشانی سے شکست قبول کر لینا ہی چاہیے جہاں غلاظت و تعفن ہو یا نادان برسر جنگ و جدال ہو، یا بیمار انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں ہو (اور یہ بیمار ذہنی کیفیات سے دوچار ہو یا عقائد فاسدہ کا شکار!)

﴿ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾ ﴾ (القصص: ٥٥)

''اور جب بے ہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمہارے عمل تمہارے لیے، تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے۔''

تواضع، خاکساری اور درگزر سے آدمی اور اس کا اخلاق بلند ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ.)) [1]

''خیرات مال کو کم نہیں کرتی، معاف کرنے پر اللہ بندے کو اور عزت عطا کرتا ہے اور جو اللہ کے لیے تواضع کرے اللہ اسے اونچا کرتا ہے۔''

﴿ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾ ﴾ (الشوریٰ: ٤٣)

''اور جو شخص صبر کرلے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، رقم: ٢٥٨٨.

Marfat.com

(ایک کام) ہے۔''

صحیح بخاری میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں واقعہ ہے کہ ایک شخص عیینہ بن حصن نے آپ پر عطیہ نہ دینے اور عدم اعتدال کا الزام لگایا، آپ غضب ناک ہوئے تو حر بن قیس نے آپ کا غصہ اس آیت سے فرو کردیا۔ گویا آپ آیت قرآنی پر جھک جانے والے تھے۔ آیت ہے ''خُذِ الْعَفْوَ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ''[1]

اس کے ساتھ کہ ایک قدم پیچھے ہٹا جائے اور دوسرے قدم پر اقدامی کاروائی کی جائے تو یہ بھی مستحسن اور اولوا العزمی کا کام ہوگا تاکہ معاشرہ پر احقاق حق کا غلبہ باقی رہے۔

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ ۙ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ۝۳۱﴾ (محمد: ۳۱)

''یقیناً ہم تمہارا امتحان کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کردیں اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کرلیں۔''

اور یہ ضرور ہے کہ صبر جیسی نعمت اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں ملتی ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب داعی مخالف کے غل وغش، جبر و اکراہ، دھونس، دھمکی اور مکر و دجل سے قطعی خوف زدہ و پریشان اور ملول نہ ہو۔

ارشاد ہے:

﴿وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝۱۲۷﴾ (النحل: ۱۲۷)

''آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور جو مکر و فریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہوں۔''

ظالموں سے مرعوب ہونا دین کو سبوتاژ کرنا ہے:

داعی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ظالم اور طاغوتی سوچ والوں سے کسی قسم کا سمجھوتہ نہ

[1] صحیح بخاری۔

Marfat.com

کرے اور نہ مداہنت و ذاتی مفاد، سستی شہرت اور نام ونمود کے لیے اپنے داعیانہ کردار کو مجروح ومشتبہ کرے کہ ایسے ظالموں سے مستقل مدد کی توقع رکھنا فضول ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝﴾ (هود: ۱۱۳)

''دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

''اس کا مطلب ہے کہ ظالموں کے ساتھ نرمی اور مداہنت کرتے ہوئے ان سے مدد حاصل مت کرو، اس سے ان کو یہ تاثر ملے گا کہ گویا تم ان کی دوسری باتوں کو بھی پسند کرتے ہو، اس طرح یہ تمہارا ایک بڑا جرم بن جائے گا جو تمہیں بھی ان کے ساتھ نار جہنم کا مستحق بنا سکتا ہے۔''

صاحب عزیمت کی داعیانہ زندگی انتہائی حکمت و بصیرت اور ایثار و جانفشانی سے پُر ہوتی ہے۔ ہاں! جو لوگ حالات اور دباؤ کی رو میں بہہ کر سماجی و عوامی مطالبوں و تقاضوں کو ترجیح دے لیتے ہیں تو پھر ان کی دنیا میں چاندنی ہی چاندنی ہوتی ہے۔ ان کا استقبال اور تعریف کا انداز بڑا والہانہ ہو جاتا ہے۔ شیخ صاحب کا امارت وصدارت میں عظیم الشان جلسہ اور بڑا اجتماع منعقد ہوتا ہے! ادارہ کی سنگ بنیاد و افتتاح موصوف ہی کے (مبارک) ہاتھوں انجام پاتا ہے! شیخ صاحب کے طعام و قیام اور خدمت و احترام کا حق محفوظ رکھا جاتا ہے! الغرض ہر طرح سے آؤ بھگت اور عقیدت و جاں سپاری کا انداز اپنایا جاتا ہے، مگر طریق کار اور منہج کی بات آتی ہے تو شیخ صاحب صرف بت بنے کھڑے رہتے ہیں! عوام تو اپنے فکر و طریق پر ہی سب کام انجام دیتے ہیں اور یہ علماء عوامی فکر و منہج کی تائید و تحسین ہی پر مجبور و بے بس نظر آتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی بالادستی کا دعویٰ تو سبھی کرتے ہیں مگر ہر جگہ اپنے

Marfat.com

تحفظات اور مفادات کی خیر مناتے ہیں۔

حافظ صلاح الدین صاحب اپنے ایک لیکچر میں ارشاد فرماتے ہیں:

''حدیث کو سبوتاژ کرنے کے لیے صرف دشمن ہی نہیں بلکہ اپنے بھی اس کام میں شریک ہیں۔ بظاہر حدیث کا کلیتاً انکار تو نہیں کرتا، لیکن تمام ہی اپنے تحفظات اور مفادات کا شکار ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ حدیث رسول وحی الٰہی نہ ہونے کی بنا پر امت کے لیے اسوہ نہ رہے۔ (جیسا کہ) شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری نے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی زبانی آخری عمر میں اس بات کا اعتراف کیا کہ ہم ساری زندگی حدیث کو اپنی فقہ کے مطابق بنانے کی کوشش میں لگے رہے۔''

(ماہنامہ محدث لاہور دسمبر۲۰۰۴، ص ۱۲۰)

معاشرہ میں دیکھا جاتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت اپنی نفسانی ضرورت کو دینی مصالح کا جامہ زیب تن کرا دیتے ہیں اور دینی تقاضوں کو مجروح اور سماجی تقاضوں کو مرفوع و مرجوح کر دیتے ہیں۔ اسلام کا تعارف ہر موقعہ پر فدویانہ پیش کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ہر معاملہ میں نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ غور کیا جائے! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ میں مظلوم ستائے گئے اور جب ان کے خاندان والوں نے آپ کو راحت پہنچائی تو صدیق اکبر نے لوگوں کی دل جوئی اور سماجی مصلحت کا قطعاً لحاظ نہ کیا! بلکہ اس تناؤ بھرے ماحول میں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا:

''ایک روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بری طرح کچل دیا گیا اور انہیں سخت مار ماری گئی۔ عتبہ بن ربیعہ ان کے قریب آ کر انہیں دو پیوند لگے ہوئے جوتوں سے مارنے لگا۔ چہرے کو خصوصیت سے نشانہ بنایا۔ پھر پیٹ پر چڑھ گیا۔ کیفیت یہ تھی کہ چہرے اور ناک کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ پھر ان کے قبیلہ بنو تیم کے لوگ انہیں ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر لے گئے۔ انہیں یقین تھا کہ اب یہ زندہ نہ

Marfat.com

بچیں گے لیکن دن کے خاتمے کے قریب ان کی زبان کھل گئی (اور زبان کھلی تو) بولے کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہوا؟ اس پر بنو تیم نے انہیں سخت سست کہا، ملامت کی اور ان کی ماں ام الخیر سے یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ انہیں کچھ کھلا پلا دینا۔'' [1]

اسلام اور جاہلیت کا اتحاد ممکن نہیں!

رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین کے اسوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور جاہلیت ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے یعنی آدھا اسلامی طریقہ اور آدھا جاہلانہ طرز زندگی، اللہ کو ہرگز مطلوب نہیں ہے۔ اسلام غالب رہے گا یا پھر خواہشات و طاغوت کی پرستش ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾﴾ (المائدہ: ۴۹تا۵۰)

''آپ ان کے معاملات میں خدا کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجیے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجیے اور ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کردیں اگر یہ لوگ منہ پھیرلیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے اور اکثر لوگ بے حکم ہی ہوتے ہیں کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔''

---

[1] الرحیق المختوم اردو: ۱۷۲، البدایہ والنہایہ ۳/ ۳۰.

Marfat.com

نفس جب انسان کو مضطرب کرتا ہے تو وہ حق سے بھی ٹکراتا رہتا ہے۔ باطل کا زور چونکہ اس دنیا میں زیادہ ہے اور معاشرہ میں گمراہوں کا بول بالا ہے۔ لہٰذا حق سے ٹکرانے والوں کو خاصہ مواد فراہم ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنے موقف کو مضبوط اور حق کو مجروح کر دیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے اس کا سر اونچا دکھائی دیتا ہے اور اپنی دانست میں بڑا نظر آتا ہے، مگر اس تھوڑی سی برتری کے واسطے ایک نفس پرست (داعی) پورے معاشرے کو لمبے عرصہ کے لیے مزید گمراہیوں میں دھکیل دیتا ہے، حالانکہ دیکھا گیا ہے ایسے بدبخت کی عزت کا ستارہ (جلد یا بدیر) غروب ہو کر رہتا ہے۔ ایک گمراہ شخص اپنے ہم خیال اور گرد و پیش والی افرادی قوت پر انحصار و عقیدہ رکھتا ہے، جو اسے بروقت حاصل ہوتی نظر آتی ہے مگر ایک مؤحد بعینہٖ اس یقین بالجزم کے ساتھ اللہ کی غیبی اور غیر مرئی قوتوں کا منتظر رہتا ہے جو اسے بھی وقتاً فوقتاً حاصل ہوتی رہتی ہے۔ چاہے وہ انسانی شکل میں اور انہیں میں سے کچھ افراد کی غیر ارادی حمایت و قوت حاصل ہونے سے ہو یا نفسیاتی تدابیر کے ذریعہ! یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے ذہن و خیال کو حق کی تائید میں ہموار کرتا رہتا ہے۔ اس طرح حق پر جو غبار پڑ جاتا ہے! چھٹتا رہتا ہے۔ لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ ایک دوسروں کی حمایت و مدد (چاہے خوشی ہو یا غم) اس لیے کرتے ہیں کہ یہ بھائی بھی ایسے موقعوں پر ہماری حمایت و مدد کریں گے!! اکثر برے اور غلط کاموں کے لیے ایسے حمایتی گٹھ جوڑ کا ساتھ ہوتا ہے۔ بھلے کاموں کے لیے یہ اتنے مددگار نہیں ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اضطراب اور ناانصافی کا بول بالا ہے۔ ہر آدمی دبا اور ڈرا ہوا ہے! اپنی زندگی اور آبرو کے معاملہ میں، بالفاظ دیگر کشت و خون اور ہتک عزت سے بچاؤ کے واسطے ناجائز گٹھ جوڑ اور ناشائستہ انحصار ان کے مابین رہتا ہے، اگرچہ یہ لوگ اس کے جواز میں ڈھیروں مصلحت کا طومار رکھتے ہیں، مگر ساتھ یہ احساس و خلش بھی بے تاب رکھتی ہے کہ ہمارا یہ ناطہ ناجائز اور مجبوریوں کا (کھوکھلا) ڈھانچہ ہے۔

اس کے برعکس مخلص، متقی، صاحب علم اور صاحب عزیمت داعی ان مجبوریوں اور ایسے

Marfat.com

مجبوروں سے الگ سوچ رکھتے ہیں۔ ان کا سارا انحصار اللہ تعالیٰ کی مدد اور عنایت پر ہوتا ہے۔ وہ کسی طاغوتی نظام اور خود ساختہ نظریہ سے متاثر یا مرعوب ہو کر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرتے۔ قرآن میں داعی کی ایک صفت یہ بھی ہے۔

﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ﴾

(الشعراء: ۲۱۴ تا ۲۱۶)

''اپنے قریبی رشتہ والوں کو ڈرا دے، ان کے ساتھ فروتنی سے پیش آ، جو لوگ بھی ایمان لا کر آپ کی پیروی کریں، اگر یہ لوگ تیری نافرمانی کریں تو تو اعلان کر دے کہ میں ان کاموں سے بےزار ہوں جو تم کر رہے ہو۔''

جاہلوں کا ایمان واطمینان کچا ہے:

دراصل ساتھی اور حمایتی تو وہ ہے جس سے آپ کا روحانی و ایمانی تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ (الکہف: ۲۸)

''اور اپنے آپ کو انہی کے ساتھ رکھا کر کہ جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے ارادے رکھتے ہیں (رضا مندی چاہتے ہیں)۔''

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ﴾ (التوبہ: ۲۳)

''اے ایمان والو! اپنے باپ دادا کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔''

جاہلوں کا ایمان کچا ہوتا ہے کہ وہ ہوٹلوں، چوپالوں اور چوراہوں پر آیات الٰہی کا کھلا مذاق اڑاتے ہیں بلکہ علماء سے اپنے بغض و عناد کا اظہار بھی کھلے بندوں کرتے ہیں۔ لہٰذا داعی ایسی

Marfat.com

مجلسوں سے لطف اندوز نہ ہوں اور بے غیرتی کے ساتھ ان کے ہفوات کے کڑوے گھونٹ نہ لیتے رہیں، ورنہ ان کا شمار بھی ان نادانوں اور عاقبت نااندیشوں میں ہو جائے گا۔ (۴: ۱۴۰)

قرآن نے دوسری جگہ اپنا ایک انداز وانتباہ یوں ظاہر کیا ہے:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾ ﴾ (الانعام: ٦٨)

''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔''

ان آیات سے معلوم ہوا دنیوی مصالح اور جزوی ضرورتوں کے باوجود ان مجلسوں سے الگ تھلگ رہنا کہ یہی ہماری دینی ضرورت ہے جس کا اتباع ہم پر فرض ہے اور جہاں شرک و کفر کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہو وہاں سے دور رہنا ضروری ہے۔

﴿ اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٦﴾ ﴾ (الانعام: ١٠٦)

''آپ خود اس طریق پر چلتے رہیے جس کی وحی آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے۔''

بسا اوقات داعی کے لیے جاہلوں کی سختیاں اور بدبختیاں بڑی گراں بار ہوتی ہیں، بلکہ اس کا اعراض اور پہلوتہی اولو العزم کے پسینے نکال دیتا ہے (لہٰذا مجبور ہوکر) داعی اسے رجھانے اور خوش کرنے کے طریقے سوچنے لگتا ہے۔ بعض حالات میں عوامی تائید اور خوشنودی کے لیے نت نئے اسلوب اور تاویلات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کو اس سلسلہ میں یہ انتباہ کیا گیا ہے کہ آپ جاہلوں کا طریقہ اختیار نہ کریں کیونکہ انہیں کسی طرح اطمینان ہونے والا نہیں ہے۔

﴿ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝٣٥ ﴾ (الانعام: ۳۵)

''اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈھ لو پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کرو اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کردیتا، سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جایئے۔''

﴿ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ ﴾ (التوبہ: ۹۷)

''دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں۔''

حسن خلق اور صبر وضبط کے ذریعہ بھی اعراض ہوتا ہے:

سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی جاہلانہ سوچ سے اللہ کی پناہ چاہی ہے۔ اس حال میں کہ ان کے دور میں ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا۔ ہوا یہ کہ! ایک لاولد مالدار شخص کو اس کے اکلوتے بھتیجے نے رات کی تاریکی میں قتل کردیا اور لاش کو دوسرے کے دروازہ پر ڈال دیا اور اس کا الزام ایک دوسرے کے سر منڈھنا شروع کردیا۔ بالآخر اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے ایک گائے ذبح کرائی جس کا ایک لوتھڑا مارنے سے زندہ ہو کر قاتل کا نام بتا کر پھر فوت ہو گیا۔ یہاں یہ امر جہالت کے باعث قضیہ ہوا کہ اس قوم نے اس حکم کی بجا آوری میں خوب کٹ حجتیاں کیں اور بار بار سوالات کر کے دین میں تعمق اور سختیاں مول لیں۔ (۲:۶۷) جب کہ اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی سنجیدگی اور

Marfat.com

اطاعت شعاری کا ثبوت دیا۔

ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ؀﴾

(البقرہ: ٦٧)

''اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو انہوں نے کہا ہم سے مذاق کیوں کرتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔''

معلوم ہوا ایک داعی جاہلانہ روش، سطحی سوچ اور غیر سنجیدہ ہنسی، دل لگی سے ہمیشہ گریز کرتا ہے اور دوٹوک اپنی بات کہہ کر دامن جھاڑ لیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے پرآشوب دور میں بھی یہی تعلیم دی گئی تاکہ مشرکوں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ ہو اور دعوت حق خوب واضح ہو۔

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ؀﴾

(الحجر: ٩٤)

''پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جا رہا ہے کھول کر سنا دیجئے! اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔''

جب کہ اعراض کا ایک انداز حسن خلق اور صبر و ضبط کے ذریعہ بھی نمایاں ہوتا ہے۔ جیسے امام الانبیاء مجاہد اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی و منفرد زندگی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

Marfat.com

ثُمَّ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ .)) ❶

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ کے اوپر ایک موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی۔ ایک دیہاتی آپ کو ملا اور آپ کی چادر کو شدت سے پکڑا کھینچا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی طرف دیکھا چادر کے کنارے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے اس میں نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے میرے لیے بھی حکم دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے، پھر آپ نے اسے دینے کا حکم فرمایا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی مسجد نبوی میں پیشاب کرنے لگا صحابہ نے انہیں ڈانٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((دعوه واهريقوا عليه الماء فإنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين .))

''اسے پیشاب کر لینے دو اور اس پر ایک ڈول پانی ڈال دو، تم امت محمد لوگوں پر آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، دشواری کرنے والے بنا کر نہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خلق حسن قرآن پاک میں اعلیٰ نوعیت کی بیان کی گئی ہے۔ جس کی افادیت اور تقاضوں سے اسلام کا تعارف اور انسانیت کی خدمت ہوتی ہے۔

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہوں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس چھٹ جاتے سو آپ ان سے درگزر

❶ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرہ والشملہ: ۵۸۰۹، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه إن لم يعط واحتمال من سأل بجفاء لجهلة وبيان الخوارج واحكامهم، رقم: ۱۰۵۷.

Marfat.com

کریں اور ان کے لیے استغفار کریں۔''

مسلمانوں میں کچھ ان پڑھ ہیں۔ دین کے معاملہ میں بہت سادہ اور مخلص ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات ہنگامی ضرورت کے موقعہ سے بہت پُر جوش ہوتے ہیں، جس سے دین کے بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کے استعمال کرنے والوں کے مکر و دجل ان کی خدمات پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ نرمی و سادگی میں بھی منہج نبوی کا ہی سہارا لیا جائے اور صحیح منہج کا پتہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو چیز دل میں کھٹک جائے وہ گناہ ہے اور جس چیز پر دل مطمئن ہو وہ نیکی ہے (کہ یہ روایت عمرو بن عنبسہ کی صحیح مسلم میں ہے)

اور صحیح بخاری میں حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو صاحب شریعت سے نفرت کرتے تھے۔ گرفتار ہو کر تین دنوں تک مسجد کے ستون سے بندھے رہے اور جب آپ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھا! مسلمان ہو گئے۔ اور فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ)) [1]

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے روئے زمین پر آپ کے چہرہ سے بڑھ کر کوئی اور چہرہ برا معلوم نہ ہوتا تھا اور اب مجھے آپ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے آپ کے دین سے بڑھ کر کوئی اور دین برا معلوم نہ ہوتا تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر برا نہ تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔''

ملک یمن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے گئے سونے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة وحدیث ثمامة بن اثال، رقم: ٤٣٧٢.

Marfat.com

آدمیوں میں تقسیم کر دیا جس پر ایک آدمی نے بے اطمینانی کا اظہار کیا اور بولا اللہ سے ڈریے حالانکہ آپ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے حضرت خالد بن ولید نے غضب ناک ہو کر اس کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا "لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّيْ" "شاید وہ نماز پڑھتا ہو" تو حضرت خالد نے فرمایا "وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ" "بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِنِّي لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوْبَ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ" "مجھ کو کسی کے دل ٹٹولنے یا پیٹ چیرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔" ❶

❀❀❀

---

❶ صحیح بخاری، رقم: ٤٣٥١.

Marfat.com

اکثریت معیارِ حق نہیں ہے

(اکیلا سے مراد مضبوط ہمت اور پامردی کا اظہار ہے)

انسانی معاشرہ کی فلاح و کامرانی کے لیے اسلامی معاشرہ کا قیام اور اس کا نظام ضروری ہے، کیونکہ اس کا دستور و قانون کسی انسان (جو خطا و نسیان سے مکمل محفوظ نہیں ہے) کا بنایا ہوا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ خالق کائنات اور مالک ارض و سماوات کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ جس میں خلل اور نقص ہرگز نہیں ہے مگر بدقسمتی سے اس دنیا کے طالع آزماؤں نے اسلام کا استعمال بھی اپنے مفاد اور نفس پرستی میں کیا ہے۔ اس لیے یہ بھانت بھانت کے افکار، سلسلے اور فرقے چل نکلے۔ جہان پر فتنہ وفساد اور انتشار وتشتت نے اپنا راج قائم کرلیا ہے۔

موجود دنیا کے عروج و اُفق پر جس فتنہ نے اپنا ڈنکا بجایا اور لوہا منوایا ہوا ہے، وہ جمہوری پری اور اکثریتی دیوی ہے۔ پھر یہ بدقسمتی یہیں ختم نہ ہوئی بلکہ اسے اسلامی جمہوریت اور اسلامی مساوات کا خوبصورت جامہ بھی زیب تن کرادیا گیا ہے، جس سے اس کے ظاہری عیوب کسی حد تک چھپ گئے اور اچھے بھلے بھی اسے زیب تن فرما کر اسلامی معاشرت کے ترجمان اور قصیدہ خوان بن گئے۔ اس طرح یہ لوگ اسلام کے شفاف چہرے پر بدنما داغ لگا کر اس کے حصہ کو متاثر و مجروح کرتے ہیں ان کی مثال اس شخص کی ہے جس نے ریشم کے لباس میں ٹاٹ کا پیوند لگا دیا ہو اور اس پر فخر بھی کرتا ہو۔ کیا۔ اب ایسی فضا و ماحول میں خالص کتاب وسنت کا داعی و علمبردار جب منہج رسول اور عقیدہ سلف کی تبلیغ و تعارف پیش کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اکیلا اور تنہا رہ جاتا ہے۔ اور خوش قسمتی کہیے، کہ یہی کردار دنیا کے ہر دور میں

Marfat.com

صالحین کے ہوا کیے ہیں۔ جب کہ جمہوری دیوی کے مختلف رنگ و روپ نے داعیانِ حق کو ہمیشہ ہی چیلنج کیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو موجود فتنوں و مشکلوں سے نکلنے کی ہر جگہ رہنمائی کی ہے اور بتایا کہ اکثریت معیارِ حق نہیں ! بلکہ یہ جاہلوں اور نا اہلوں کی سازش و شورش ہے۔ قرآن نے اکثریت کی تردید ان الفاظ میں کی ہے:

﴿اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٦٨﴾ (یوسف: ٦٨)

﴿اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٥٩﴾ (المؤمن: ٥٩)

﴿اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝٦١﴾ (المؤمن: ٦١)

﴿اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٥٩﴾ (المائدہ: ٥٩)

﴿اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝١١٠﴾ (آل عمران: ١١٠)

﴿اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝١١١﴾ (الانعام: ١١١)

﴿اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝٨٣﴾ (النحل: ٨٣)

﴿اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝٦٣﴾ (العنکبوت: ٦٣)

ان پڑھ، ناخواندہ اور برُے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اکیلا آدمی مقابلہ صرف ہمت سے کرے گا۔ فطری خواہش اور طبعی تقاضوں سے کوئی انسان مبرا نہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی بھی دلی خواہش تھی کہ قوم بڑی تعداد میں ہدایت یافتہ ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اس حکم اور انتباہ نے آپ کے ایمان واعتقاد کو مزید مستحکم کر دیا۔

﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠٣﴾ (یوسف: ١٠٣)

"گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان دار نہ ہوں گے۔"

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٧﴾

(یٰس: ٧)

"ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے، سو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔"

Marfat.com

دنیا کے ہر خطہ میں یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ اگر لوگ نظامِ طاغوت یعنی اسلامی اعتدال سے خالی معاشرہ میں رہتے ہیں تو وہ گناہ اور ظلم وعدوان میں زیادہ ملوث ملتے ہیں، بلکہ مادیت کے حصول میں تو وہ انتہائی پستی اور ذلت پر بھی اُتر آتے ہیں۔

﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۶۲﴾ (المائدہ: ۶۲)

''آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم وزیادتی کی طرف اور مالِ حرام کھانے کی طرف لپک رہے ہیں، جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ نہایت بُرے کام ہیں۔''

چونکہ یہ سوچ جاہلوں کی ہوتی ہے، لہٰذا یہ اس زعم میں حق سے انقباض رکھتے ہیں اور حق کی بجائے اپنی اتباع کی خواہش رکھتے ہیں، حالانکہ ایسی تعداد کی کثرت سے دین کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ﴾

(الجاثیہ: ۱۸،۱۹)

''پھر ہم نے آپ کو دین کی (ظاہر) راہ پر قائم کر دیا سو آپ اسی پر لگے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑیں، (یاد رکھیں) کہ یہ لوگ ہرگز اللہ کے سامنے آپ کے کچھ کام نہیں آ سکتے۔''

بات اتنی ہی نہیں! بلکہ رسول اللہ ﷺ کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگر آپ نے بھی اکثریت کا پاس ولحاظ رکھا تو گمراہی کے شکار ہو جائیں گے۔

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝۱۱۶﴾ (الانعام: ۱۱۶)

''اگر آپ اہلِ زمین کی اکثریت کے پیچھے چلیں گے تو وہ آپ کو گمراہ کر دیں

Marfat.com

گے۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی جو مثال دی ہے تو ان الفاظ میں:

((اِنَّمَا النَّاسُ کَالْاِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَکَادُ تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَةً .)) (صحیح بخاری)

"آدمیوں کا حال تو اونٹوں کی طرح ہے کہ سو اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھی تیز سواری کے قابل نہیں ملتا۔"

سلطان ٹیپو کے قول سے بھی بات صادق آتی ہے کہ "شیر (اہل علم) کی ایک روزہ زندگی گیدڑ (جاہل) کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔"

نبی کریم ﷺ اپنی اُمت کی صفت خاص کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

((مَا اَنْتُمْ فِی النَّاسِ اِلَّا کَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِی جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْیَضَ اَوْ کَشَعْرَةٍ بَیْضَاءَ فِی جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ .))[1]

"لوگوں میں تم ایسے ہو جیسے ایک سیاہ بال سفید گائے کی کھال پر یا ایک سفید بال سیاہ گائے کی کھال پر۔"

ناطقہ سر بگریباں:

اور کبھی یہ انبوہ کثیر کی دہائی دینے والے لوگوں نے تقویٰ شعار لوگوں کا ایسا ناطقہ بند کر دیا کہ انہیں اکیلے اکیلے کی نمازیں ادا کرنے تک پر مجبور کر دیا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کوفہ میں خلیفہ سوم کا مقرر کردہ گورنر ولید بن عقبہ کے دور میں نمازیں تاخیر سے ہونے لگیں۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ تاثر پیش کیا حالانکہ نبی کریم ﷺ کے دور میں قلیل تعداد میں مومن حالت امن میں اور رعب و دبدبہ کے مالک ہوتے تھے اور بلا خوف و خطر باجماعت نمازیں ادا کرتے تھے۔

((عَنْ حُذَیْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اُکْتُبُوا لِی مَنْ تَلَفَّظَ بِالْاِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَکَتَبْنَا لَهُ اَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ فَقُلْنَا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب قصه یاجوج وماجوج، رقم: ۳۳۴۸.

Marfat.com

نَخْ... وَنَحْنُ أَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا ابْتُلِينَا حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّي وَحْدَهُ وَهُوَ خَائِفٌ .))❶

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''جتنے لوگ بھی کلمہ اسلام پڑھتے ہیں ،ان کی مردم شماری کر کے میرے سامنے پیش کرو۔'' چنانچہ ہم نے ایک ہزار پانچ سو مردوں کے نام تحریر کیے۔ پھر ہم نے اپنے دل میں کہا کیا ہم اب بھی کافروں سے ڈریں ، حالانکہ ہم پندرہ سو ہیں؟ پھر میں نے اپنی جماعت کو دیکھا کہ ہم اس قدر خوف میں مبتلا کر دیے گئے کہ ہم میں سے کوئی مارے خوف کے اکیلا ہی نماز پڑھ لیتا۔''

بدلتے ہوئے حالات کی ستم ظریفی پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا دوسرے مقام پر کچھ ایسا ہی تاسف و تاثر مذکور ہے۔ جو داعی کے عزم و اخلاص کو خوب واضح کرتا ہے:

((وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا أُبَالِي أَيَّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا رَدَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامُ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا رَدَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا .))❷

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ پر ایک ایسا زمانہ گزر چکا ہے کہ مجھے کسی کے ساتھ خرید و فروخت کرنے میں کوئی پروا نہ تھی کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو دین اسلام اس کو حق کی طرف پھیر لاتا اور کافر نصرانی ہوتا تو اس کے حاکم اور مددگار لوگ میرا حق اس سے واپس دلاتے جب کہ آج کل ایسا وقت آ گیا ہے کہ میں کسی سے معاملہ ہی نہیں کرتا ہاں بس خاص لوگوں سے خرید و فروخت کرتا ہوں۔''

سیّدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے عدل و انصاف کا ایک واقعہ قرآنِ مجید میں موجود ہے، جس میں ایمان و عمل صالح (والے) کی قلت کا تذکرہ ہے۔ گویا یہ ہر دور کا وتیرہ اور سارے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب کتابة الاسلام النّاس، رقم: ۳۰۶۰

❷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب رُفع الامانة، رقم: ٦٤٩٧.

Marfat.com

انبیاء کا نصیبہ رہا ہے۔

﴿وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ﴾ (ص: ٢٤)

''اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہی ہوتے ہیں) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔''

سیکولر سوچ کا طوفان:

اسلامی معاشرہ میں یہ وبا جنگل کی آگ سے کم نہیں کہ مغربی تہذیب نے سیکولر سوچ کو جنم دے کر گھر گھر کو شعلہ بدامن کردیا، جس میں اکثریت کو فوقیت اور اقلیت کو ارذلیت کا سامنا رہتا ہے۔ مختلف طاغوتی فکر سے دوچار ہو کر معاشرتی فساد کو پروان چڑھا دیا ہے۔ یہاں شاعر کا اندازِ تکلم ملاحظہ کریں:

نسل ، قومیت ، کلیسا اور تہذیب
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات

یہ ''نشہ'' جمہوری نظام اور دہشت گردانہ سوچ کا نتیجہ ہے جس سے مسلمانوں کی زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ معاشرہ میں جس کا خاندان بڑا ہے اس کی دھونس زیادہ چلتی ہے، مذہبی حلقہ ہو کہ سیاسی رزم گاہ! ہر جگہ لوگ دین و ایمان سے آزاد ہو کر رہنا چاہتے ہیں، جس کے مضر اثرات آنے والے دنوں پر پڑتے ہیں۔ کیونکہ ہر دو میدان میں نااہل افراد قابض و متصرف ہو کر بے حیائی اور مطلق العنانی کو فروغ دیتے ہیں۔ شرک و کفر کی گرم بازاری ہوتی ہے اور منافق صفت لوگ اوپر آ کر مضبوط (ادارہ) بنیاد کو منہدم اور بے عیب (اسلامی) نظام کو معتوب و مجروح کر دیتے ہیں، حالانکہ اسلامی نظام اور جمہوری نظریہ میں بعد المشرقین ہے۔

یاد رہے کہ جمہوریت کی ننگی آزادی اور اسلام کی ستر پوش آزادی میں وہی فرق اور

Marfat.com

دُوری ہے جو دن اور رات میں ہوتی ہے، جو روشنی اور تاریکی میں ہوتی ہے، جو شرافت اور شرارت میں ہوتی ہے، جو متانت اور حماقت میں ہوتی ہے، جو عزت اور ذلت میں ہوتی ہے، جو علم اور جہالت میں ہوتی ہے، جو حسن کردار اور بد کرداری میں ہوتی ہے، جو انصاف اور ظلم میں ہوتی ہے۔ یہ جمہوریت تو انسان کو شیطان اور مسرور کو مغضوب بنا کر چھوڑتی ہے۔ یہاں انسان کی قدر اور شرافت کی پاس داری نہیں ہوتی ہے۔ یہاں تعداد اور کثرت کی اہمیت ہوتی ہے، چاہے وہ بد خلق ہو یا ظالم، چور ہو یا زانی!

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا

بے شک بیمار ذہن اور دین بے زار لوگوں نے اس نظریہ کو فوراً قبول کر لیا اور اپنی انفرادی قوت کا ہوا دکھا کر کمزور ترین افراد کا خوب استحصال کیا۔ اپنی ان حرکتوں کو صراطِ مستقیم سے تعبیر کیا۔ پھر اسی سوچ کے مطابق دینی و روحانی طریقے وجود میں آئے۔

﴿إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ۝٣٠﴾ (الاعراف: ۳۰)

''انہوں نے اللہ کے بجائے شیطان کو اپنا سر پرست بنا لیا ہے اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں۔''

لہٰذا اس سوچ کے مقابلہ میں منہج سلف کا وہ اسلوب اختیار کرنا ہی داعی کا فریضہ ہے، جہاں صرف حق کو ترجیح دینا عزت و شرف اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے! چاہے وہ کسی مسئلہ یا محاذ پر اکیلے رہ گئے ہوں۔ اور یہ روشن حقیقت ہے کہ دین عوام ہو کہ جمہوری نظام! سب میں کجی و کجروی موجود ہوتی ہے جسے عوام کی بڑی اکثریت نہیں جانتی، جب کہ اللہ تعالیٰ کا دین ہر نقص سے پاک ہے۔

﴿ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝٤٠﴾

Marfat.com

''یہی دین برحق ہے لیکن اکثر لوگ یہ باتیں جانتے نہیں۔''

نظریاتی جنگ میں لوگ بہک جاتے ہیں، ایمان رکھتے ہوئے بے ایمان ہو جاتے ہیں، پھر عزیمت کی راہ چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آباء کی تقلید اور جمہوری نظام کی تزویر میں اُلجھ جاتے ہیں اور بسا اوقات شرک کے بھی مرتکب ہو جاتے ہیں۔

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾﴾

(یوسف: ۱۰۶)

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے مشرک ہی ہیں۔''

اسلام میں ابہام نہیں:

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ پیغمبر کی موجودگی میں بھی کثرت تعداد پر انحصار کیا جائے تو بے فائدہ ہے۔ جیسا کہ غزوۂ حنین کے موقع پر اسلامی لشکر پہلے شکست سے دوچار ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی خاص مدد سے فتح حاصل ہوئی کہ اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ بنفس نفیس موجود تھے۔ ارشاد ہے:

﴿إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا﴾ (التوبہ: ۲۵)

''جب کہ تمہیں اپنی اکثریت پر ناز ہو گیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔''

کیا قلیل تعداد والے پست و ذلیل اور ہزیمت سے دوچار ہوتے ہیں؟ نہیں! بلکہ یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ اللہ کے بندے حضرت طالوت علیہ السلام، اور ان کے اصحاب کی جاں سپاری بالخصوص حضرت داود علیہ السلام کی اولوالعزمی سے جالوت قتل ہوتا ہے، اس حال میں کہ سرفروشانِ اسلام قلیل تعداد میں تھے:

﴿كَمْ مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾﴾ (البقرہ: ۲۴۹)

''بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی جماعت بڑی اور بھاری جماعت پر اللہ کے حکم

Marfat.com

سے غلبہ پالیتی ہے، اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے۔ارشاد ہے:

﴿فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝٨٣﴾ (یونس: ۸۳)

"پس موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے صرف قدرے چند آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے کہ کہیں ان کو تکلیف نہ پہنچائے اور واقع میں فرعون اس ملک میں زور رکھتا تھا اور یہ بات بھی تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا۔"

قلت مقدار، لوگوں میں ناگواری اور عدم اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔ درحقیقت علم اور حوصلہ کی کمی سے ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح آدمی بزدلی اور ناسپاسی کا شکار ہو جاتا ہے، اور وہ خیر وشر کی پہچان بھی نہیں کر پاتا۔ بہر حال اللہ کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ اگرچہ اس میں ناپسندیدہ رجحانات پروان چڑھتے ہوں کہ یہ قلت مقدار بھی لوگوں میں کراہت سے خالی نہیں ہے۔

﴿وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٢١٦﴾ (البقرہ: ۲۱۶)

"ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور دراصل وہی تمہارے لیے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو، حقیقی علم اللہ کو ہے اور تم نہیں جانتے۔"

جس چیز میں فسق وفجور اور کفر ونفاق کی آمیزش ہوتی ہے وہ کثرت کے باوجود ناپاک و مردود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے پاک اور پلید کو خوب واضح کر دیا ہے، جب کہ ناپاک وخبیث کو مسترد کر دیا ہے۔ اگرچہ اس کی کثرت ہو۔ حالانکہ عقل مند وہ ہے جو صاحب

Marfat.com

تقویٰ ہو۔

﴿قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰﴾ (المائدہ: ۱۰۰)

''آپ فرما دیجیے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو آپ کو ناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اے عقلمندو!''

اس مضمون میں یہ ابہام نہ رہ جائے کہ شریعت کو اکثریت مطلوب ہی نہیں، بلکہ حق مع دلیل کے سب کاموں میں اکثریت مطلوب ومحمود ہے۔ مثلاً نکاح سے متعلق ارشاد ہے:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ .)) ❶

''محبت کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو، اس لیے کہ میں قیامت والے دن دوسری اُمتوں کے مقابلے میں اپنی اُمت کی کثرت پر فخر کروں گا۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ﴾ ''اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے، پھر اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔''

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک حدیث ہے:

((یُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِیْ وَالْمَاشِی عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَى الْكَثِیْرِ .)) ❷

''سوار چلنے والے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھنے والے کو اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو۔''

---

❶ مسند ابوداؤد، صحیح ابن حبان و صححه.

❷ صحیح بخاری، کتاب استئذان، باب یسلم الراکب علی الماشی، ح: ۶۲۳۲۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تسلیم الراکب علی الماش، ح: ۲۱۶۰.

Marfat.com

مندرجہ ذیل حدیث سفر کرنے والوں کو ایک ترتیب و ترغیب سے ہمکنار کرتی ہے:

((اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ .)) ❶

''ایک سوار ایک شیطان ہے، دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔''

اس کے برعکس کبھی کثرت سوال کی عادت شریعت میں مہلک مکروہ ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں بسا اوقات حزم و احتیاط کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور ایک عام آدمی اسے طنز و مزاح کا کھیل سمجھ لیتا ہے۔ اس وجہ سے بھی کہ شریعت کے درمیانی اور معتدل حالات سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے ممکن ہے شر کا پہلو غالب آ جائے۔ فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے:

((فَاِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ .)) ❷

''اس لیے کہ تم سے پہلی اُمتوں کی ہلاکت کا سبب ان کا کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف بھی تھا۔''

اسلام میں جماعت کا تصور:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی اتباع کرنے والوں کو مسلم و مومن کہا جاتا ہے۔ اسلام میں داخل ہونے والے سب مسلم آپس میں بھائی اور ہم جماعت ہوتے ہیں، اگرچہ فرقوں کی تقسیم اور منہج سلف کو نہ سمجھنے کی ضد نے اس کے اندر خلیج و شگاف پیدا کر دیا ہے۔ یاد رہے عقیدے کی ہم آہنگی مضبوط اتحاد کو قائم رکھتی ہے اور یہی مضبوط اتحاد جماعت کو منظم اور بامراد کرتا ہے۔ ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو۔'' میں اللہ کی رسی سے مراد کتاب و سنت ہے۔ جس میں اسلام کی پوری جمعیت کو منظّم شکل میں اتباع کی دعوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب الرجل يسافر وحده، ح: ٢٦٠٧۔ سنن ترمذی: ١٦٧٤۔ النسائی فی الکبریٰ: ٥/١٦٦۔ حاکم، ابن خزیمه.

❷ صحیح مسلم، کتاب الحج......

Marfat.com

کرام نظم جماعت کے لیے (موٹی موٹی اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی) اللہ تعالیٰ کی درست اطاعت اور نبی کریم ﷺ کی درست پیروی کو حق سمجھتے تھے۔

اس روئے زمین پر تعداد کے لحاظ سے مشرک و کافر زیادہ ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مسلمان تھوڑے ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ مسلمان ہی حق پر ہیں۔ تو وہ کبھی منتشر ہو کر اپنی جمعیت کو صدمہ نہ پہنچائیں گے۔ جس طرح ((اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ)) سے باطل پرستوں کا اتحاد ہے۔ اسی طرح اسلامی اتحاد بھی ہے اور یہی جماعت ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ تمام فتنہ و فساد سے الگ رہیں۔

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾ (الانفال : ۷۳)

"کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہو گا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔"

معلوم ہوا حق کی اتباع کرنے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ، حالات اچھے ہوں یا برے، وسائل محدود ہوں یا غیر محدود! اگر فردِ واحد بھی دین کے صحیح مزاج و منشا اور بصیرت پر عمل پیرا ہوں! جماعت کہلائے گا۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام ایک وقت میں پوری دنیا میں اکیلے ہی مومن تھے۔

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً ﴾ (النحل : ۱۲۰)

"بے شک ابراہیم (اکیلی ذات میں) امت تھے۔"

اسی طرح حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اس حال میں کہ ظالم بادشاہ کی تدبیر و مکاری سے بچاؤ کے لیے ایک قسم کا توریہ کیا اور کہا تھا۔

(((لا تُكَذِّبِي حَدِيثِي فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي وَاللَّهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ غَيْرِي وَغَيْرُكِ.)) [1]

---

[1] صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب شراء المملوك من الحربي وهبته، رقم: ۲۲۱۷

Marfat.com

"تم میری بات کو جھوٹا مت قرار دینا، میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ تم میری بہن ہو، اللہ کی قسم! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔"

اس سلسلہ میں دین کا منشا یہ ہے کہ حق کی اتباع منہج کتاب وسنت کی روشنی میں ہو، چاہے آدمی اکیلا رہ جائے۔ جیسا کہ حدیث وآثار میں وارد ہے:

((عَنْ أَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِی رَسُولُ اللّٰهِ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُمِيتُونَ الصَّلٰوةَ اَوْ يُؤَخِّرُونَ عَنْ وَقْتِهَا قُلْتُ: فَمَا تَامُرُنِي قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَالَكَ نَافِلَةٌ.)) ❶

"حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سوال کیا: اے ابو ذر! جب تمہارے حکام نماز بہت دیر سے پڑھیں گے یا صحیح وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے اس وقت تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا: حضور آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو صحیح وقت (اوّل) پر اپنی نماز ادا کر لے پھر اگر جماعت پالے تو جماعت کے ساتھ پڑھ لے لیکن جماعت والی نماز نفلی ہوگی۔"

اسی پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد نے اعتراض کیا کہ آپ تو جماعت اور جمعیت کا لحاظ کرتے ہیں، جب کہ اس حدیث میں اکیلے پڑھی جانے والی نماز کو فرض کی حیثیت میں اور جماعت والی نماز کو نفل کے درجہ میں پیش کیا گیا ہے؟ جس پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حیران ہو کر بولے: "میں تمہیں عقل مند سمجھتا تھا یہ کیا اعتراض کر دیا؟ (حالانکہ اسلام میں جماعت کا تصور یہ ہے کہ حق تمہارے پاس ہے تو تمہی جماعت ہو باقی دنیا انتشار کا شکار ہے اگرچہ وہ اکثریت میں ہو۔"

((اَلْجَمَاعَةُ دَالَّةٌ بِجَمَاعَةِ أَهْلِ الْحَقِّ وَإِنْ قَلُّوا.)) ❷

---

❶ صحیح مسلم ....

❷ صحیح مسلم ....

Marfat.com

''جماعت نام ہے اہل حق کے جمع ہونے کا ایک حق بات پر، اگر چہ وہ بہت کم ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب کے بہتر ۷۲، اور اپنی اُمت کے تہتر ۷۳، فرقوں کی تقسیم والی پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا:

((اثْنَتَانِ وَسَبْعُونَ مِنْهَا فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ .)) ❶

''بہتر (فرقے) جہنم میں داخل ہوں گے، جب کہ ایک جنت میں جائے گا اور وہ الجماعۃ ہے۔''

فرقوں کی گنتی میں بھی لفظ ''واحدۃ'' کا استعمال ہے۔ یعنی تہتر (چھوٹی والی تعداد) میں صرف ایک (بڑی والی تعداد) جماعت جنتی ہوگی۔ الجماعۃ کی تشریح امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ الاعتصام میں فرماتے ہیں:

((إِنَّ الْجَمَاعَةَ مَا كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ .)) ❷

''جماعت سے مراد وہ ہے کہ جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین عظام قائم رہے۔''

لہٰذا یہی تشریح جو اوپر گذری ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے موقف سے بھی واضح ہے کہ جس کے پاس حق ہو وہی جماعت ہے۔ اور ترمذی کی یہ حدیث ((لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ .)) ❸

''میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔'' سے بھی انبوہ کثیرہ

---

❶ احمد: ٤/١٥٢ـ ابوداؤد: ٥/٥ بسند صحيح.

❷ ....

❸ ترمذی: ٤/٤٦٦ بسند صحيح للالبانی، ح: ١٧٥٩.

Marfat.com

کو جماعت نہیں کہا گیا، کیونکہ اُمت وہی ہے جو حق پر ہے، اور حق پرستوں کا جمع ہونا اُمت ہونا ہے۔ جس کا دخول فی الجنۃ ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے:

((لَا تَذْهَبُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ حَتّٰى يَلْعَنَ اٰخِرُهَا أَوَّلَهَا .)) ❶

"یہ اُمت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ اس کے آخر والے اوّل والے پر لعنت نہ کریں۔"

اس سے معلوم ہوا اُمت اوّل و آخر دونوں کو کہا گیا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اوّل والے (یعنی صحابہ وتابعین) کی مذمت نہ کریں۔ بلکہ اس کی مغفرت کی دُعا کریں۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ⑩

(الحشر: ۱۰)

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال۔ اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔"

اطاعت صرف معروف میں ہے:

اہل حق شہید وقتل ہوں پھر بھی ان میں کمی اور اضمحلال نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ بکری کی کوکھ سے صرف دو یا تین بچے ہی پیدا ہوتے ہیں، اور روزانہ ذبح ہوتے ہیں پھر بھی وہ کثرت میں ہیں اور ہر شخص کو پیارے ہیں، جب کہ خنزیر (حرام جانور) یکبارگی آٹھ دس جنم لیتے ہیں اس کے باوجود قلیل اور حرام جانا جاتا ہے، کثرتِ ولادت کے باوجود قلت وجود اور کراہت سے معنون ہے۔ تو معلوم ہوا جو چیز ناکارہ اور نقصان دہ ہوتی ہے اس کی کثرت و قلت کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں رہتی ہے۔ اصل چیز ہے جائز ہو، سودمند ہو اور فوائد کثیرہ کی

❶ رواہ البغوی.

Marfat.com

حامل ہو تو وہ ایک ہزاروں مکروہ چیزوں سے کفایت کرجاتی ہے، جیسے بجلی کا ایک بلب سو ٹمٹماتے چراغوں کو بے اثر اور ماند کر دیتا ہے۔

اسی طرح ایک سچا داعی بھی اگر ایمان باللہ اور ایمان بالآخر سے لیس ہو تو وہ اس انبوہ کثیرہ سے بہتر ہے، جو کفر و نفاق میں لت پت رہتے ہوں۔ اس لیے اطاعت کا صحیح طریقہ صرف معروف میں ہے جو قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین ہو۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے جب کسی حکمران کو اعلانیہ کفر کرتے دیکھو اور اس کے خلاف تمہارے پاس دلیل بھی ہو تو اس سے اختلاف کیا جائے گا۔ [1]

سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والا اگر مخلص ہے تو فتنہ اور پیچیدہ حالات سے نکلنے کی وہ راہ پالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲﴾ (الطلاق: ۲)

''جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔''

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ﴾ (الانعام: ۱۲۵)

''تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔''

جماعت کا اسلامی تصور اور حق کی معرفت کا درست فلسفہ احادیث و سنن کی اتباع سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام ہر قسم کے پیچیدہ حالات اور شر سے بچنے کے لیے آپ ﷺ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے، جب کہ میں آپ سے شر کی بابت پوچھا کرتا تھا۔

[1] صحيح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبي سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَها، رقم: ۷۰۵۶

Marfat.com

صرف اس اندیشہ سے کہ مبادا! مجھے پہنچ جائے، چنانچہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خیر یعنی اسلام عطا فرمایا تو کیا اس خیر کے بعد کوئی اور شر بھی آنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا کہ اس شر کے بعد پھر کوئی خیر ہوگا، آپ نے فرمایا: ''ہاں! مگر اس میں کچھ کدورت ہوگی۔ میں نے عرض کیا وہ کدورت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ میرے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کریں گے۔ تمہیں ان کے کچھ افعال اچھے معلوم ہوں گے اور کچھ بُرے۔ پھر میں نے عرض کیا: اس خیر کے بعد کیا اور شر بھی ہوگا؟۔ فرمایا: ہاں! کچھ لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف آنے کی دعوت دیں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اس کو جہنم میں گرا دیں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ان لوگوں کا حال بیان کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا: وہ ہماری ہی قوم سے ہوں گے اور ہماری ہی طرح گفتگو کریں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر مجھے یہ زمانہ ملے تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو مضبوط پکڑے رہنا۔ میں نے عرض کیا: اگر ان کی کوئی جماعت اور امام نہ ہو؟

آپ نے فرمایا:

((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذَالِكَ .)) [1]

''تو اس وقت تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کر لینا۔ اگر چہ اس کی وجہ سے تجھے درخت کی جڑ چبانے تک نوبت پہنچ جائے، یہاں تک کہ اسی حالت میں تجھے موت آ جائے۔''

انسان پریشان ہوتا ہے کہ وہ ایسے دور میں حتمی فیصلہ کیا کرے! کیونکہ عام لوگوں اور جماعت وجمعیات پر یہ سوچ غالب ہے:

﴿ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ﴾ (الانعام: ۱۰۸)

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علاماتِ النبوۃ فی الاسلام، ح: ۳۶۰۶.

Marfat.com

''ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔''

اس لیے ایسی جگہ ایک داعی لوگوں کے تمام حقوق ادا کرنے کے ساتھ ان پر بھرپور اتمام حجت کرے اور استدلال کے ساتھ حق پر قائم رہے اور بلا خوف لومۃ لائم فاسق و فاجر کی امارت امامت کے علی الرغم کھلا شرک کرنے والوں، سود اور بے حیائی پر مدد کرنے والے قائدین سے دُور رہے اس لیے کہ جلیل القدر صحابہ کے اجتہادی بھول چوک کو بھی شارع علیہ السلام نے نظر انداز نہیں کیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ اچھی طرح نہ کہہ سکے کہ ہم نے اسلام قبول کیا بلکہ وہ یوں کہنے لگے کہ ہم نے اپنا دین بدل ڈالا جس پر حضرت خالد نے انہیں قتل اور قید کرنا شروع کر دیا اور ہم میں سے ہر ایک آدمی کو ایک ایک قیدی دے دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو ہرگز قتل نہیں کروں گا اور نہ ہی میرا کوئی ساتھی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ پھر ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے یہ قصہ بیان کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرَءُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَیْنِ .)) [1]

''اے اللہ! میں خالد کے فعل سے بریٔ الذمہ ہوں، دو بار یہی فرمایا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا جس کا امیر ایک انصاری صحابی کو بنایا اور اس کی اطاعت کا حکم دیا۔ کسی وجہ سے اس کو غصہ آیا۔ اپنے مامورین کو حکم دیا کہ آگ جلاؤ اور اس میں داخل ہو جاؤ۔ لوگوں نے حکم عدولی کی اور امیر کا غصہ بھی فرو ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا:

((لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اَلطَّاعَةُ فِیْ

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبي خالد بن الولید الی بن جذیمة، رقم: ٤٣٣٩.

Marfat.com

الْمَعْرُوْفِ .)) ❶

"اگر تم لوگ اس میں گھس جاتے تو قیامت تک اس سے نہ نکل سکتے، اس لیے کہ اطاعت صرف معروف میں ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے: ((لَا طَاعَةَ فِی مَعْصِیَةِ اللّٰهِ)) ❶...... ((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ)) ❷...... مذکورہ حدیثوں کا انطباق ان امیروں پر ہوتا ہے جو تشریعی ضوابط سے امیر نامزد ہوتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو جمہوری اور طاغوتی طریقوں سے مسلمانوں کے معاملات زندگی پر حاوی ہو جاتے ہیں تو کیا ان کا اسلامی اقدار سے دور کا بھی ناطہ رہ جاتا ہے؟ یاللعجب!

جماعتی کون؟

ایک داعی کی ایسی ثابت قدمی سے مقصد! ایک ایک بالشت کی الگ الگ مسجدیں تعمیر کرنا نہیں ہے بلکہ وہ اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار اور اعلیٰ عزیمت و سرفروشی کو کتاب و سنت کی حجت کے ساتھ مزین و مملو کرے۔ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا حکم (تمام صحابہ کے علی الرغم) اکیلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ بعدہ اللہ کی مہربانی سے دوسرے صحابہ بھی قائل ہو گئے۔

"طلاق المکرہ" کا فتنۂ عظیم اکیلے امام مالک رحمہ اللہ کے حصہ میں آیا۔ جس کا مقابلہ انہوں نے پامردی سے کیا۔ ایک آدمی نے مٹ کر اور پٹ کر اسلام کے علم کو بلند رکھا۔ اسی طرح "خلق قرآن" کے مسئلہ میں امام احمد بن حنبل نے عظیم الشان عزیمت دکھائی دوسرے علماء و ائمہ کو منہ تکتا چھوڑ دیا اور اکیلے اس راہ پُر خطر کو اپنایا۔

اسلام میں ایسے بہت سے واقعات ہوئے اور ہو سکتے ہیں کہ ان حالات میں ایسی شخصیت اکیلی بھی جماعت کہلا سکتی ہے۔ اللہ کی مہربانی ہمیشہ اور ہر دَور میں رہی اور رہے گی کہ ایسے مردِ کامل کا ساتھ دینے والے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بھلا اللہ ان کو اکیلا کیسے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، سریة عبداللہ بن حذافة السهمي... وإنها سرية الانصاری: ٤٣٤٠.

Marfat.com

چھوڑے گا جو دین کی سچی اور بے لاگ خدمت کرتے ہیں۔ (اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ) پھر تو وہ جماعت سے کٹا ہوا کہاں رہے!!

یہاں سمجھنے کی ایک بات اور ہے کہ جب داعی کی عین آزمائش کا دور چل رہا ہو! اس وقت فتنہ پرور اور منافق قسم کے لوگ اُن کی موجودہ آزمائش کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اور اس میں لوگوں کے بہکنے والے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر حق پر ہوتے تو جیل کیوں گئے؟ مسلمان حاکم کی بات نہیں مانی، دیکھو اس کو کیا توفیق ملی کہ جماعت سے نمازیں نہیں پڑھ پاتا ہے، وغیرہ وغیرہ، پھبتیاں کسی جاتی ہیں۔

عالم اسلام کے مختلف ادوار اور علاقوں میں اسلامی تہذیب و ثقافت پر جو یلغاریں ہوتی رہی ہیں، اس میں غیروں سے زیادہ اپنوں کی اسی سرکشی، نفس پرستی اور فرعونیت نے ہزیمت و بے چارگی سے اس ملت کو دوچار کیا۔

اسلام اپنی حقانیت وصداقت اور امانت و قیادت کے بل بوتے پر جس تیزی کے ساتھ دنیا پر چھانے لگا، ٹھیک اسی سبک خرامی کے ساتھ وہ لوگ جو کافرانہ ماحول کا اثر لیے ہوئے تھے، اس کے جسم اطہر پر تیشہ و تلوار چلانے لگے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی اصلی روح معاشرہ کے ہر شعبہ و خطہ سے رُخصت ہوتی چلی گئی۔ کچھ لوگ اس کے اثر اور رسم کو سادگی میں اور معمولی (دراندازی) سمجھ کر نظر انداز کرتے چلے گئے اور اکثر لوگوں نے خاموش تماشائی بن کر اس فتنہ اور رخنہ کو گوارا کر لینے میں عافیت و مصلحت محسوس کی۔

بھوج کی جمعیت:

ہندوستان کے شمالی وجنوب اور ترائی نیپال کے کچھ علاقے اور دیہات ایسے ہیں جہاں بھوج کی ایک سپریم کونسل ہوتی ہے، جس کا اثر و نفوذ ہر شخص پر لازمی و لابدی ہوتا ہے۔ اس بیٹھک اور مجلس میں گاؤں اور کمیونٹی کا ہر (گارجین) شخص ضرور شریک ہوتا ہے، اس قیادت کا طرز و مماثلت ہندوؤں کے ماجنی سسٹم سے مستعار ہے۔ لاکھ ترقی اور بلند تدبیری کے باوجود باپ دادا کے قدیم روایتی اقدار سے سرموٗ انحراف نہیں کریں گے۔ ان کے یہاں امر

Marfat.com

بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوئی تحریک نہیں! بے نمازیوں! شرابیوں اور سود خوروں پر کچھ پابندی نہیں۔ عائلی و معاشرتی شعبوں میں اصلاح کی کوئی رضا کارانہ جدو جہد نہیں، بلکہ سارا انحصار اور تگ و دو کا لب لباب بھوج کی فرضیت اور کھانے کی اصلاح ہی ہے۔ جو کوئی اپنی اولاد کی شادی کرنا چاہے، اس کو مذکورہ کونسل سے منظوری لینا سب کاموں سے زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ پھر یہی ادارہ اور قیادت (جو نرے جاہلوں کی ہوتی ہے) کھانے کے معیار کو طے کرتی ہے، براتیوں اور آپ کے یہاں آنے والے مہمانوں کی عزت افزائی کے لیے بلکہ کھانوں کی تقسیم و ترتیب کے واسطے بھی انہی کے احکامات نافذ ہوں گے، جس میں اوباش لڑکوں کو متعین کیا جاتا ہے۔ جس سے آپ کا پورا پروگرام مضحکہ خیزی اور جگ ہنسائی کی علامت بن جاتا ہے۔ عقد اور نکاح کے موقعوں پر بہت بھونڈی رسوم ادا کی جاتی ہیں۔ قاضی و قیادت کا بھی بڑا ناشائستہ تال میل ہوتا ہے۔ بسا اوقات دھینگا مشتی اور مار پیٹ بھی خوب ہوتی ہے، غرضیکہ شادی جو سادگی اور سنت کی علامت ہونا تھی بربادی اور بدمزگی کے پورے نقوش ثبت کر جاتی ہے۔ بدقسمتی سے کوئی جماعتی بھائی اس طریقہ اور منہج کا انکار کر دے اور اس کی رضا و رغبت سے بھوج نہ کرائے تو وہ آدمی کمیونٹی سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ سماجی طور پر اس کے بائیکاٹ کا اعلان ہوتا ہے۔ آگ اور پانی پر پابندی لگ جاتی ہے۔ سلام و کلام کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ ان کے عتاب کا نشانہ عالم ہو کہ جاہل! خوب مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ نکتہ چینی اور عیب جوئی کی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس پر الزام و اتہام لگا کر زدو کوب بھی کیا جاتا ہے۔ اس ہڑبونگ میں حاجی، نمازی، سیاست کار، جید علماء و ائمہ سب شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کی تہذیبی و اصلاحی خدو خال سے اختلاف کے باوجود ایسی قیادت (شرارت) کے ہاں میں ہاں ملانے پر یہ سب افراد مجبور و بے بس نظر آتے ہیں۔ باپ دادا کی ان جاہلانہ رسوم کو ادا کرنے میں عوام انچ بھر بھی سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اور خواص غالباً کسی زندہ تحریک کے انتظار میں بوڑھے ہو رہے ہیں۔

اجتماعی کھانے کی ایسی سختی کو قرآن نے مسترد کیا ہے۔

Marfat.com

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا﴾ (النور: ٦١)

''تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں تم ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ۔''

اسلامی معاشرہ میں باپ دادا کی روایات کو سختی سے نافذ کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ ایسی ہی تقلید کے خاتمہ کے لیے نبی ﷺ مبعوث ہوئے تھے۔

ہرقل کے دربار میں ابوسفیان نے نبی کریم ﷺ کا جو تعارف پیش کیا اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے:

((يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاءُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ.)) [1]

''وہ کہتا ہے (نبی کریم ﷺ) صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمہارے باپ دادا کہتے (اور کرتے) رہے اور وہ پیغمبر ہمیں نماز پڑھنے سچ بولنے، پاک دامنی اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ تین آدمیوں سے بغض رکھتا ہے جو حرم کعبہ میں ظلم و ستم کرے، جو اسلام میں جاہلیت کے طریقے نکالے اور جو خون ناحق بہانے کی فکر میں لگا رہے۔'' [2]

قرآن میں نبی کریم ﷺ کی ایک صفت خاص یہ بتائی گئی ہے:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (الاعراف: ١٠٧)

''(یہ نبی) ان کے بوجھ ان پر سے اُتارتا ہے اور وہ بندشیں کھولتا ہے، جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔''

---

[1] صحيح بخاري، كتاب بدء الوحي، رقم: ٧

[2] صحيح بخاري، كتاب الديات، باب من طلب دم امرىء بغير حق، رقم: ٦٨٨٢.

Marfat.com

اس لیے باپ دادا کے وہ طریقے جو ہندوانہ، غیر اسلامی اور نفس پرستانہ ہوں اور جس کی جکڑ بندیوں میں عوام پس رہے ہوں داعی کو یکلخت ٹھکرا دینے چاہییے۔ جو سماج اور معاشرہ ایسی تاریکیوں میں ڈوب جائے (کہ وہ حق پرستوں کو جماعت کا باغی اور گمراہ کہنا شروع کر دے) اس کی اصلاح و انقلاب کے لیے چاہے جتنی بغاوتیں کرنی پڑیں کرے اور اولو العزم داعی کو اس تحریک و تبدیلی پر بھی کمر بستہ ہو جانا چاہیے کہ ایسا ہی انقلاب شروع کرنے والے سچے داعی اور جماعتی ہوتے ہیں۔ چاہے وہ اکیلے ہوں یا دو دو یا چھوٹا سا طائفہ منصورہ رکھتے ہوں، اور سب کام کتاب و سنت کے مطابق کرنے والے ہوں۔

جو داعی کفر و شرک اور غیر اسلامی روایات کو ختم کر کے کتاب و سنت کے مطابق زندگی کے فیصلے کریں وہی لوگ جماعت ہیں کہ جس کی اطاعت سب پر فرض ہوتی ہے۔

((اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوْا لَهُ وَأَطِيْعُوْا.)) [1]

''اگر تم پر کوئی ناک کٹا غلام حاکم بنا دیا جائے اور وہ تم پر کتاب اللہ کے مطابق حکمرانی کرے اس کی اطاعت کرو۔''

کثرت نے گھٹنے ٹیکے:

اکثریت کا ہوا دکھا کر سیاست کی گرم بازاری اور اس کا جھانسہ دینے والوں کو عقل آنی چاہیے کہ شیطان کی اتباع کرنے والے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ جب کہ حق کے پرستار تھوڑے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کا واضح انداز ملاحظہ فرمائیں:

﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۰ ﴾ (سبا: ۲۰)

''اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے پیروکار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے۔''

---

[1] صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصية وتحريمها فی المعصية، کتاب الامارة: ۱۸۳۸.

Marfat.com

ابلیس کے چو طرفہ حملوں کا شکار بھی بڑی تعداد والے ہوتے۔

﴿ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿١٧﴾ ﴾ (الاعراف : ۱۷)

''پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائیں گے۔''

﴿ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ؗ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾ ﴾ (بنی اسرائیل : ٦٢)

''اچھا دیکھ لے، اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کر لوں گا۔''

اس لیے اے لوگو! اسلام کے دھارے میں شامل ہو جاؤ اور حق کو حق کے انداز میں قبول کر لو نہ کہ چار دن کی چاندنی کے واسطے اکثریت کے پیچھے دوڑنے لگو، کیونکہ پہلی قومیں جب پیغمبری دلائل ہونے کے باوجود ایمان سے سرفراز نہ ہوئیں جو اکثریت میں ہوتے تھے تو اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ ﴾ (یونس : ۱۳)

''اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا، جب کہ انہوں نے ظلم کیا، حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے۔''

برادرانِ یوسف علیہ السلام کے احوال میں بھی اسی کثرت وقوت کے غرور کا طرفہ تماشا دکھائی دیتا ہے:

Marfat.com

﴿اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾

(یوسف: ۸)

"جب کہ انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی بہ نسبت ہمارے باپ کو بہت زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم (طاقتور) جماعت ہیں۔"

پھر اس اکثریتی سوچ نے انہیں (پیغمبر کی اولاد ہونے کے باوجود) سطحی و سفلی حرکتوں پر اکسایا۔ جس کا آخری انجام ذلت و پشیمانی کی صورت میں وقوع پذیر ہوا، اور ایک وقت آیا کہ اکیلے یوسف کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے اور اپنی غلطیوں کا اقرار کرلیا:

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕیْنَ﴾ (یوسف: ۹۱)

"انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار تھے۔"

مشورہ کا مفہوم:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

"اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔"

(اگر معاملہ تنظیمی ہوتو) اس آیت میں عَزَمْتَ کی ضمیر قائد کی طرف لوٹتی ہے، جو اکیلا اور تنہا ہوتا ہے۔ چونکہ قائد صاحب کمال و ہنر سے مشورہ کے بعد حکم تشریعی کو آخری شکل دیتا ہے، پھر یہ مشورے اقسام کے اعتبار سے افادیت کا رنگ بھرتے ہیں۔ مثلاً پہلی قسم یہ ہے کہ اگر قائد کو قرآن و حدیث سے نص صریح مل جائے تو مشورے کا رسمی عذر بھی درخور اعتنا نہیں رہتا! دوسرا یہ کہ اختلافی مسئلہ میں دلائل کی قوت کے انتخاب و حمایت پر قائد کو توکل علی اللہ (کرنا) ہوگا۔ صرف تیسرا پہلو ایسا ہے جس میں نص صریح اور استدلال کی قوت بھی نہیں ہے اور ہنگامی طور پر ایک مسئلہ اور المیہ کھڑا ہو گیا ہے تو قائد صاحب کمال و ہنر سے مشورہ کرے

Marfat.com

گا، نہ یہ کہ عمارتی کاریگر سے جہاز کے متعلق اور انجینئر سے سلائی کے بارے میں پوچھے گا۔
یہاں کثرت کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ لیاقت دیکھی جائے گی!

پھر قائد مشورہ کے بعد صحیح رائے کو قبول کرے اور غلط رائے کو مسترد کردے، گرچہ وہ پوری ایک جماعت ہو۔ جیسا کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی ناپسندیدگی کے باوجود آپ نے یہ جری فیصلہ کیا ﴿وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ﴾ آگے ارشاد ہے:

﴿يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝﴾ (الانفال: ٦)

''وہ اس حق کے بارے میں اس کے بعد کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لیے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔''

Marfat.com

واقعات رنگ لاتے ہیں

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

انبیاء کی زندگی واقعات سے پُر ہے:

فکری انقلاب اور تحریک اقدام پر جب داعی ٹھوکریں کھاتا ہے اور اس کے نتیجے میں جو واقعات جنم لیتے ہیں یہ زندگی پر انمٹ نقوش ثبت کر جاتے ہیں، جو مٹائے نہیں مٹتے اور بھلائے نہیں بھولتے۔ اس سے سب سے زیادہ جو فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ ان حالات و کیفیات سے بے خوف و خطر اور قدم بقدم منزل کی جانب بڑھنے کے لیے پرعزم اور تروتازہ رہتے ہیں۔ راستے جس قدر طے ہوتے جاتے ہیں وہاں سے مڑنا! خفت و سبکی اور خسران کا باعث نظر آنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء و رسل کی زندگیاں واقعات سے بھری ہوئی ہیں، جن سے عبرت و موعظت کے واسطے آخری نبی محمد ﷺ اور آپ کی امت کو موقع بموقعہ روشناس کیا گیا۔

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ (النساء: ١٦٤)

''اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کیے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں کیے۔''

معلوم ہوا انبیاء علیہم السلام واقعات و حادثات سے نبرد آزما ہوئے ہیں۔ قرآن میں معلوم

Marfat.com

انبیاء کی تعداد پچیس ہے اور نا معلوم کی کوئی تعداد (معلوم) نہیں۔ اس کے باوجود وہ واقعات و سانحات سے خالی نہیں رہے۔ لہٰذا جن لوگوں کی زندگی کورے اور سادہ کاغذ کے مثل ہے ، انبیاء کی قبیل اور اس جماعت کے زمرے میں شامل نہیں سمجھے جائیں گے۔ حالانکہ بھلائی کا وعدہ تو سبھی سے ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾﴾ (النساء: ٩٥)

''اور یوں تو اللہ نے ہر ایک سے خوبی اور اچھائی کا وعدہ کیا ہے لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔''

اور حدیث رسول ﷺ ہے:

((أَلْمُوْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَأَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ .)) [1]

''طاقت ور مومن، زیادہ بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے کمزور مومن سے اور ہر ایک (قوی وضعیف) میں بہتری ہے، اس چیز کی حرص کرو جو تمہیں نفع دے اور اللہ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ ہارو۔''

مگر افسوس! اس وقت بغیر خون اور پسینہ بہائے ہزاروں قیس وفرہاد ہیں جو لیلائے مراد کی جستجو میں لق ودق صحرا کی خاک چھانتے پھرتے ہیں اور اپنی ہر دیوانگی کو واقعہ اور جملہ سفلہ پن کو کارنامہ شمار کرتے ہیں، حالانکہ ترجیح تو کردار کی بلندی کو حاصل ہے۔

وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

ویسے کس نہ کسی واقعات و حادثات سے سبھی منسوب رہتے ہیں۔ کچھ اچھے، اور کچھ

[1] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب الایمان بالقدر والاذعان له، رقم: ٢٦٦٤

Marfat.com

کھٹے۔ ہاں! وہ واقعات جس میں اولوالعزمی کا درس موجود ہو حدود نظریات کی سرحدوں کو محفوظ و مستحکم کرتے ہیں، اور وہ سانحات جن میں انبیاء و سلف اُمۃ کی یادگار کا احیاء ہوتا ہے اقدام تحریک کو جلا اور تحرک دیتے ہیں اور وہ ٹھوکریں لگنے سے جن کے گرد و غبار سے دنیا و مافیہا کی سب نعمتیں ہیچ ہیں، زندگی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ کفار و ملحدین کے ارمان کچلے جاتے اور جنت کی بہاریں قدم بوسی کرنے لگتی ہیں۔

((لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْرَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.)) [1]

تو واقعات یہ ہوتے ہیں اور زندگی کے رنگ ان سے بھرتے ہیں۔

دین داری کا دعویٰ اور نمائش:

آج کل کے واقعات ایسے ہیں جو اپنی پہچان آپ ہوتے ہیں۔ کسی ادارہ یا گاؤں میں ایک شاطر و فاجر آدمی مسلمانوں کے معاملات و اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کرتا ہے۔ چند ملحدین کی حمایت سے ایک ٹیم تیار کرتا ہے، جو سادہ اور شریف لوگوں کو دباؤ میں رکھ کر مسجد و مدرسہ پر اپنا تصرف مضبوط کرتا ہے اور یہ سیدھے سادھے دین پسند لوگ کسی غیبی مدد کے انتظار اور بڑے فتنوں سے بچاؤ کے لیے بادل نخواستہ ان کا ساتھ دیتے رہتے ہیں۔ جب کہ یہ (شاطر) لوگ اپنے غاصبانہ قبضہ کی طوالت کو بھلائی اور درستگی کی علامت سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی دھڑلے سے یہ بھی کہیں گے: کیا ہم بدھو اور بے وقوف ہیں جو دس سالوں سے گاؤں اور ادارہ چلا رہے ہیں؟ پھر وہ اپنے ایام قیادت کے واقعات و کارنامے ڈھٹائی سے سناتے ہیں۔

''ارے میں نے فلاں کے بیل باندھ کر (ضبط کر کے) مسجد کی محراب تعمیر کی! فلاں سے جبراً روپے لے کر مدرسہ کا فرش بنایا! گرچہ رقم (مجبوری میں) سود پر لی تھی! بھلے سے بڑا ٹیڑھا آدمی اور سیانا بنتا تھا! ایسے ہی فلاں آدمی گاؤں والوں کو بھوج نہ دے رہا تھا! ایسا بے بس کیا کہ اسے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑے! بارات نے بھی بڑے مزے سے کھانا کھایا اور جہیز بھی

---

[1] ترجمہ: ''اللہ کے راستہ میں صبح و شام نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔'' رواہ البخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الغدوه والرّوحة في سبيل الله وقابُ قوسِ احدكم في الجنّة، رقم: ۲۷۹۲.

Marfat.com

خاطر خواہ دلایا! کیا ہم اپنے گاؤں کی ناک کٹنے دیں؟ بیچارا لڑکے والا بڑے، تزک و احتشام سے بارات جیپوں اور بسوں میں لایا تھا! لڑکی والے نے رقم سود پر لی ہے! جہنم میں جائے بدبخت! ہمارا کیا ہے؟ ہمیں تو عوام اور اکثریت کی فکر دامن گیر ہے!!

ایسا ہی مدرسہ کے تعلیمی معیار کی نمائش سال میں ایک دو بار ضرور ہوتی ہے۔ آپس میں ملی بھگت کے ساتھ انتظامیہ و اسٹاف "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" کے مصداق ایک دوسرے کی بے جا تعریف کر کے عوام کو خوب الو بناتے ہیں۔ گھسا پٹا، رٹا رٹایا عنوان و تقریر سے بچوں کی سالانہ لیاقت ظاہر کی جاتی ہے۔ بچوں کی علمی استعداد اور تربیتی نظام پر توجہ دینے کی بجائے جبر و استحصال کے ذریعہ بے جا جرمانہ اور گراں بار فیس لی جاتی ہے۔ یہ غیر اخلاقی حرکتیں ہر چھوٹے بڑے، اکثر اداروں کی ہیں۔

تو یہ ہے ان لوگوں کے کارنامے، خدمات اور زرّیں واقعات لیل و نہار۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

ایسے ہی نادان لوگوں کی سوچ کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۗ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝١٦﴾ (الحجرات: ١٦)

"کہہ دیجیے! کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دین سے آگاہ کر رہے ہو، اللہ ہر اس چیز سے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

یہ لوگ اپنے ان جھوٹے کارناموں کو اللہ کی تائید کا باعث سمجھتے ہیں، جبکہ ایک بصیرت افروز داعی اسے فراڈ اور خود فریبی قرار دیتا ہے۔ جس سے برافروختہ ہو کر کبھی وہ جنگ و جدال پر اتر آتا ہے۔

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝٢٠٤﴾ (البقرہ: ٢٠٤)

Marfat.com

''بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے، حالانکہ دراصل وہ زبردست جھگڑالو ہے۔''

بلکہ ایسے لوگ اپنی تعریف میں ان کارناموں کو بھی شامل کرتے ہیں جو انہوں نے کیے نہیں ہیں۔ یہ صفت منافق کی ہوتی ہے جو صرف دنیاوی غرض کے لیے مسلمانوں میں مقام اور حیثیت چاہتے ہیں۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُنَافِقِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوا عَنْهُ وَفَرِحُوا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اعْتَذَرُوا إِلَيْهِ وَحَلَفُوا وَأَحَبُّوا أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَنَزَلَتْ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا﴾ (آل عمران: ۱۸۸).)) [1]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چند منافق ایسے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ جہاد کو تشریف لے جاتے تو وہ مدینہ میں پیچھے رہ جاتے اور پیچھے رہنے پر خوش ہوتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ جہاد سے لوٹ کر واپس آتے تو عذر بنا کر حلف اٹھا لیتے اور اس بات کو پسند کرتے کہ جو کام انہوں نے نہیں کیا اس میں ان کی تعریف کی جائے تب مذکورہ بالا آیت ان کے متعلق نازل ہوئیں۔ (وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو انہوں نے نہیں کیا اس پر بھی ان کی تعریفیں کی جائیں......۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٤٩﴾﴾ (النساء: ۴۹)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا، رقم: ۴۵۶۷.

Marfat.com

"کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود کرتے ہیں؟ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاکیزہ کرتا ہے کسی پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہ کیا جائے گا۔"

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لوگ اپنی حکمرانی قائم رکھنے کے لیے ہر عیب کو ہنر ہی ثابت کرتے ہیں۔ اس نشہ میں اسلامی شعار کے ساتھ انسانی اقدار کی بھی دھجیاں اڑاتے ہیں اور بے شرمی کے ساتھ اپنے اقتدار اور وافر مال سے لوگوں کو مرعوب کرتے ہیں۔ جیسا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کا ستارۂ عظمت بلند ہوتا دیکھ کر لوگوں کو جھانسہ دیا تھا۔

﴿ وَ نَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ ﴾ (الزخرف: ٥١)

"اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کا ملک میرا نہیں؟ اور میرے (محلوں میں) نیچے یہ نہریں بہہ رہی ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں۔"

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال و جاہ کی فضیحت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

((عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِاَفْسَدَلَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ .))

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھیڑیے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں بھیجا جائے، (بکریوں کو) اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان آدمی کے مال اور دین کی بناء پر حب جاہ اس کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔"

صبر آزما واقعات سے انسان آگے بڑھتا اور حوصلہ پاتا ہے:

اس وقت ضرورت ہے کہ لوگوں کو (حسب حال چھوڑ کر) طہارت و تقویٰ کے ساتھ توحید و سنت کا پرچار کیا جائے، اور شرک و بدعت اور رسم و رواج کے نتیجہ میں جو مصائب و

Marfat.com

صدمہ جھیلنا پڑے صبر وشکر کے ساتھ جھیل لیا جائے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا وتیرہ اور طریقہ رہا ہے۔ جو اخلاق کریمانہ کی سراپا تصویر تھے، لوگوں کے لیے آسانیاں اور راحتیں نکالتے، بلکہ ظلم وستم کے باوجود ان کے حق میں دعائے خیر وفلاح ہی کرتے تھے۔ یہ اخلاق فاضلہ کی نادر مثال ہے کہ جو چوٹ پہنچائے اسی کے حق میں دعا کی جائے۔ امت کے لیے بھی یہی اسوہ ہے کہ وہ اللہ! اس کے رسول! اور مسلمانوں کے ائمہ اور عام لوگوں کے لیے خیر خواہی کا جذبہ رکھے۔

((عَنْ عَبْدُاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ .))[1]

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جس کو اس کی قوم نے مار کر لہولہان کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتا ہوا کہہ رہا ہے، یا اللہ! میری قوم کو معاف کر دے اس لیے کہ یہ بے علم ہے۔“

اللہ کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بڑے المناک حادثات پیش آئے ہیں۔ جنگ احد میں عبداللہ بن قمئہ نے آپ کے چہرہ کو زخمی کیا۔ عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کے دانتوں کو صدمہ پہنچایا اور عبداللہ بن ہشام نے آپ کے سر مبارک پر خود ہلیمٹ کو توڑا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صاف کرتی تھیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔

((عَنْ سَهْلٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّ يُمْسِكُ فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ الدَّمَ لَا يَرْتَدُّ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ حَصِيرًا فَأَحْرَقَتْهُ

[1] صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، رقم: ۳۴۷۷؛ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوہ أحد رقم: ۱۷۹۲.

Marfat.com

حَتّٰی صَارَ رَمَادًا أَلْزَقَتْهُ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ .))❶

''حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے احد کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھائل ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا آپ کے چہرہ مبارک پر زخم آئے اور آپ کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے تھے اور خود ہیلمٹ آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گئی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون برابر بڑھتا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی جلائی اور اس کی راکھ کو آپ کے زخموں پر لگا دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔''

حادثات و مجاہدات کے نتیجے میں (واقعات جنم لینے کے بعد) واپس مڑنا اور سستی کی زندگی گزارنا عار اور خودداری کا مسئلہ بن جاتا ہے تو اس سے منزل کے کئی زینے خود بخود طے ہونے لگتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف گوشوں میں پیش آنے والے مرحلہ وار حادثات اور بے شمار خونچکاں واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہر سانحہ کے بعد آگے ہی بڑھتے گئے اور صلح حدیبیہ میں پیچھے ہٹنے کا جو معاملہ ہوا وہ خاص اللہ کے حکم سے ہوا جو جلد ہی فتح مبین میں بدل گیا۔ گویا یہ واقعہ بھی (جو دب کر) وقوع پذیر ہوا یکا یک کئی زینوں کو عبور کرنے کا بڑا ذریعہ بنا۔

حادثات کے نتیجہ میں آدمی اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے جبکہ خوشحالی و فارغ البالی میں دنیا کی طرف راغب رہتا ہے۔ ہمارے یہاں برصغیر میں دعاۃ علمائے کرام ادارتی شعبوں سے منسلک ہوتے ہیں، جہاں واقعات برائے نام پیدا ہوتے ہیں، چونکہ تحریکی زندگی میں قدم رکھنے پر حوصلہ میں پستی اور مدیران کی سختی و بے بضاعتی ہمیشہ آڑے آتی ہے۔ حالانکہ دین اگر سخت اضمحلال کا شکار ہو جائے اور ہر گوشہ میں فتنوں کی گرم بازاری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ ہر بند کو توڑنے اور سارے طوق و سلاسل سے نجات کی کوشش میں کمربستہ ہونا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر باب لبس البیضة، رقم: ۲۹۱۱.

Marfat.com

چاہیے۔ اس کے لیے چند افراد کی ٹولی تیار ہو یا اکیلے ہی اس سفر حیات کو خالص کتاب و سنت
کے سانچہ میں ڈھالا جائے اس سلسلہ میں اسے ہر وقت مستعد اور پر عزم رہنا چاہیے۔

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ ﴾ (سبا: ٤٦)

''کہہ دیجیے! کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے (ضد اور جمود چھوڑ کر) دو دو مل کر یا تنہا تنہا ہو کر سوچو تو سہی۔''

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں! لا الہ الا اللہ

قرآن میں ہے:

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً ﴾ (النحل: ١٢٠)

''بے شک ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امۃ (پیشوا) تھے۔''

اصحاب کہف کے واقعہ میں بھی اسی شاکلۂ قرآنی کا پتہ چلتا ہے۔

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝ ﴾ (الکہف: ١٣ تا ١٤)

''ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی۔ ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا۔ جبکہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے، ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں، اگر ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی۔''

اسلام میں واقعات کی اہمیت وحقیقت ہر تحریکی و انقلابی سانحہ کے بعد خوب روشن اور

Marfat.com

نمایاں ہوتی ہے۔ جو ہر صاحب بصیرت کی آنکھیں کھولنے اور دل دھڑکانے کا باعث بنتی ہیں۔ قرآن نے اصحاب کہف کے اقدام کو شرک و کفر اور ظلم و استبداد کے رد میں ایک علامتی اور مثالی کارنامہ کے طور پر بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کے اس جری فیصلہ کے بعد اللہ نے ان کے دل انتہائی مضبوط کر دیے تھے۔ ﴿وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ اس سے معلوم ہوا جس کا فیصلہ جری نہیں ہوتا ہے وہ مخمصہ اور تذبذب کا شکار رہتا ہے، اس لیے ان کا اس بڑے اور خطرناک فیصلے کے ساتھ رب سے مناجات کا انداز کس قدر نرالا اور واقعہ کے عین مطابق ہے۔ ملاحظہ کریں۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾﴾

(الکہف: ۱۰)

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کو آسان کر دے۔"

((كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ فَيُجَاءُ بِالْمِيْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ .)) [1]

"تم لوگوں سے قبل کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ ان کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا۔ پھر اس میں انہیں کھڑا کر دیا جاتا۔ آرا لایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے لیکن اس قدر سختی بھی ان کو ان کے دین سے برگشتہ نہ کر پاتی تھی، پھر ان کے گوشت کے نیچے ہڈی اور پٹھوں پر لوہے کی کنگھیاں پھیری جاتی تھیں، لیکن یہ اذیت بھی انہیں ان کے دین سے نہ ہٹا سکتی تھی۔"

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، رقم: ۳۶۱۲.

Marfat.com

داعی ؀ یمان راسخ اور توکل اگر اللہ پر ہو تو سلف امۃ کے مثالی واقعات رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں۔ ایمان و توکل کی یہ زندہ مثال حضرت ابوعبیدہ کے واقعہ میں بھی خوب موجود ہے۔

رنگ تصور کہن میں بھر کے دکھلا دے مجھے
قصۂ ایام سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ کی سرکردگی میں تین سو صحابہ کی ایک جماعت قافلہ قریش کے تعاقب کے لیے روانہ کی، صحابہ کہتے ہیں کہ اس سفر میں ہم لوگوں کو چوبیس گھنٹہ میں صرف ایک کھجور ملتی تھی جسے ہم بچوں کی طرح چوس کر گزارہ کرتے اور اس پر سے پانی پی لیتے تھے۔ اسی طرح درخت کے پتے بھگو کر کھا لیتے تھے۔ پھر آگے واقعہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ترس کھا کر سمندر سے عنبر مچھلی کا تحفہ بطور خوراک عنایت کر دیا جسے صحابہ کرامؓ ایک مہینے تک کھا کھا کر موٹے تازہ ہو گئے اور بچا ہوا گوشت رسول اللہ ﷺ کو بھی کھلایا۔ ❶

حضرت ابوموسیٰ اشعری غزوہ ذات الرقاع کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں اس حال میں کہ اس کے افشاء کو ناگوار محسوس کرتے تھے۔

((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَواةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي وَكُنَّا نَلُفُّ عَلَى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ.)) ❷

"ہم نبی ﷺ کے ہمراہ کسی جنگ میں نکلے جبکہ چھ چھ آدمیوں کو صرف ایک ایک اونٹ ملا تھا۔ ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ چلتے چلتے ہمارے پاؤں چھلنی ہو چکے تھے۔ میرے تو دونوں پاؤں چھلنی ہونے کے بعد ان کے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ سیف البحر، رقم: ٤٣٦١، صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، رقم: ١٩٣٥۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، رقم: ٤١٢٨.

Marfat.com

ناخن بھی گر چکے تھے۔ ہم نے اپنے پاؤں پر چیتھڑے سے لپیٹ لئے، اس لڑائی کا نام ذات الرقاع اسی وجہ سے رکھا گیا تھا۔"

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری زندگی سفر، حضر، ہر طرف دردناک اور سبق آموز واقعات پر مشتمل ہے۔ ایسے تمام واقعات ہی زندگی میں رنگ بھرتے ہیں کہ جس سے ہر دور کا قیصر و کسریٰ سرنگوں ہو جاتا ہے۔

افسوس! ایسے واقعات ہر مسلمان سنتا، پڑھتا اور جانتا ہے، اس کے باوجود خود پسندی اقرباء پرستی، تن آسانی اور فرقہ پرستی نے ان کے عزم و استقلال اور ایمان و ایقان کو گھن کی طرح کھالیا ہے۔

❀❀❀

Marfat.com

داعی کا مضبوط آسرا

ایک موحد داعی وقت اور سماج سے سمجھوتہ نہیں کرسکتا! اگرچہ اسے تنہائی کی مار کھانی پڑجائے کہ اتمام حجت ایسے ہی اعمال و افعال سے ہوسکتی ہے، جس میں توحید و سنت کی بالادستی کے لیے داعی ہر آن کمر بستہ رہے۔ ایسے مواقع پر زمینی حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، مگر جس کے توکل اور سہارے کا منبع اللہ کی ذات والا صفات ہو تو ایسے (وقتی) مسائل و مصائب بھی ٹلتے ہی رہتے ہیں۔ ویسے اس دنیائے فانی میں مشکلات کی کچھ کمی نہیں ہے اور مخالفین کی بہتات ہنوز جاری ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے تھا

اور قرآن مجید کا جامع خطاب یہ ہے:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾﴾ (البقرہ: ٢٥٦)

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔ جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

داعی کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی بڑا راہنما ہے جس سے وہ پرخطر راہوں اور پرفتن ماحول میں بھی روشنی و رہبری لیتا ہے۔

Marfat.com

﴿ وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝۶۹ ﴾ (العنکبوت: ٦٩)

''اور جولوگ ہماری راہوں میں مشقت برداشت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھاتے ہیں یقیناً اللہ نیکوکاروں (مجاہدین) کے ساتھ ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝۵۴ ﴾

(الحج: ٥٤)

''یقیناً اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہے۔''

ظاہری اسباب کی ضرورت:

دعوت کی کامیابی کے لیے انبیاء کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ظاہری اسباب کو بھی بروئے کار لاتے تھے۔ داعی کو سب سے پہلے اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لینا چاہیے تاکہ اس کا حل و تدارک تلاش کیا جائے۔ اس سلسلہ میں قرآن کا سیاق وسباق اس حقیقت کو خوب واضح کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ؕ ۝۳۰ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚۖ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ۝۳۱ ﴾ (الشوریٰ: ٣٠ تا ٣١)

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا بدلہ ہے، اور وہ بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے اور تم ہمیں زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ تمہارے لیے، سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی کارساز ہے نہ مددگار ہے۔''

آدمی جب ابتلاء و آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے یا ظالم سماج کے ظلم وستم کی چکی میں پستا ہے تو اسے خود نجات کی تدبیر اور حرکت وعمل کے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔ مسائل جتنے پیچیدہ اور مشکلات جس قدر کٹھور ہوں داعی کو اس کے لیے تیار و مستعد رہنا چاہیے۔

Marfat.com

داعی کی محنت کبھی نہ کبھی رنگ ضرور لاتی ہے اور مشکلات کے بعد اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴾

''بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔''

یہ تبدیلی ایسی بھی نہیں ہو کہ محض عینک بدلنے سے منظر بدل جائے گا یا رسمی عبادت و ریاضت اور نذر و نیاز ادا کرنے سے تقویٰ و طہارت حاصل ہو جائے گی۔ بقول شاعر

بدلنا ہو تو رندوں سے کہو اپنا چلن بدلے
محض ساقی بدلنے سے، یہ میخانہ نہ بدلے گا

جب کہ لوگوں کی جسارت کا حال یہ ہو گیا ہے کہ اپنے تحفظات کے لیے قرآن کے سیاق و سباق بدل دیتے ہیں۔

علامہ اقبال نے کہا ہے:

خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

دوسری جگہ ہے:

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

ہاں! تو ارضی حقائق سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کفار مکہ کے ظلم و ستم کو سہتے سہتے ظاہری اسباب کے لیے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دُعا کی۔

((اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِأَبِی جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ .)) [1]

---

[1] ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب، رقم: ۳٦٨١.

Marfat.com

''اے اللہ! ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھ کو زیادہ پسند ہے اس کے ذریعہ اسلام کو طاقت و غلبہ عطا فرما۔''

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی کاروبار رسالت و نبوت کے لیے رب تعالیٰ سے جو التجا اور دعا کی، وہ اس طرح ہے۔

﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝٢٩ هٰرُوْنَ اَخِي ۝٣٠ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝٣١ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝٣٢ ﴾ (طٰہ: ۲۹تا۳۲)

''اور میرا وزیر میرے کنبے سے کر دے، یعنی میرے بھائی ہارون کو، تو اس سے میری کمر کس دے، اور اسے میرا شریک کر دے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس مطالبے کو قبول فرمالیا اور آپ کو زمینی قوت سے نواز دیا۔

﴿ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا ﴾

(القصص: ۳۵)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کردیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے۔''

جبکہ لوط علیہ السلام کے واقعہ کا انداز کچھ اس طرح ہے کہ آپ انتہائی کسمپرسی اور بے بسی کی حالت میں (جب بستی والوں نے ان کے مہمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کرنا چاہا) ایک مضبوط آسرا اور بھرپور قوت کے لیے تڑپ اٹھے۔

﴿ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۝٨٠ ﴾

(ھود: ۸۰)

''لوط نے کہا کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا۔''

حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ پر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تبصرہ یہ ہے۔

((رَحِمَ اللّٰهُ لُوْطًا كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَمَا بَعَثَ اِلَيْهِ بَعْدُ

Marfat.com

نَبِیًّا اِلَّا وَھُوَ فِی ثَرْوَۃٍ مِنْ قَوْمِہٖ .)) ❶

"اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی مضبوط آسرا نہ ہونے کے سبب افسردہ تھے۔ لہٰذا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کو اس کی قوم میں خاطر خواہ حیثیت دیئے بغیر مبعوث نہیں فرمایا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف والے واقعہ سے بھی یہ عندیہ ملتا ہے کہ زمینی قوت بھی اپنی حیثیت رکھتی ہے۔ قوم کی ناقدری اور قوت کی قلت کا جو آپ نے شکوہ کیا وہ بایں الفاظ سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

((اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوا ضَعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ .)) ❷

"اے اللہ! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی ناقدری کا شکوہ کرتا ہوں۔"

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت توحید کو ان کی قوم نے ٹھکرا دیا کہ یہ ہم میں سے کمزور ہیں۔ یہ کمزوری جسمانی اعتبار کی تھی یا تنہا ہونے کی وجہ سے! بہرحال قوم کے لوگ خاندانی اثر ورسوخ کی بنا پر قتل کی جسارت نہ کر پاتے تھے۔

﴿ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿۹۱﴾ ﴾

(ھود: ۹۱)

"انھوں نے کہا: اے شعیب! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں، اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزور پاتے ہیں، اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے، اور ہم تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں گنتے۔"

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، تألف قلب من یخاف علی إیمانه لضعفه والنهی عن القطع بالإیمان من غیر دلیل قاطع، رقم: ۱۵۱۔ ❷ الرحیق المختوم اردو، رقم: ۱۸۱.

Marfat.com

توکل، دعا کے ذریعہ:

اگر اسباب کو بروئے کار لانے کے باوجود شورش وشر کا غلبہ بڑھ جائے، بدقماش و ناہنجار لوگ دینی و دنیوی امور پر قابض ہو جائیں تو اس صورت میں اللہ پر توکل کے ساتھ اس فتنہ سے نکلنے کی تدبیر میں بھی کوشاں رہنا چاہیے۔ظاہری اسباب کے تحت اور دعا کے ہتھیار کے ساتھ بھی! یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کے واقعہ سے معلوم ہوتی ہے۔

﴿فَقَالُوا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾﴾ (یونس: ۸۵تا۸۶)

''انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان ظالموں کے لیے فتنہ نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت سے ان کافر لوگوں سے نجات دے۔''

سیّدنا حضرت یونس علیہ السلام جو نینویٰ کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، جب قوم کے لوگ ایمان نہ لائے اور عذاب الٰہی میں تاخیر ہوئی تو آپ (ناراض ہوکر) اللہ کی اجازت کے بغیر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اللہ نے آپ کی گرفت کی اور انہیں مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا۔ نبی کو احساس ہوا اور سخت نادم ہوئے تو صرف اللہ ہی سے فریاد کی۔ مندرجہ آیت سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اگر انسان اللہ کی طرف رجوع نہ کرے تو وہ طویل عرصہ بلکہ قیامت تک اسی فتنہ میں مبتلا رہے گا۔

﴿فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾﴾ (الصفت: ۱۴۳تا۱۴۴)

''پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ میں رہتے۔''

ایک مؤحد کا مضبوط اور آخری آسرا صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے، جس کا عمدہ اور بہترین نقشہ واسوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی میں موجود ہے۔ جب آپ اور ابوبکر صدیق

Marfat.com

ہجرت کی غرض سے غار ثور میں روپوش رہے اور حال یہ تھا کہ مشرکین مکہ اگر اپنے قدموں کی طرف نظر کرتے تو آپ حضرات دیکھ لیے جاتے۔ اس خدشے کا اظہار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا اَبَابَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا .))❶

''اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔''

قرآن میں اس کا نقشہ یوں ہے:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾ ﴾

(التوبہ: ٤٠)

''اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ اسے کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا بھی نہیں اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔''

بندۂ مومن انتہائی کرب، مصیبت اور تناؤ کی گھڑی میں بھی اللہ کو یاد کرنے کا موقع ضائع نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو خالص توحید کے رنگ میں ہمیں پیش کیا ہے۔

ارشاد ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَدْعُو عِنْدَ الْكَرْبِ

❶ صحيح بخاری، تفسير سورة التوبه، رقم: ٤٦٦٣.

Marfat.com

يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ .)) ❶

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بے قراری کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو عظمت والا بردبار ہے، اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے، اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں: جو آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش کریم کا رب ہے۔''

مسلمان کفار کی دسیسہ کاریوں اور ظلم وستم سے جب عاجز آ گئے تو رب کے حضور یہ فریاد اور مناجات کی۔

﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝٧٥ ﴾ (النساء: ٧٥)

''اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کر دے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔''

ٹھوس عزم اور اعلیٰ صفات:

اولوا العزم داعی انتہائی جدوجہد اور صبر وشکیبائی کا مثبت انداز رکھتا ہے جس سے مرحلہ وار دعوت کے تجربات ومشاہدات سے شعور وفکر مستحکم ہوتا جاتا ہے۔ ٹھیک ایسا ہی (وہ) ہر ارتداد اور پرآشوب فتنوں کا مقابلہ بھی فکری ومنہجی عزم ونظم کے ساتھ (صحیح وقت پر) انجام دے پاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ کی زمین میں ہرگز تنگی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعا عند الكرب، رقم: ٦٣٤٦.

Marfat.com

((وَمَنْ جَاءَ نَا مِنْهُمْ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهُ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا .)) ❶

''ان کا جو آدمی ہمارے پاس آئے گا اللہ اس کے لیے کشادگی اور نکلنے کی جگہ بنا دے گا۔''

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ ﴾ (الزمر: ۱۰)

''جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں اس کے لیے نیک بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے، صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط رشتہ کو استوار رکھنا اعلیٰ صفات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس کی عملی صورت یہ ہے کہ عام لوگ تو دین سے منحرف اور بے زار ہونے لگیں، طرح طرح کے شکوک پیدا کریں! مگر داعی اس حالت میں بھی دین کا دفاع کرے۔ لسانی اور جسمانی بھرپور جدوجہد کرے، نبوی فکر ومنہج کو حرز جان بنالے اور بگڑی ہوئی سوسائٹی کو حیات بخشنے کی جدوجہد کرے، تاکہ ان کا شمار اللہ کے نزدیک اعلیٰ ظرف داعی میں ہوسکے، جن کی صفات عالیہ یہ ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۵۴ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝۵۵ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۵۶ ﴾ (المائدہ: ۵۴تا۵۶)

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ کو محبوب رکھتی ہوگی وہ

---

❶ صحيح مسلم، رقم: ۲/۱۰۵.

Marfat.com

نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت و تیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہے دے۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست حلم والا ہے۔ (مسلمانو!) تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع (خشوع وخضوع) کرنے والے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔''

داعی کی صفت خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص محبت اور انابت سے ہے کہ وہ اپنے ایمان کو شرک کی ملاوٹ سے پاک رکھتے ہیں اور یہی چیز اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوتی ہے۔ وگرنہ ظلم کی بھیانک تاریکیاں ہر مقام و منزل اور معاملات زندگی پر بری طرح چھا جاتی ہیں۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾ ﴾ (الانعام: ٨٢)

''جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔''

منظّم اسلامی پلیٹ فارم کی ضرورت:

حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کو اس وقت فکری مواد، منہجی لائحہ عمل اور مقوی غذا کی ہر سطح پر ناگزیر ضرورت پیش ہے تاکہ مفکرین و دانشمندوں کی ایک جماعت اس معاشرہ کے خدوخال کو درست کرے اور شعبہ زندگی کو منظّم اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی ایک متحدہ (پلیٹ فارم) کی تشکیل نو عمل میں لائے۔ پھر ایک بات جو ذہن میں کھٹکتی ہے کہ دار الحرب اور دار الاسلام کے امتیاز کو کس طرح ملحوظ رکھا جائے یا دار الکفر میں نظام اسلامی کی ترتیب و

Marfat.com

تجدید کے لیے کس طرح کا مرکب و منفرد نظام پیش کیا جائے؟ جس سے لمحہ فکریہ کی غیر یقینی صورتحال پیدا نہ ہو؟

اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اہل علم و تقویٰ کی ایک جماعت متحرہو اور ان کا انشراح (صدر) رب ذوالجلال کی عنایت خاص کا مؤید بھی رہے۔ جس میں سب سے اہم چیز منہج، اخلاص اور توکل کی ضرورت پڑتی ہے۔

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ (الانعام: ۱۲۵)

''سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے۔''

گھبرائیں نہیں! جب علماء کی ایک جماعت متحرک ہو کر قیادت و امارت سنبھال لے گی تو یہ خدشہ نہیں رہنا چاہیے کہ اب زلزلہ و طوفان آنے والا ہے۔ کیونکہ نباض و رمز شناس داعی حالات کے مزاج کو سمجھتے اور دین کی امانت کو (افراط و تفریط سے) محفوظ رکھ سکتے ہیں کہ عزیمت شعار داعی کا واضح اور غیر مبہم دستور العمل یہ ہوتا ہے کہ وہ دین کے اصل ماخذ کتاب و سنت (کے منشا اور منشور) کو ماحول کے تناظر میں اور وقت کے تقاضوں کا اہتمام رکھتے ہوئے ترتیب دے۔ اس ترتیب سے ہماری مراد فقہی جمود ہرگز نہیں ہے، بلکہ وہ فکری و منہجی شعور ہے۔ جس میں اجتہاد کی ضرورت وقتی حل کی ہوتی ہے نہ کہ مستقل حیثیت کی!

لہٰذا یہ سوچ! یہ تحریک! اور ایسا انقلاب ہر پیمانے پر اور ہر خطہ میں برپا ہونا چاہیے کہ یہی (اسلامی) تحریک و تعلیم پوری انسانیت کے لیے فلاح و کامرانی اور امن کی پیامبر ہے۔

﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾﴾ (الحج: ۷۸)

''پس تمہیں چاہیے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو، وہی تمہارا ولی اور مالک ہے، پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے۔''

Marfat.com

موجودہ حالات میں بلا تاخیر کرنے والا کام۔

۱۔ ہر شعبہ زندگی کے لیے نظام امارت کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۲۔ زکوۃ کی مرکزیت قائم کی جائے اس کا حقدار اس کے مذکورہ مستحقین کو قرار دیا جائے۔

۳۔ دین کے ساتھ عصری علوم کے بھی سکالر تیار کیے جائیں۔ کہ وہ ہر صورت میں کتاب کے داعی و علمبردار ہوں۔

۴۔ ہر قسم کی قیادت کے واسطے صاحب علم وتقویٰ کو ترجیح دی جائے (کیونکہ خوبصورت وہ ہوتا ہے جو خوبصورت ترین کو تسلیم کرے۔)

۵۔ سیاست میں ضرور حصہ لیا جائے مگر کردار کی قوت کے ساتھ جو قیام خلافت کی طرف بڑھتا ہوا ایک قدم ہو۔

۶۔ اسلامی تعلیمات محبت و مساوات کو فروغ دینے کیے لیے، علمی مذاکرے اور تہذیبی تقابل کے ساتھ معاشرتی اور اجتماعی کردار کو بلند کرنے پر زور دیا جائے۔

۷۔ فرقہ واریت، کردارکشی اور مسلکی منافرت کی بجائے اسلامی شعار کو اسلامی اخوت کے ذریعہ وسیع کیا جائے۔

۸۔ غیر اسلامی رسم و رواج اور روایتی زندگی کے حصار سے نکل کر اسلام کی پاکیزہ اور سادہ طریقہ زندگی کو اختیار کیا جائے۔

۹۔ اسلام کی آفاقیت کو رہبانیت، صوفیت مخصوص جبہ و دستار، رسمی عبادت و سلوک کے دائرے سے نکل کر منہج سلف کو چہار دانگ عالم میں متعارف کرایا اور پھیلایا جائے۔

Marfat.com

فکری انحطاط کا تعاقب!

تجاہل عارفانہ:

ایک اچھا اور سچا داعی وہ ہے جو اسلام کی ہمہ گیر دعوت اور اس کے فلسفہ حیات کو خالص اسلامی انداز میں اپنانے کا عادی ہو۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ لگی بندھی دعوت کے فرسودہ انداز سے چمٹا اور ایک خاص دائرے میں سمٹا ہوا ہو، بلکہ وہ فاران کی چوٹی پر وعظ کہنے والے مقرر کا نمونہ رکھتا ہو اور نمرود کے ساتھ مجادلہ کرنے والے مناظر کا کردار اختیار کرنے والا ہو کہ جس نے فبھت الذی کفر ایسا مسکت جواب دے کر وقت کے جابر حکمران کو چت کر دیا۔

اس دنیائے دنی میں تاریک و مضل اور شریر وخبیث کی کمی نہیں! کیا اندھا روشنی سے فیض یاب ہوسکتا ہے! بہرا تقریر کی شیرینی پا سکتا ہے اور غافل آدمی حالات کی سنگینی کو محسوس کرسکتا ہے؟

﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ﴾ (هود: ٢٤)

''کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں۔''

ہرگز نہیں! کبھی نہیں! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی صفات کو یوں واضح کیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٧٩﴾﴾ (الاعراف: ١٧٩)

Marfat.com

"اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں کہ ان سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں کہ نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔"

معاشرتی زندگی کے تمام شعبوں میں ایسے مغفل افراد موجود ہوتے ہیں جس پر کی جانے والی چومکھی کوششیں بھی ناکام ہوتی ہیں۔ ایسا آدمی اپنے خصائص کے آئینہ میں (الحادی) ماحول کا اثر لیے ہوا اور نفس وانانیت کا (زیادہ) شکار رہتا ہے۔ ان میں کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو الفاظ و معانی کے زوروں پر اور تحریک وتقریر کے کچوکوں سے سہنے و سنبھلنے بھی لگتے ہیں مگر اس کا دل جب دوسرے اعضاء کی قیادت سے اپنا جوا اتار پھینکتا ہے تو وجود بھی عدم وجود کے گرداب میں ہچکولے کھانے لگتا ہے اور یہی چیز اسے اصلاحی وتحریکی زندگی سے نکال کر تقلیدی روش پر بگٹٹ دوڑا دیتی ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے جو ضد، شرارت اور انارکی کا خوگر ہوتا ہے۔ حق اسے قطعی راس نہیں آتا، داعی کے ساتھ بیر رکھتا ہے۔ دین اور اصول پسندی کو بوجھ و حصار سمجھتا ہے۔ دینی طبقہ میں تو وہ عضو معطل کی حیثیت رکھتا ہے مگر معاشرتی رکھ رکھاؤ اور سماجی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لیے (کسی حد تک) دین سے ناطہ بھی رکھنا چاہتا ہے اور یہی (ذوالوجہین) سبب ہے کہ وہ دیکھنے والی آنکھ سے تو دیکھتا ہے؟ مگر بصیرت کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں، سمجھنے والا دل تو رکھتا ہے! مگر فکری وشعوری وجدان سے کوسوں دور ہوتا ہے۔ ایسے میں جب انسان دینی وفطری داعیہ سے محروم ہو جاتا ہے اور اللہ کے منع کردہ امور سے باز نہیں آتا تو مشیت الٰہی بھی روٹھ جاتی ہے۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾ (التوبہ: ۱۱۵)

"اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کرکے بعد میں گمراہ کردے جب تک

Marfat.com

کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلادے جن سے وہ بچیں۔"

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایسے لوگ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل جاتے ہیں۔ ﴿ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾ اس کے باوجود یہ لوگ اپنی ضد اور گمراہی سے داعی کو ہراساں اور اللہ کو بے بس نہیں کر سکتے! اور نہ دعوتی مشن کو زک پہنچا سکتے ہیں۔

﴿ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (الاحقاف: ۳۲)

"جو اللہ کے داعی کی دعوت قبول نہ کرے وہ زمین میں (اللہ کو) بے بس نہیں کر سکتا، اور اللہ کے سوا اس کا کوئی کارساز ہے بھی نہیں اور ایسے لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔"

اس لیے داعی ایسے لوگوں کے خواہ مخواہ گلے نہ پڑے اور نہ (ہر وقت) فدویانہ انداز و روش اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو اس سے منع کر دیا ہے۔

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ ﴾ (الکھف: ٦)

"پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ۱۰۳)

"گو آپ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان دار نہ ہوں گے۔"

ایک قبر پرست سے قبر پرستی کے ردّ میں مباحثہ کریں اور آیات الٰہی کا حوالہ دیں تو وہ آرام سے کہیں گے یہ آیات کفار مکہ کے لیے نازل ہوئی ہیں، ہم اس کے مخاطب نہیں ہیں۔ ایک شرک کرنے والے، دھامیوں، نجومیوں، کاہنوں اور پروہتوں پر اعتقاد رکھنے والوں سے بات کریں تو بڑی ملائمت سے یہ بھی کہیں گے ہم مجبوری میں ایسا کرتے ہیں۔ اصل شرک

Marfat.com

کفار مکہ کا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾﴾

(یوسف: ۱۰۶)

''اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک ہیں۔''

یاد رہے ایک سچے مومن اور کچے مومن میں بڑا فرق ہے، حالانکہ انہیں (جو شرک میں ملوث رہتے ہیں) اپنا یہ عمل خوبصورت ہی نظر آتا ہے اور جو آدمی عقیدہ کے معاملہ میں خوش فہمی کا شکار ہو اس پر کی جانے والی جملہ کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں۔

﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْٓءُ عَمَلِهِ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَإِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٨﴾﴾ (فاطر: ۸)

''کیا پس وہ شخص جس کے لیے اس کے برے اعمال مزین کر دیے گئے ہیں پس وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ شخص ہے) (یقین مانو) کہ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے۔ پس آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنا چاہیے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔''

اس انتباہ کے بعد کہ سورہ آل عمران میں تو ایسے فتنہ پرور لوگوں کی قلعی ہی کھول دی گئی ہے۔ جو آیات الٰہی میں من مانی تاویل اور تشابہ پیدا کرتے ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشٰبَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ ۚ﴾ (آل عمران: ۷)

''وہی اللہ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ

Marfat.com

اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے (اس آیت کے ضمن میں) ایسے لوگوں سے دور اور الگ رہنے کا حکم دیا ہے۔

((اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولٰئِكَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ.)) [1]

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں تو ان سے کنارہ کش رہو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے (اسی آیت میں) ذکر فرمایا ہے۔''

لہٰذا وہ لوگ جو عقائد و اعمال کے معاملہ میں سست روی کا شکار ہو کر الگ سماج اور نئے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں، ان سے داعی کو الگ رہنا چاہیے اور تمام اقسام کی مداہنت سے دور رہنا چاہیے۔

اپنے نفس پر ظلم کرنے والے:

کسی ملک و خطہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی راہ میں جو رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں، ان میں سب سے بڑا حصہ ان اہل علم کا ہوتا ہے جن کی متضاد سوچ سے ملت کی گاڑی سست ہو جاتی یا رک جاتی ہے۔ اگرچہ ہر ایک کا دعویٰ ایمان و عمل اپنی جگہ بھر پور و اطمینان بخش ہوتا ہے۔ ان کی سوچ میں فرق کا نمایاں اثر براہ راست نئی نسل پر پڑتا ہے، عوام کے اعمال و افعال پر پڑتا ہے کہ ان کا لبادہ ہی پر کشش و پر فریب ہوتا ہے اور اس ضمن میں جو معاشرہ تیار ہوتا ہے وہ مزید مخمصہ آلود اور لاغر و تعفن زدہ ہوتا ہے۔ یہ بات خواہش نفس کی پیروی سے کم نہیں ہے کہ آدمی اس طرح اجنبی خیالات و رجحانات کی روشنی میں اپنے اوپر سطحی سوچ مسلط کر لے۔

اہل علم و نظر کے ان نظریات اور بدیہی خیالات کو کھنگالا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں

---

[1] صحیح بخاری، رقم: ٤٥٤٧، صحیح مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القران والتحذیر من متبعیه والنهی عن الاختلاف فی القرآن، رقم: ٢٦٦٥.

Marfat.com

تھوڑے ایسے لوگ ہیں جو نبوی منہج کو اساس بنا کر اپنے ایمان وعمل کو استوار کر رہے ہیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کما حقہ فریضہ سر انجام دے رہے ہیں، جبکہ اکثریت گمراہی کے شکار ہیں اور بقیہ دوسرے (عوام کے گروہ نے) تماشائی بن کر دینی منشا ومزاج کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ان لوگوں نے دین کو جس طرح اپنے اپنے ڈھنگ سے سمجھا اور اختیار کیا ہے وہ ان کے مختلف ذہنی زاویے کو روشن کرتا ہے جس میں ہمارے لیے باریک بینی اور شخصیت پیائی کا درس موجود ہے۔

ہمارے یہاں تحریکیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں اور جماعتیں منتشر ہو کر طوائف الملوکی کا شکار ہو جاتی ہیں، اس کی وجہ صاف ہے کہ فکری انحطاط باہمی اختلاف کو پروان چڑھاتا ہے۔ اس لیے ایسے علمائے کرام کی بنیادی باتیں تفاوت منہاج ومعیار کی یہی ہیں کہ وہ ایسے خانوں میں منقسم ہیں اور جھوٹے زعم کا شکار ہیں جس کا اتحاد وانضمام مشکل اور محال نظر آتا ہے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صاحب فہم وبصیرت وانقیاد اور اہل ہواء ونفس کے مابین امتیاز کو محسوس ومعلوم کیا جائے، تاکہ ان اعمال وافعال کے جلو میں ہم اپنی نشان راہ متعین کر سکیں اور مزید ذہنی انتشار اور اسبابِ ہلاکت کو روک سکیں۔ ان میں سے پہلا طبقہ وہ ہے جس نے خواہشات کی پیروی میں کتاب وسنت کو فراموش کر دیا ہے اور درہم ودینار کی طلب میں کتاب الٰہی کی رائے کو اپنے رنگ وڈھنگ میں ڈھالنا شروع کر دیا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جس کو دین تو پسند ہے اور اس کے فروغ کی توقع ودرد بھی رکھتے ہیں مگر ہر معاملہ میں مصلحت پسندی ان کے آڑے آتی ہے اور تیسرا طبقہ وہ ہے جو کتاب وسنت کے فروغ وارتقاء میں سلف صالحین کی طرح عزم رکھتے ہیں۔ حالات واحباب کی نزاکت وقلت ان کی راہ میں حائل ہوتی ہیں! اس کے باوجود یہ ہارتے یا دلبرداشتہ نہیں ہوتے ہیں مگر یہ تھوڑے ہیں، جو معاشرہ میں خال خال نظر آتے ہیں۔

﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (فاطر : ٣٢)

Marfat.com

''کوئی تو ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور کوئی بیچ کی راہ پر ہے اور کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے۔''

اول الذکر کا تعلق دنیائے دنی اس کے ایمان و یقین کی کجی اور دراڑ سے ظاہر ہے کہ جس چیز میں بھی شگاف ہوگا اس کا سالم اور محفوظ رہنا امر محال اور صدائے قیل وقال ہے۔ شریعت نے عبادات کے اندر اور نیکی کے حوالہ سے گناہوں اور ظلم و عدوان کا جس قدر زیادہ حصہ رکھا ہے وہ کم از کم دوسرے معاملہ میں قدرے قلیل وصغیر ہے۔ مثلاً اگر کوئی اللہ کی ذات وصفات سے محبت میں غلو (یعنی وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنا یا غیر مسلموں کے طریقے سے متاثر ہوکر اس کی نقل کرنا یہاں مراد ہے۔) اور اس سے بیزاری میں بتوں کی تعظیم کا ارتکاب کرے تو وہ پرلے درجے کا بدنصیب اور ظالم انسان ہے۔ اسی طرح اگر کوئی فرائض کی ادائیگی میں غلو اور زیادتی سے کام لے تو اس نے بدعتوں کا کام کیا اور سلف کے طریقوں کا انکار کیا۔ یعنی شریعت میں اپنی طبیعت و مرضی کو دخل دیا تو ایسا آدمی بے شک بدعتی اور ضلالت و جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا ہے۔ بعینہٖ ایسے اہل علم و دانش بظاہر دین کا کام کرتے ہیں، مسجدیں بنواتے ہیں۔ مدرسے تعمیر کرواتے ہیں، یتیموں، غریبوں اور محتاجوں میں فنڈ تقسیم کرتے ہیں۔ منبروں پر خطاب کرتے اور جلسوں میں وعظ کہتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی طلب، اپنی ناموری و شہرت اور عز و جاہ کی تلاش میں منہمک و سرگرداں رہتے ہیں۔ ان کا دل چھوٹا اور تنگ ہوجاتا ہے۔ اس طرح فلاح و کامرانی کی راہیں ان سے کوسوں دور ہوتی ہیں۔ ایمان والوں کی ایک صفت دل کی کشادگی ہے۔

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٦﴾﴾ (التغابن: ١٦)

''جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

صراط مستقیم کے لیے استقامت کا مقام حاصل کرنا طلب صادق پر منحصر ہے۔ جبکہ یہ لوگ اللہ کی رضا سے دور اور اس کے ذکر سے غافل ہیں۔ اس صورت میں اس کا دل مزید سخت ہوجاتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

﴿ اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ ۙ وَلَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ ﴾ (حدید: ۱۶)

''کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔''

یہ دنیا داعی کے لیے سخت آزمائش اور مصیبت کی جگہ ہے جس طرح ایک آدمی قید و بند کی مصیبت جھیلتا ہے۔ ہاں! کافروں کے لیے عیش و مستی کا آستاں ہے۔ ''اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ'' آزمائش کا یہ مرحلہ از زندگی تا موت جاری رہتا ہے، جس کی انتھارٹی حسن عمل اور امن و آشتی ہے۔

﴿ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ ﴾

(الملک: ۲)

''جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔''

مگر بدقسمتی یہ ہے کہ جلد باز لوگ آزمائش سفر کی عزت و آلام کو خواب و خیال اور عذابِ الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتۡنَةَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ مِّنۡ رَّبِّکَ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمۡ ؕ ﴾ (العنکبوت: ۹)

''لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر مگر جب وہ اللہ کے معاملہ میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی

Marfat.com

طرح سمجھ لیا، اب اگر تیرے رب کی طرف سے فتح و نصرت آ گئی تو یہی شخص کہے گا کہ ہم تمہارے ساتھ تھے۔"

شاعر کا یہ شعر اس پر صادق آتا ہے:

جَزَى اللّٰهُ الشَّدَائِدَ كُلَّ خَيْرٍ
عَرَفْتُ بِهَا عَدُوِّىْ مِنْ صَدِيْقِىْ

"اللہ تعالیٰ ان سختیوں کا بھلا کرے جن کے ذریعہ میں نے اپنے دشمنوں اور دوستوں کو پہچان لیا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی اس بات) کا مؤید ہے۔

وَلَا خَيْرَ فِىْ وُدِّ امْرِئٍ مُتَلَوِّنٍ
إِنَّ الرِّيْحَ مَالَتْ حَيْثُ تَمِيْلُ

"ایسے بارنگ شخص کی دوستی میں کوئی بھلائی نہیں جو ہوا کے رخ پر بہہ جاتا ہے۔"

آدمی کا اپنے علم و ہنر پر اترانا مال و اسباب کی فراوانی اور وسائل کے بہتات پر غرور کرنا اور وقتی حسن و رعنائی پر فریفتہ ہونا بڑی جہالت اور نادانی کی علامت ہے، کیونکہ مال و حسن اور شرف و برتری کو دوام ہرگز نہیں ہے کہ وقت مقررہ کے ساتھ اس کا عروج و زوال مشروط اور مربوط ہے۔

﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (الاعراف: ٣٤)

"اور ہر گروہ کے لیے ایک میعاد معین ہے سو جس وقت ان کی میعاد معین آ جائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔"

گناہ پر اصرار و استکبار کرنا، منصب نیابت و خلافت ارضی سے کنارہ کش ہونا، وسائل و مواقع کے باوجود حالات کی ستم ظریفی کا رونا رونا! اللہ کی رحمت و عنایت سے منہ موڑنا ہے۔ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑ ڈالنا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ اس کے دل کو مزید سخت اور

Marfat.com

مضطر کر دیتا ہے۔

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً﴾

(مائدہ: ۱۳)

''پھر یہ ان کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دیے۔''

جس کے اندر زندگی کی رمق اور شریعت کی چمک تھوڑی بھی موجود ہے: انہیں ہوش کے ناخن ضرور لینا چاہیں کہ کہیں ان کا دل سخت ہو کر کبر و ضلالت کی آماجگاہ نہ بن جائے۔

اس طرح باہمی اختلاف اور نزاع سے بچنا شریعت کا عظیم و جلیل مطالبہ ہے مگر علم آ جانے کے بعد آدمی کبھی مختلف ٹولیوں میں بٹ کر اپنی سیادت و قیادت کا لوہا منوانا چاہتا ہے اور قیادت و انانیت کے اس نشہ میں اسے خبر نہیں ہوتی ہے کہ ہم ملت کا کس قدر نقصان کر رہے ہیں۔

﴿وَمَا تَفَرَّقُوْا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾

(الشوریٰ: ۱٤)

''لوگوں میں جو تفرقہ رونما ہوا وہ اس کے بعد ہوا کہ ان کے پاس علم تھا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔''

حد تو یہ ہے کہ ایسا آدمی صرف دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے، شہوت شکم اور شہوت فرج ہی اس کا مقصود ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ حرص و طمع کی رال اس کی زبان سے ٹپکتی رہتی ہے بلکہ اپنے نفس کی تسکین کے لیے در در کی ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔

((وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ

Marfat.com

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٧٦﴾ (الاعراف : ۱۷۶)

''اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا، پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا، سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تو اس پر بوجھ لاد دے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔''

کجروی کے شکار:

ایک داعی کی زندگی جب گونا گوں مشکلات سے دو چار ہوتی ہے اپنوں کی رقابت اور عوامی فتنوں کا جب وہ شکار ہوتا ہے، بدنامی اور دشنام طرازی کا سلسلہ لوگوں کی زبان سے شروع ہوتا ہے تو یہ ہوسکتا ہے ایسے مواقع پر خواص بھی تلملا کر اور ہوش گنوا کر کچھ اناپ شناپ رائے قائم کرنے لگ جائیں۔ یا (مکمل طور پر) قرآن وسنت کی روشنی میں واقعات کا صحیح تجزیہ نہ کر کے کسی تساہل پسندی کے نرغے میں آ جائیں، کیونکہ جب کسی قوم میں فکر وتدبر کی کمی ہو جاتی ہے، یا وہ فہم وفراست اور ادراکِ حالات کا مناسب تجزیہ اور بروقت فیصلہ کرنے میں قاصر وکوتاہ ہوتے ہیں تو ان کی قیادت کی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں اور اجتماعیت و وحدانیت کا شیرازہ بکھرتا چلا جاتا ہے۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ ایک داعی اپنے حلقہ میں اخلاص کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام کرتا رہتا ہے، توحید وسنت کی تعلیم منہج سلف کے انداز میں پھیلاتا رہتا ہے جبکہ وہ کسی مداہنت کو برداشت نہیں کرتا ہے، تملق پسندی سے گریز کرتا ہے، شرک وبدعت کا سختی سے ردّ کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے درہم ودینار کے بندے اور وہم وگمان کے پرستار اس کے دشمن ہو جائیں گے۔ اسے طرح طرح کی ایذائیں دی جائیں گی۔ اس بازارِ حسن رنگ وبو میں بہتیرے ایسے نام

Marfat.com

نہاد دعاۃ ہیں جن کے خوشامدی انداز و گفتار وقت کے جبابرہ کے لیے ایک ان کی جبین نیاز، ضمیر فروشی کے بہروپ! خالص داعیان اسلام کے لیے ایک بڑا سنگ گراں، بھاری چٹان اور چیلنج ہوتے ہیں۔ جن سے مستقل مزاحمت بڑی عزیمت والا کام ہے۔ اس مزاحمت میں شدائد و مشکلات آتی ہیں، آزمائش و سانحات رونما ہوتے ہیں۔ اب آخر اس موقع پر کوئی دوسرا داعی یہ رائے قائم کرلے کہ آپ نے حکمت و بصیرت کا لحاظ نہیں کیا اور آتش نمرود میں بلا سوچے کود پڑے ہیں! اسی لیے تو یہ مشکلات آپ کے لیے پیدا ہوئی ہیں!!

ایک سچے داعی کا سچے داعی کے لیے اس قسم کی باتیں کہنا اس کے زخموں پر نمک پاشی کرنے کے مترادف ہے۔ اگر آپ کی یہ سوچ درست مان لی جائے تو دنیا کا کوئی بھی واقعہ اس بے بصیرتی سے محفوظ نہیں رہ پائے گا! کیونکہ آپ جس چیز میں سامنے والے داعی پر عجلت پسندی اور عدم احتیاط کا نظریہ قائم کرتے ہیں۔ وہی چیز آپ پر بھی ثابت ہوسکتی ہے کہ وہ داعی جنہوں نے ایک طویل عرصہ مزاحمت میں گزار کر اور مخالفت میں اتر کر انگ انگ کو زخمی کرلیا ہے۔ عزت و آبرو کو داؤ پر لگا لیا ہو، مادی و سیاسی اغراض پر لات ماردی ہو، اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے لیے دشمنی کو معیار زندگی بنا لیا ہو، ان حالات میں یکلخت اور ایک لمحہ میں آدھی ادھوری باتیں سن کر ان تمام خدمات کو بھلا کر بڑی سرعت کے ساتھ آپ نے ان پر عدم احتیاط کا الزام چسپاں کردیا، جلد بازی نہیں ہے؟ کیا آپ کا یہ اقدام حق وصواب سے قریب اور عجلت پسندی سے بعید تر سمجھا جائے گا؟ اس سے تو فساد فی الارض کا غلبہ مزید بڑھ جاتا ہے اور آدمی حق وصواب کی تائید وحمایت کی بجائے مصلحت پسندی کا گرویدہ ہوجائے گا! اور دین حنیف میں اولوالعزم افراد کا فقدان مزید دوچند ہوتا چلا جائے گا، اسی لیے قرآن مجید اس سوچ کو مسترد کرتا ہے۔

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ﴾ (العنکبوت: ۹)

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن

Marfat.com

جب اللہ کی راہ میں کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو اللہ تعالیٰ کے
عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اس میں اہل نفاق یا کمزور ایمان والوں کا حال بیان کیا گیا ہے ایمان کی وجہ سے انہیں ایذاء پہنچتی ہے تو عذاب الٰہی کی طرح وہ ان کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ نتیجتاً وہ ایمان سے پھر جاتے ہیں اور دین عوام کو اختیار کر لیتے ہیں۔''

دین عوام میں منہج آباء کی آبیاری کے لیے سختی اور تشدد کو روا رکھا جاتا ہے جب کہ اس سے سرمو انحراف کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بسا اوقات سنت آباء سے اعراض کی صورت میں نیام سے تلواریں نکل آتی ہیں، مطلوبہ کمیونٹی کے ہر فرد پر اسی کے دستور کی بالادستی فرض ہوتی ہے اور اللہ کے دستور کی پاسداری ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص شادی یا کسی تقریب کے لیے بھوج وغیرہ میں حکم عدولی کرے تو اس پر تادیبی کاروائی ہو سکتی ہے، بلکہ اسے کمیونٹی سے باہر بھی کر دیا جاتا ہے۔ سماجی بائیکاٹ کی کٹھور سزا دی جاتی ہے، مگر یہی فرد یا اس کا سرغنہ نماز ادا نہ کرے، نصاب سے زکوٰۃ نہ دے، استطاعت کے باوجود حج نہ کرے کھلم کھلا شراب پیے، قمار بازی وسٹہ بازی کھلے بندوں ہو تو اس کا چرچا تک نہیں ہوتا!

مصلحت بیں عزیمت والے:

انسان کی خلقت کا مقصد صرف رب واحد کی عبادت ہے۔ '' وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ'' عبادت کا وسیع مفہوم کے ساتھ کہ اس کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا ہے اور اللہ کے مقابلے میں غیر اللہ کی اطاعت و بندگی سے مکمل گریز اور کنارہ کشی اختیار کرنی ہے، اس عزم کے ساتھ کہ دین تمام تر اللہ ہی کے لیے ہے ''وَيَكُوْنُ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ .''

بلکہ اس کی تگ ودو اور عز وشرف کا مقصد وحید ہی یہ ہو کہ ''اَلْإِسْلَامُ يَعْلُوْا وَلَا يُعْلٰى عَلَيْهِ .'' (بخاری)۔ (اسلام غالب ہونے کے لیے آیا ہے مغلوب ہونے کے لیے

Marfat.com

نہیں) ان شرعی مطالبات جلیلہ کے سامنے مسلمانوں پر بڑی حساس ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس سوچ، فرائض اور بندگی سے سرِمو انحراف نہیں کرسکتا۔ ہاں! اس کے نتیجہ میں مختلف مسائل ومشکلات اور رکاوٹیں ضرور پیدا ہوتی رہتی ہیں، مگر یہ صبر کرنے والوں کے لیے وقتی اور آزمائشی حیثیت سے زیادہ نہیں ہوتی ہے عقلمند اور اولوالعزم وہ ہے جو دین وشریعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے، اور بدبخت وکم ظرف وہ ہے جو دین میں مختلف مفروضے اور مصلحتیں پیدا کرلے۔

جب ہم نے شریعت کو سمجھ لیا! نیتوں کی اصلاح کرلی! توحید کی سربلندی اور سنت کی بالادستی قبول کرلی تو مزید افکار باطلہ یعنی حالات کے تقاضے، مصلحتوں کی نزاکت اور سماجی و معاشرتی رکھ رکھاؤ کا پاس ولحاظ کرنا کیونکر جائز اور درست ہوگا۔

مگر ستم یہ ہے کہ اسلام میں جتنے فرقوں نے دراندازی کی ان کا معیار ومنہاج یہی وسوسے اور مخمصے تھے۔ کسی نے عوام کو خوش رکھنے کے لیے مصلحت کی چادر تان لی، کسی نے اقتدار کو طول دینے کے لیے مصلحت کا سہارا لیا، کسی نے حالات سے گھبرا کر مصلحت کی دہائی دی۔ کہیں جاہ وحشمت کی طلب، جھوٹی عزت ووقار کی طلب نے مصلحتوں کو پروان چڑھایا، کہیں غیروں کی نقل اور عقل کے فتور نے مصلحتوں کی چوکھٹ پہ جھکایا، کہیں ملک داری وملک گیری کے پرفریب زعم نے مصلحتوں کے گرداب میں پھنسایا۔ الغرض مصلحتوں کی طومار نے امۃ مسلمہ کی اکثریت کو بے حس مادہ پرست، مغرب زدہ بلکہ گمراہ ودرماندہ بنادیا ہے۔ غور کیجئے! کیا ہماری ان مصلحتوں سے دین کو کچھ فائدہ ہوا ہے یا ہماری عزیمتوں سے ہمارے دین پر کچھ حرف آرہا ہے؟! مسلمانوں پر حب الدنیا و کراھیۃ الموت کا ایسا بھوت سوار ہوچکا ہے کہ وہ اسلام کی صحیح تصویر کو سمجھنے ہی سے قاصر ہے۔ مثلاً ان دنوں مسلمانوں کی تہذیب وثقافت پر جو صہیونی یلغار اور تہذیبوں کا ذومعنی تصادم چل رہا ہے، اور بعض ممالک (اپنی طاقت کے نشہ میں) دہشت گردی کا ہوّا کھڑا کرکے مسلم شخصیات پر شدت پسندی اور الزام تراشی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ اس بے معنی اور تابڑتوڑ حملوں سے جہاں ہمیں دفاعی

Marfat.com

پوزیشن کا اسلامی روح اور منہجی اسلوب اختیار کرنا چاہیے تھا وہاں ہم اپنے آپ پر حملے کا جواز فراہم کر رہے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب کسی ایک شخصیت پر شدت پسندی کا الزام لگتا ہے تو ہم اپنا دامن سمیٹنے اور بچنے کی بھرپور سعی کرتے ہیں اور اس شخصیت کو اکیلا چھوڑ کر اسلام کی مسخ شدہ تصویر سامنے کر کے وقتی طور پر تو اپنا دفاع کر لیتے ہیں، مگر اسلام کا دفاع نہیں کرتے! اور اس عنوان کو تشنہ چھوڑ کر اسلامی تعلیمات پر انگشت نمائی کی راہ ہموار کر دیتے ہیں۔ ایسی عجلت بازی فکری انحطاط کا پتہ دیتی ہے۔ کیونکہ معاشرتی زندگی میں بھی ایسا بزدل شخص اپنی جان تو بچا لیتا ہے مگر پورے کنبہ وقبیلہ کو خطرے کی زد پر ڈال دیتا ہے۔

اس کے برعکس عزیمت والے کسی بھی واقعہ کا صحیح رخ اور مثبت اسلوب اختیار کرتے ہیں تا کہ سانپ تو مر جائے مگر لاٹھی نہ ٹوٹے! یعنی وہ گومگو اور تذبذب کے گرداب میں نہیں پھنستے! بلکہ وہ اللہ پر مکمل توکل رکھتے ہوئے حالات کی سنگینی اور واقعات کی تبدیلی کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ ہر واقعہ اپنے اندر دو پہلو رکھتا ہے۔ اگر آپ مصلحت وکم ظرفی کے راستہ پر ہیں تو اس میں سکون و راحت اور اسلام کی خدمت نظر آئے گی۔ مگر جو عزیمت کا داعی ہے وہ خریدی ہوئی مصیبت نہیں بلکہ ہر افتاد اور آمدہ مسائل و مشکلات کا قدرتی و آزمائشی حل مرحلہ وار باور کرتے ہوئے اس پر مضبوطی و پابندی کے ساتھ اپنا موقف رکھتا ہے کہ وہ (صاحب عزیمت) استدلال کے ساتھ، نظم ونسق اور صبر وضبط کے ذریعہ، علم وحکمت اور نور بصیرت کی جلو میں اپنی ملت اور شخصیت میں نکھار پیدا کرتا ہے، بلکہ ہر اس فکر باطلہ کا تعاقب کرتا ہے جس سے اسلام کی شبیہ پر داغ پڑتا ہے۔

ذہنی خوراک:

انسان کی حیات کے لیے خوراک کی اپنی اہمیت ہے اور اس کا انکار حیات انسانی ہی سے انکار ہے۔ اب ہمیں خوراک کی غذائیت وافادیت کا ادراک کرنا ہے۔ کیا انسانی بقا کے لیے جسمانی خوراک یعنی شکم کی آتش غیظ وغضب کو ٹھنڈا و آسودہ کرنا ہی ہے؟ نہیں! بلکہ اس سے زیادہ انسانوں کے لیے ذہنی خوراک کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً آدمی کے سامنے

Marfat.com

جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے، خوشی یا غم کی خبر ملتی ہے تو وہ فطری طور پر اس کی تہہ میں پہنچے اور سمجھ لینے کی جلدی کرتا ہے اور اس اثناء میں اس کی بھوک کوسوں دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ واقعہ جو غالباً امام شافعی کا قول ہے کہ ''آدمی کھانے کے بغیر چند گھنٹے بلکہ کئی دن گزار سکتا ہے مگر علم کے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا!'' اور علم یہ ہے کہ آدمی سیکھنے اور سکھانے، پڑھنے اور پڑھانے، سمجھنے اور سمجھانے کا کام کرتا رہے تو معلوم ہوا کہ انسانی زندگی کے لیے سب سے اہم غذا ذہنی خوراک ہے۔ اب یہاں سمجھنے کا اہم نکتہ یہ ہے کہ ذہنی خوراک کیسی ہو؟ کیا آوارہ خیالات! باطل نظریات! غیر فطری و غیر اخلاقی فلسفے جس کی بنیاد متزلزل اور خشک سمندر میں تشنہ لبی کا شکار ہونا ہے!! حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح صحت مند جسم کے لیے صحت مند خوراک کی ضرورت ناگزیر ہوتی ہے اسی طرح ذہنی نشوونما کے لیے فکری خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ یقیناً جو علم و دعوت (سیکھنے کا عمل) فکر و عمل سے خالی ہوگا اس کے اثرات و نتائج فائدہ مند اور صحیح رہنمائی کے بجائے غلط ثمرات کا پیش خیمہ ہوگا اور یہ فکری مواد جو تمام نقائص و عیوب سے پاک ہوں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی سے مل سکتا ہے۔

تاریکی دور کرنے کے لیے جس طرح روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، بھوک کی شدت کو صحت مند خوراک ہی ختم کر سکتی ہے اور ہلاکت خیز شعلہ کو پانی کا ریلا جس طرح ماند کر دیتا ہے ٹھیک اس طرح فکری مواد منتشر افکار کو (روح و غذا فراہم کر کے) درست رہنمائی کرتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر مسئلہ اور نزاع کے سامنے کتاب و سنت کا ''آئینہ'' رکھ دیا جائے تو انسان کی فلاح و کامرانی کا راستہ ضرور ہموار ہوتا ہے۔ وہ تقسیم و فرقہ بندی اور جماعت سازی سے گریز کرتا ہے۔

مفسدات سے بچیں:

﴿ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ ﴾ (هود: ١١٦)

''پس کیوں نہ تم سے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے اہل خیر لوگ ہوئے

Marfat.com

جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے، سوائے ان چند کے جنھیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی، ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے، جس میں انھیں آسودگی دی گئی تھی اور وہ گنہگار تھے۔"

بھائیو! ہم بہت ہی پیچیدہ دنیا میں جی رہے ہیں!! جہاں نیکی اور بدی کرنے والے، ظلم اور صلح کرنے والے، خوشی اور غم بانٹنے والے، رونے اور مسکرانے والے، حقیقت اور تصنع والے اپنی سوچ اور مزاج کے اعتبار سے درستگی وصواب کا الگ الگ معیار رکھتے ہیں۔ ایک آدمی بڑی عقیدت، محبت اور نجات کے لیے بتوں کو پوجتا ہے، مگر اسے اس بت کی بے بسی کا علم ہی نہیں کہ وہ اپنے جسم سے ایک مکھی بھی بھگا سکے۔ (الحج: ۷۳) ایک آدمی لمبی عمر کا نمازی ہے، اس کا پانچوں وقت مسجد کی طرف جانا، وقت کی پابندی کا خیال رکھنا، پیشانی پر موٹے سیاہ نشان کا آنا، مگر اسے نبی ﷺ کے فرمان کا یہ علم ہی نہیں ہے، ((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ .))...... "نماز ایسی ادا کرو جیسا مجھے دیکھتے ہو۔" (بخاری: ۶۳۱)

ایک آدمی ماہر طب ونفسیات ہے، تحقیقات کی دنیا میں نئی نئی ریکارڈ پیدا کرتا ہے، انسانیت پر احسانات کے دروازے کھولتا ہے، مگر اس کا بچہ اچانک ٹی بی و کینسر میں مبتلا ہو جاتا ہے، کمزوری ونقاہت روز افزوں ہوتی جاتی ہے، اسے خبر ہی نہیں ہوتی ہے کہ جو سگریٹ اس نے لاشعوری طور پر پی تھی، اس وقت گود میں یہ بچہ بھی ہوتا تھا۔ ایک تاجر روزی میں برکت کے لیے ترستا ہے، ایک خوبصورت (ماڈلنگ) حسینہ ڈھلتی جوانی پر کڑھتی ہے، ایک سیاست کار اعتماد اور سرخروئی کے لیے سر دھنتا ہے، ایک شوہر بیوی کی مکاری و بے وفائی پر انگشت بدنداں ہے، ایک بیوی مرد کی چالاکی اور نالائقی سے پریشان ہے، ایک عالم جاہلوں کی ناقدری پر خون کے آنسو بہاتا ہے، ایک حکمران اپنی رعایا کے غم گھلتا ہے۔ مگر سکون کہیں نہیں! آبرو عنقا ہے، محبت فنا ہے، وقار مجروح ہے، امن مفقود اور اعتماد مجروح ہے، خوف مسلط اور بدحواسی طاری ہے۔ اس کے باوجود سب اپنی ہی روش پر جما ہوا ہے۔ مڑ کر دیکھنے اور سوچنے کی کسی کو فرصت ہی نہیں!! منہج کی پڑتال نہیں! حقیقت کی تلاش نہیں! نفس پر کنٹرول نہیں!

Marfat.com

سوچ مگر پختہ نہیں! تقویٰ بھری زندگی نہیں! عمل میں اعتدال نہیں!!

اب یہ دنیا مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے! کیوں؟ اس لیے کہ عابد ریا کاری کر رہا ہے، عالم ﴿لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ کو بھول گیا ہے، صنعت کار ملاوٹ میں لگا ہے، قیادت ڈکیتی پر اُتر آئی ہے، دولہا خریدا اور دلہن ستائی جاتی ہے، والدین کو بوجھ اور ان کی جائداد کو مالِ غنیمت سمجھ لیا گیا ہے!!

دنیا کے یہ فتنے، فساد، مکر و فریب، غصب اور سینہ زوری، ظلم اور تعدی، گالی گلوچ کا شور اور فتنہ پردازی کا زور، لڑائیوں کا سلسلہ اور خونِ ناحق کی ارزانی، یہاں تک کہ خود غرضی اور بے حیائی کا ننگا ناچ! سب کچھ ہو رہا ہے، اس کے باوجود یہ سارے لوگ حق کی پاسداری کا دعویٰ بھی محفوظ رکھتے ہیں اور اپنی الگ الگ راگ الاپتے اور اپنے ہی کیے پر سر دھنتے نظر آتے ہیں۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: ۴۱)

اے مشغول دنیا کے لاپرواہ مسافرو! تھوڑی دیر ٹھہرو! حقیقت کی تلاش کرو، فساد کو چھوڑو اور دائمی امن کو معلوم کرو! کیونکہ اس دنیا میں فساد کی جو شرحیں ہیں اسی کے گرد اس کے سارے مفاسد گھومتے ہیں اور وہ تین اقسام پر مشتمل ہیں: (۱) عقیدے کا فساد۔ (۲) نفس کا فساد۔ (۳) مال و جاہ کا فساد۔

عقیدے کا فساد یہ ہے کہ آدمی بغیر کسی عقلی و نقلی دلیل کے کسی چیز سے محبت، اُمید اور خوف رکھتا ہو اور ہر سنی سنائی بات پر اس کو بھروسہ ہو۔ یہ باتیں علم والے کی ہوں یا بے علم کی، تجربہ والے کی ہوں یا ناتجربہ کار کی۔ یعنی جو چیز خوبصورت چرچا کے ساتھ خوبصورت واقعہ میں ڈھل کر بیان کی جائے وہ ان کے قلوب و اذہان پر نقش ہو جاتی ہے۔ اس عقیدۂ فاسدہ کا شکار نیک آدمی کا رشتہ دار، ہمسایہ اور قریبی تعلق والے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہاں نکتے کی انتہا یہ ہے کہ صاحب تقویٰ بھی گردابِ فساد کے قریب ہو جاتا ہے مگر عقل و بصیرت فہم و فراست اور توفیق الٰہی سے وہ اس بھنور میں پھنسنے سے بچا رہتا ہے۔ بدعقیدہ انسان کی شامت لامتناہی

Marfat.com

ہوتی ہے، جس سے وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ گھر میں کسی فرد کو بیماری لگ جاتی ہے تو اس کے ذہن وخیال پر وہم و وسوسہ کا بھوت سوار ہوجاتا ہے۔ اب بجائے جائز علاج کے وہ منتروں تنتروں کی تلاش میں پڑا رہتا ہے۔ اس طرح بیمار مزید بیمار ہوکر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے! ایسا آدمی دنیا کے ساتھ آخرت کو بھی گنوالیتا ہے۔

اب یہ فساد پھیلتا ہے اور اس کے شک کی انگلی بعض عزیز و اقارب اور قریب و بعید کے ہمسایوں پر اُٹھنے لگتی ہے کہ اسی نے اپنے جادو اور نظر بد و کرشمہ سازی کے ذریعہ ہمارے آدمی کو ہلاک کیا ہے۔ یہ طوفان اُٹھ کر کبھی خاندانی چپقلش کو بڑھاتا ہے تو کبھی کشت وخون، نفرت وبغض اور عداوت و دشمنی کو ہوا دیتا ہے، گویا عقیدے کا فساد نسل انسانی کو تباہ و برباد اور شورش و شر کا شکار بنالیتا ہے۔ فساد کی ابتدا دراصل توحید کے تقاضوں اور اس کی مبادیات کو نہ سمجھنے سے ہوتی ہے۔ ایمان وعقیدے کی بنیاد توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات کو مکمل تقاضوں کے ساتھ عمل میں لانے، اسی پر انحصار اور مکمل بھروسہ کرنے سے مضبوط ہوتی ہے۔

فساد کی دوسری قسم نفس کا فساد ہے۔ جس میں آدمی اپنے نفس کا قیدی بن جاتا ہے۔ حق اس کو راس نہیں آتا ہے۔ وہ جانتے بوجھتے حق کو ٹھکراتا ہے کہ یہ ہماری طبیعت اور مفاد کے مطابق نہیں ہے، کہنے والا ہمارے خاندان اور قبیلے کا نہیں ہے، طبعی طور پر ہم اس کے لیے تیار بھی نہیں ہیں!! نفس وخواہش کا بندہ اپنے فکر وکردار میں کسی قسم کی تبدیلی کو برداشت نہیں کرتا ہے۔ اگر وہ چوری، قمار بازی اور شراب و شباب کا عادی ہے تو بسا اوقات تادیبی کارروائی بھی اسے حرکاتِ شنیعہ سے بعض نہیں رکھتی ہے۔ اور جو سماجی زندگی میں حرص وطمع اور رشوت و سود خوری میں مبتلا ہے تو اس کے ستم سامانی کے دن اور طویل ہوتے ہیں۔ یا ایسی مجلس کا دیوانہ ہے جہاں لوگ دنیا ومافیہا، عقبیٰ وخشیت والٰہی سے بے پروا ہوکر اناپ شناپ، ہنسی و دل لگی، ٹھٹھہ مخول اور ہاؤ ہو میں مست رہتا ہے کہ اکثر اوقات یہ قحبہ خانے فتنہ وفساد کا مرکز ہوتے ہیں اور نئی نئی شورش، ماڈرن فیشن، عریاں عکس وجنون کے پیکر ان کی زبان و انداز پر خوبصورت قافیہ وزاویہ میں ڈھلتے رہتے ہیں۔ رضامندی سے ایک دوسرے کو گالی دینا، عورت

Marfat.com

کی اندامِ نہانی کو بیان کرنا، بلکہ بچوں کو بھی اس میں شامل رکھنا بہت بڑے فساد کو جنم دیتا ہے اور پورا معاشرہ اسی فسق و فجور کی لپیٹ میں رہتا ہے کہ دوسروں کی عزت و مال پر للچائی نظروں سے دیکھتا ہے اور جذبات سے بے قابو ہو کر زبان سے رال ٹپکانے لگتا ہے۔ فساد کی یہ حالت انسان کو دیوانہ اور مجذوب بنا دیتی ہے۔

معاشرتی فساد میں نفس کی غلامی یہ ہے کہ آدمی حسن و زلف کا اسیر بن جائے اور حق و صواب، اخلاق و آداب اور حقوق و فرائض کو سرکشی کی زنجیر میں جکڑ دے، عورت کے سامنے بھیگی بلی بن جائے۔ تمام حقوق و معاملات کی کنجی اس کے حوالہ کر دی جائے۔

انسانی اخلاق کی تباہی کا اس سے بڑا سانحہ کیا ہوگا کہ عورت مرد کا قوام بن گئی ہے۔ والدین کو گھر میں کوئی ضرورت ہو تو بہو کی سفارش (اور اس کی محتاجی) ان کی خودداری کو ٹھیس پہنچاتی ہے۔ ماں باپ کی یہ سرد آہ گھر میں تناؤ بڑھا کر فضا کو ہمیشہ مکدر رکھتی ہے۔ فساد کا یہ کوئی جدید اسٹائل نہیں ہے، بلکہ خواہش پرستی کا ایسا بندہ ہر رنگ اور زمانے میں موجود رہا ہے، کیونکہ اس کی سستی اور مغلوبیت کا یہ خمار عرصہ دراز تک جاری رہتا ہے۔ آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب نعمت چھن جاتی ہے اور مواقع رخصت ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ فتنہ و فساد کا متلاشی نفسانی تسکین کے لیے بندۂ مومن کو ستانے کا مختلف طریقہ اختیار کرتا ہے، وہ اپنی دانست میں بہت خوش ہوتا ہے کہ ہم نے انھیں تنگ اور مجبور کر دیا ہے اب ہمارے طریقے اور خیالات کو قبول کرے گا۔ یا بصورتِ دیگر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگا کہ لڑائی کی آگ کسی وقت بھی بھڑک سکتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر تو یہ ہے:

﴿ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝﴾ (المائدة: ٦٤)

”وہ جب کبھی لڑائی کی آگ کو بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتا ہے، یہ ملک بھر میں شر و فساد مچاتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں کرتا۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

Marfat.com

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ ؕ﴾

(المؤمنون: ۷۱)

''اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے۔''

تیسری قسم مال و جاہ کا فساد یہ ہے کہ مال کی حرص و محبت میں حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور اقتدار کے حصول میں بھلے برے کی پہچان مفقود ہو جاتی ہے۔ شراب کا نشہ تھوڑی دیر اتر جاتا ہے، مگر مال اور اقتدار کا نشہ آدمی کو اندھا، بہرا اور لاچار بنا دیتا ہے۔ مال کا حریص زندگی کے ہر شعبہ میں موجود ہے۔ اس کا حصول اگر دولت برائے دولت ہے تو فساد کی ہر قبیل اسے اپنی لپیٹ میں جکڑ لیتی ہے۔ اب وہ مسجد کی تعمیر میں بھی اپنی کمیشن بناتا ہے! مدرسہ کی تعلیم اور یتیم کی کفالت میں بھی دلالی کرتا ہے۔ غرض درھم و دینار کا بندہ اپنے گناہوں کو نہیں بلکہ نیکیوں کو شمار اور اس کی نمائش کرتا رہتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ فساد کے نرغے میں پھنستا جاتا ہے۔ اب اس کے کارنامے کی بجائے سیاہ نامے منظر عام پر مشتہر ہوتے ہیں۔ مال کی افزائش دراصل انسان کی آزمائش کا سبب ہے۔ جو آدمی آزمائش (یعنی فتنوں) کا شکار ہوا وہ ناکام و نامراد ہوا۔ مگر جو شخص اس (کی چکا چوندھ) سے متاثر ہوئے بغیر زندگی گذارا اور ایسے ناجائز استعمال وحصول سے گریز کیا وہ کامیاب و کامران ہوا اور اجر اللہ کے نزدیک محفوظ کرلیا۔ ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۝﴾

(التغابن: ۱۵)

''تمہارے مال اور اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے۔''

❀❀❀

Marfat.com

دعوت وخطابت

رموز وعظ:

یوں تو داعی کے اوصاف ان گنت ہیں اوراس کے کرنے والے کام اس سے بھی زیادہ! مگر ہم جن اوصاف وافعال کی نشان دہی کرنا چاہتے ہیں وہ موجود حالات میں زیادہ فعال اور پرتاثیر ہیں۔ نیپال کے ذرائع دعوت وتبلیغ میں جہاں بہتیرے وسائل ووقائع کارفرما ہیں اور موثر بھی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مروج اور موثر تقاریر اور وعظ ونصیحت ہے جو کہ سستا اور عوامی تقاضوں کا مظہر ومؤید بھی ہے، لہٰذا ہم انہیں نکات اور صحیح رخ پر دعاۃ کے سامنے اس باب میں چند گزارشات رکھتے ہیں۔

اپنی بات کسی کے دل میں اتارنے کا فن ایک واعظ اور مقرر کو ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ اپنے مدعا اور مقصد تک رسائی حاصل کرنا آسان اور موثر ہوتا ہے۔ زبان اور تحریر میں اعتدال، شائستگی اور حقیقت پسندی ہو تو بڑے بڑے انقلاب رونما ہوتے ہیں۔ سوئی ہوئی انسانیت جاگ جاتی ہے، پژمردہ زندگی میں روح پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس میں خلوص وفدائیت کا جذبہ کارفرما ہو تو بسا اوقات جابر حکمرانوں کا تختہ بھی پلٹ سکتا ہے۔

مگر ستم یہ ہے کہ دعوت وخطابت میں تشدد اور دینی انتہا پسندی شرعی مزاج اور منشاء کو مجروح کر کے رکھ دیتی ہے اور یہ مدعا اور مقاصد کے حصول میں سد راہ بن جاتی ہے۔ بلکہ عوامی سطح پر ایک ضد اور ردّ عمل کا قضیہ کھڑا کر دیتی ہے۔ بات ہم ذرا واضح کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے مقررین کا انداز بیان بڑا جارحانہ اور مافی الضمیر کی ادائیگی میں انتہائی غیر ذمہ

Marfat.com

دارانہ ہوگیا ہے۔ جس سے عوام رسمی طور پر وعظ کی مجلسیں منعقد کراتے ہیں اور باکراہ تمام علماء کی تقاریر کی تلخی کو گوارہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ نتیجتاً تناؤ اور سرد مہری کی ایک خاموش کیفیت ان کے مابین ہمیشہ جاری رہتی ہے۔

بیان میں اعتدال ہونا چاہیے:

داعیان حق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے انداز میں رقت، نرمی اور ٹھہراؤ پیدا کریں کیونکہ نرمی میں اپنائیت کا جذبہ غالب رہتا ہے اور ایسی باتیں دلوں میں اترتی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس گرجنے، برسنے اور ڈانٹنے سے لوگ بدکتے اور اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ دل میں انقباض بڑھتا ہے۔ بالخصوص عوامی میدان میں اس احتیاط کا لحاظ ضروری ہے۔ ہاں! ایسا انداز اس جگہ اختیار کیا جاسکتا ہے جہاں آپ کا اثر و رسوخ زیادہ ہو۔ نفسیاتی طور پر یا شہرت کی بنیاد پر!

اس کے علاوہ بھی جہاں داعی کو قوم و جماعت پر مکمل اختیار و دسترس حاصل ہو، جیسے کسی متحرک و زندہ تنظیم کا سربراہ ہونا یا مجاہدین جماعت کا امیر ہونا وغیرہ۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے داعی آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور ''سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے'' کا نوحہ الاپتے نظر آتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو بھی انتباہ کیا تو ان الفاظ میں۔

﴿ أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ⑧ ﴾ (فاطر: ۸)

''(بھلا کچھ ٹھکانا ہے اس شخص کی گمراہی کا) جس کے لیے اس کا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست دکھا دیتا ہے پس (اے نبی ﷺ) خواہ مخواہ تمہاری جان ان لوگوں کی خاطر غم و افسوس میں نہ گھلے، جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔''

Marfat.com

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ (یونس: ۹۹)

''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا، یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں؟''

تیسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ﴾ (الرعد: ۳۱)

''اور اگر قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے (زور) سے پہاڑ چلائے جا سکتے یا زمین کے طویل فاصلے فوراً طے کیے جا سکتے یا اس کے ذریعہ مردوں سے کلام کیا جا سکتا تو بھی یہ کافر ایمان نہ لاتے بلکہ ایسے سب امور اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بروز جمعرات پند و نصائح کا اہتمام فرماتے تھے۔ ایک آدمی نے روزانہ وعظ کہنے کی فرمائش کی تو آپ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا:

((أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا .))[1]

''میں تمہیں اکتاہٹ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا میں وعظ و نصیحت میں تمہارا خیال رکھتا ہوں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا خیال رکھتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔''

لاشعوری جنگ کے شعلے:

ستم یہ ہے کہ فریقین (علماء اور عوام) اپنی ضد اور موقف سے سمجھوتہ کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ منبر و محراب پر قبضہ و تصرف کو جائز سمجھتے ہیں تو دوسرے ہوٹلوں اور چوپالوں میں اپنی لفاظی اور مولویوں پر دشنام طرازی کو پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۷۰، صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، رقم: ۲۸۲۱.

Marfat.com

جبکہ اس لاشعوری جنگ میں خسارہ دین اور مشن کا ہوتا ہے اور اس بے معنی جنگ کا سلسلہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے پر الزام تراشی سے شروع ہوتا ہے۔ ایک کی شکایت ہے کہ ہماری قدر نہیں ہوتی تو دوسرے کی صفائی مع ڈھٹائی یہ ہوتی ہے کہ آپ میں اخلاق اور اخلاص کی کمی ہے، ہم کہاں تک اپنی سادگی اور شرافت کی بھینٹ چڑھاتے رہیں۔ اس بے باکانہ اظہار خیال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم نے جو مواد انہیں فراہم کیا ہوا ہے وہ سطحی معلومات اور گھسا پٹا عنوان و خطاب سے ہے۔ علاقہ کا سروے کریں اور احباب کے خطاب کی شرح معلوم کریں تو یہ عقدہ کھلے گا کہ خطاب کا نوے فیصد حصہ نماز پر ہوتا ہے اور دس فیصد میں باقی موضوعات کو جگہ ملتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہمارے داعی لاشعوری طور پر تبلیغی جماعت کے ایجنٹ بن گئے ہیں (اور یہ تبلیغی جماعت کسی عالمی سازش کی آلۂ کار ہے) جو صرف نماز اور نماز ہی کی تبلیغ کرتے ہیں اور اسی کو تمام مسائل کا حل قرار دیتے ہیں۔

ایسے ہی لوگ کل کے بجائے جزو اور اساس کے بجائے فرع سے واسطہ رکھتے ہیں اور حقیقی اسلام کی بجائے مصنوعی اسلام کا دم بھرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مکان اور درخت کی مثال سامنے رکھنا چاہیے۔ مخدوش اور کمزور مکان کی اصلاح میں پہلے بنیاد کو مستحکم کیا جاتا ہے۔ بعدہ اس کے باقی حصوں پر توجہ دی جاتی ہے۔ مگر وہ شخص عاقبت نااندیش ہی ہوگا جو مکان کی بنیاد چھوڑ کر اس کے اوپری حصہ (ہی) کو خوب مضبوط اور منقش کرے۔

اسی طرح درخت کی نشو ونما کے لیے ان کی جڑوں کو سیراب کرنا عقلمندی ہے نہ یہ کہ صرف شاخوں پر پانی پھینکا جائے اور اس کے تنوں کو سنوارا سجایا جائے۔ یہی حال آج کے نمازیوں کا ہے جن کی بڑی تعداد شرک و کفر میں ملوث ہے۔ رسم و رواج کے پرستار اور آباء و اجداد کی تقلید کے خوگر ہیں۔ یہ حقوق و معاملات اور اسلامی معاشرت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔ زندگی کی ایک گاڑی ہے جو گزر رہی ہے، نشیب و فراز کا علم ہے اور نہ توحید کے تقاضوں کا شعور ہے، اسلامی تعلیم سے کوسوں دور ہیں جبکہ غیر مسلم روایات اور اجداد کے سلسلۂ انساب سے بھی واقف ہیں۔ بقول شاعر

Marfat.com

غیروں کے فسانے یاد رہے
اور اپنی حقیقت بھول گئے

سطحی سوچ:

یہ تضاد اور یہ نمازیں! ذرا اندازہ کریں خلیج کہاں واقع ہے؟ درحقیقت ایمان واخلاص اور توحید کے باب میں ہمارے بھولے بھالے عوام بڑے بودے اور کجروی کے شکار ہیں۔ ایسے غافل لوگ آپ کی نماز والی تقریر سے زیادہ اپنے سماجی رکھ رکھاؤ، معاشرتی ہم آہنگی اور جھوٹے وقار کے لیے نمازوں کے عادی ہو جاتے ہیں انہیں اگر نماز کی تڑپ اور کسک ہوتی تو دعائیں سیکھتے، اس کی ترتیب اور قواعد معلوم کرتے اور زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں تلاش کرتے مگر ایسا خال خال بھی نظر نہیں آتا۔

ایک واقعہ:

ایک نامور عالم دین کے پاس ایک عیسائی مسلمان ہونے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا تو مسلمان کیوں ہو رہا ہے؟ اسلام کی کس چیز نے تجھے متاثر کیا ہے؟ اس کا کچھ مطالعہ کیا ہے! یہاں ویسے ہی مسلمان بہت ہیں تو بھی ویسا ہی ہو جائے گا!! اس نے کہا سر! ہم مسلمان دوست احباب اور پڑوسیوں کے ساتھ حقہ بیڑی کی دوڑ میں اس لیے شامل نہیں ہو پاتے کہ یہ غیر مسلم ہے! بیٹھک میں بھید بھاؤ کی وجہ سے ہم کٹ کر رہ جاتے ہیں، اسی لیے میں مسلمان ہو رہا ہوں۔ دیکھا آپ نے!!

تیرا دل تو ہے صنم آشنا
تجھے کیا ملے گا نماز میں

دین میں انتہا پسندی:

نمازیں شیعہ بھی پڑھتے ہیں، خانقاہوں اور درباروں پر بھی پڑھی جاتی ہیں بلکہ کسی قدر اخلاص بھی پایا جاتا ہے۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے؟ یہی نا کہ منہج کا فرق ہے! اور یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم تو منہج نبوی کا دعویٰ کریں مگر عمل اس کے خلاف کریں!!

Marfat.com

بعض ساتھی (ناپختہ) نمازیوں کی خواہ مخواہ تعداد بڑھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں یہاں تک کہ کفر کا فتویٰ بھی صادر کر دیتے ہیں "من ترك الصلوٰة متعمدا فقد کفر" کے تحت! اور حال یہ ہے کہ جب ان کے گھر سے دعوت ملتی ہے تو بغیر ڈکار لیے مرغ و ماہی کا مکمل صفایا کر دیتے ہیں۔ اللہ کی پناہ! اس طرز عمل سے دین میں تشدد اور انتہا پسندی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور مثبت کے بجائے منفی اور صواب کے بجائے خطا کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے "انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں اسلام" کتاب کا لب لباب یہ ہے کہ دین میں یہ بھی انتہا پسندی ہے کہ لوگ داڑھی کے سائز اور مقدار پر بحث و تکرار، فرقہ بندی اور جماعت سازی کریں! اور جزئیات میں الجھ کر شریعت کے اصل ماخذ اور بنیاد توحید و سنت کی تعلیم ہی کو کھوکھلا کر دیں۔

فکری انقلاب:

اسلامی معاشرہ میں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ہے توحید کا بیان اور اس کی صحیح معلومات، اس کے احکام اور تقاضوں کا علم، شرک کی اقسام اور اس کے نقصانات کی معلومات اسی طرح توحید اور طاغوت کی تعریف (کتاب و سنت کی روشنی میں) اس کے تقاضوں اور مطالبوں کے ساتھ۔

توحید کے فائدے اور شرک کے نقصانات کا شعور اگر لوگوں کی سمجھ میں آ جائے تو ہمارے معاشرے میں فکری انقلاب آ جائے اور ماحول و سماج میں جتنی برائیاں، بدعملی، انارکی، نا انصافی خیانت، جہالت، استحصال، حق تلفی، کشت و خون، جنسی آوارگی اور فتنے و فسادات ہیں سب کافور ہو جائیں، کیونکہ تاریکی روشنی سے جاتی ہے۔ جہالت علم سے رفع ہوتی ہے اور شرک و طاغوت کا انخلاء توحید سے ہوتا ہے۔ آپ تمام موضوعات کو بالائے طاق رکھ کر صرف عقائد مضبوط و مستحکم کرائیں اور ہر ہر مشق کو اس طرح ازبر کرائیں جیسے مبتدی بچے اسباق رٹتے ہیں۔ ایسے میں جوں جوں لوگوں کی دلچسپی بڑھے گی دوسرے موضوعات بھی مناسب موقعوں پر بیان ہوتے رہیں گے۔ بالخصوص ان دروس میں جو عام حالات میں

Marfat.com

(مساجد و مجالس کے اندر) دیئے جاتے ہیں۔ یہ تجربہ ضرور کریں کہ اس کے فائدے اور ثمرات دعوت و تحریک میں انتہائی ممد گار و معاون ہوں گے، بلکہ عوام سے زیادہ داعی کے اندر اس سوچ اور عمل کا داعیہ مضبوط ہوتا جائے گا اور اس مجاہدہ سے ایک ایسا معاشرہ منصۂ شہود پر آئے گا جس میں خرابی تو ہوگی مگر سطحی، اختلاف تو ہوگا مگر حق کی خاطر، غصہ تو ہوگا مگر وقتی. لڑائیاں تو ہوں گی مگر ظلم کے خلاف، اور گناہ بھی ہوسکتا ہے مگر توبہ کے لیے۔

دوسرا واقعہ:

فضیلۃ الشیخ مولانا عبد السمیع جعفری امیر امارت اہل حدیث صادق پور پٹنہ کی دعوت خطاب (برائے علماء و اساتذہ اصلاح المسلمین السّلفیہ) کے لیے ناچیز رقم الحروف نے ۱۹۹۳ء میں مختلف دورے کیے۔ انہی دنوں ایک مجلس میں سعودی عرب کی حالت و سیاست پر تبصرہ ہوا جس میں احباب کا زور اس پہلو پر تھا کہ سعودی عرب کی حکومت و عوام میں عیش پسندی اور مختلف برائیوں کا غلبہ بڑھا ہوا ہے۔ میں نے اپنی بات کرتے ہوئے امیر محترم کو مخاطب کیا! شیخ صاحب! وہاں کے حالات پر آپ کی گہری نظر رہی ہے، کیا ایسا نہیں ہے کہ سعودیہ عربیہ میں کسی حد تک یہ سب ضرور ہے مگر وہاں کی سوچ اور سوسائٹی میں عقیدۂ توحید رچا بسا ہوا ہے اور یہ ایسی خوبی ہے جو تمام خرابیوں کو زائل کر دیتی ہے۔ دیکھئے نا وہاں اگر کسی اجنبی یا غلام کو بھی مخاطب کرنا ہو تو بڑے حلیمی سے کہتے ہیں یا محمد! یا احمد!!

شیخ امیر محترم تبسم سے معمور مگر تعجب بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگے اور پر جوش ہو کر کہنے لگے واللہ ایسا ہی ہے! ایسا ہی ہے! اب سارے علماء سعودی عرب کے حق اور محاسن میں چن چن کر دلائل دینے لگے۔ واضح رہے کہ شیخ عبد السمیع جعفری حفظہ اللہ مدینہ منورہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد تقریباً اٹھارہ سالوں تک مکہ میں مقیم رہے اور ایک استخارہ کے نتیجہ میں سرزمین ہند یعنی وطن واپس آ گئے۔ ❶

دعوت کا مطمع:

آج مسلم معاشرہ بھاری نقاہت میں مبتلا ہے۔ جس کا پوسٹ مارٹم اور علاج بہت

Marfat.com

ضروری ہے۔ اس لیے یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ جب مریض یا بچے کو اگر بھوک لگی ہو تو تھپک تھپک کر اور لوریاں سنا سنا کر سلانے سے اسے خاموش نہیں کیا جا سکتا ہے، بلکہ انہیں حسب ہضم و پسند کھانا کھلانا ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح قوم و ملت کی اصلاح میں اس کی بنیاد اور منشاء کو سلف صالحین کے منہج پر مستحکم کرنا پڑتا ہے اور وہ ہے اللہ کی محبت کے سامنے تمام محبتوں اور مرغوبات کو قربان کر دینا۔ ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرہ: ۱۶۵)

''ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔''

مولانا مودودی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے:

''ایمان کا اقتضاء یہ ہے کہ آدمی کے لیے اللہ کی رضا ہر دوسرے کی رضا پر مقدم ہو اور کسی چیز کی محبت بھی انسان کے دل میں یہ مرتبہ اور مقام حاصل نہ کرے کہ وہ اللہ کی محبت پر اسے قربان نہ کر سکتا ہو۔'' (تلخیص تفہیم القرآن، ۵۷)

اللہ سے محبت اس پر مکمل بھروسہ اور انابت کا یہ انداز دعوت و اصلاح کے سلسلہ میں بڑا اہم اور تحریکی سوچ کا حامل ہے، جس کی داعی کو ہر لحہ ضرورت ہے اور محبت کی انتہا یہ ہے کہ سارا انحصار، مطمح نظر اور رجوع محبوب کے لیے ہو جائے۔ قرآن میں ایک مصلح اور داعی کا مقصد و مطمح اسے ہی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾﴾ (ھود: ۸۸)

''میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے اور یہ جو کچھ بھی میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا

---

[1] مولانا عبدالسمیع جعفری رحمہ اللہ مدرسہ فیض العلوم السلفیہ ماڑر کی دعوت اجتماع پر نیپال تشریف لائے تو موصوف نے ان ابواب کا جستہ جستہ مطالعہ کیا، جبکہ کتاب کے دوسرے حصوں پر سرسری نگاہ ڈالی اور اپنی پسند کا بھرپور اظہار کیا۔ جزاک اللہ خیرا۔

Marfat.com

اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

فکر و خیال اور بیان و خطاب میں توحید:

بد قسمتی سے ہمارے یہاں زبانی اور بغیر مطالعہ کی تقریر کرنے کی عادت نے وبا کی شکل اختیار کر لی ہے جبکہ یہ رویہ بھی توحیدی سوچ کے خلاف ہے۔ بھلا اس میں عار اور شرم کی کون سی بات ہے کہ آپ اپنے مواد کسی چٹ پر لکھے ہوئے حوالوں کے ساتھ بول رہے ہیں یا ہاتھ میں کتابیں لیے خطاب فرما رہے ہیں! بہتر تو یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے مدلل گفتگو ہو، چاہے مختصر ہی ہو، یہاں وہاں کی باتیں اور کسی کو زک پہنچانے والے اشارے کنائے سے گریز ہی بہتر ہے۔

میرا خیال ہے روزہ جیسی اسپیشل عبادت اور رمضان جیسے مبارک مہینہ میں بھی توحید و رسالت پر خطاب ہو جبکہ اس کے فضائل و مسائل کے لیے خصوصی نشستوں کا اہتمام کیا جائے۔ جہاں لوگ سوال و جواب کے ذریعہ تازہ بتازہ مسائل معلوم کر سکیں۔ اپنے عمومی خطاب میں خواہ مخواہ لوگوں پر مسائل تھوپنا بصیرت افروز نہیں ہے، آپ کہیں گے ہر خطبہ اور اجلاس میں ایک ہی موضوع بھی مناسب نہیں لگتا ہے؟ مگر میری تحریر کا مدعا اور نقطہ عروج یہ ہے کہ آپ کا ذہن و خیال مکمل طور پر توحید کے سانچے میں ڈھل جائے اور جس موضوع پر آپ لب کشائی فرمائیں اس کا مقصد اور لب لباب عقیدۂ توحید ہی ہو، یہ ایسا ہی ہے جیسا قرآن مجید کا زیادہ پڑھنے والا اس میں لطف اور کشش کو مزید بڑھتا ہوا پاتا ہے۔ (الشوریٰ:۱۳)

دنیا میں جتنے مذاہب و ادیان ہیں وہ اپنے نظریات کی ترویج میں محور خیال ہی کو اساس بنا کر گفتگو و محادثے کی طرح ڈالتے ہیں، جبکہ اسلام ایسا نظریہ نہیں! جس کی تائید کے لیے منطق و فلسفے کے زبان کی ضرورت اور اس کی احتیاج لاحق رہے، بلکہ یہ منزل من اللہ، الٰہی قانون ہے! جس کی اطاعت اور تقاضوں کی برآوری کے لیے ہمیں ہر وقت سر تسلیم خم اور جاں نثار رہنا چاہیے۔

❀❀❀

Marfat.com

اسلام کی حقیقی اور زندہ تحریک پیدا کیجئے

نظریاتی مذہب و مسلک اور دستور و آئین کے ارتقاء کے لیے حاملین تحریک کی سوچ بہت پختہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے جذبات و احساسات مکمل طور پر اس مشن میں جھونک دیتا ہے۔ اس کے سامنے دنیا کی برتری اور اقتدار کی ہوس ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنی محدود کمیونٹی کی فلاح و کامرانی کی انتھک کوششیں! جس کے لیے وہ مرنے کٹنے اور سب کچھ گنوانے کے لیے برسر پیکار اور آمادۂ جنگ و جدال رہتا ہے۔ آج کے دور میں اور ہمارے ملک میں بھی ایسی زندہ تحریکیں موجود ہیں جس کا لائحہ عمل مبہم اور غیر واضح ہے اور ستم یہ ہے کہ یہ ایک انسان کا ترتیب دیا ہوا نظریہ ہوتا ہے جس کا آئیڈیل بھی (اپنے انجام کے ساتھ) کیفر کردار کو پہنچا ہوا اور دنیا کے لیے نشان عبرت ہوتا ہے، مگر ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کا نظام و قانون ہے جو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے! ہمارے سامنے نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے جو مبعوث اور اللہ کا فرستادہ ہے، ان کے پیارے اور جانثار ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہیں جن کے حالات کارناموں سے پُر ہیں۔ افسوس اس کے باوجود ہم پس و پیش میں ہیں اور کسی زندہ تحریک کی داغ بیل نہیں ڈال سکتے ہیں! پیش قدمی کی ہمت نہیں ہو رہی ہے، ہر کوئی اس انتظار میں ہے کہ کوئی دوسرا آگے بڑھے! دیکھیں اس کے ساتھ کس قسم کے معاملات اور حادثات رونما ہوتے ہیں اور اگر کامیابی ہوئی تو ساتھ ہو لیں گے۔ یہ اس لیے کہ انہیں فرعون وقت کی آزمائش کا خطرہ اور دھڑکا لگا رہتا ہے۔

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ ۨ

Marfat.com

اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ (الحج : ١١)

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر (کھڑے) ہوکر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھایا واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔''

ضروری نہیں کہ موج در موج (لوگ) تحریک میں شامل ہوں گے تو ہی آگے بڑھیں گے، بلکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آدمی کے ساتھ اس کا دل بھی جواں ہو اگرچہ کم اور تھوڑے ہوں کہ یہی نمونہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگیوں میں ہمیں نظر آتا ہے۔

﴿ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ ﴾ (یونس : ٨٣)

''موسیٰ علیہ السلام پر اس کی قوم کے چند نوجوانوں کے سوا کوئی بھی ایمان نہ لایا انہیں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فرعون اور اس کے درباری انہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دیں۔''

حالانکہ ایک داعی کو ہر وقت دین کے غلبے کی فکر رکھنی چاہیے۔ جو فکر اسے اعلیٰ مفکر و مدبر کا مقام عطا کرے، جہاں تحریک اور تعمیل کا نقطہ عروج ہو۔ اس کا رہن سہن، چلنا پھرنا، دوستی دشمنی، خوشی غم، عزت ذلت، ضبط و غصہ، نیک نامی و بدنامی، جینا اور مرنا اس خواب کی تعبیر کے لیے ہو۔ یعنی وہ اپنے جذبات و خیالات کو دین و شریعت کے نام پر قربان کرتا رہے۔ ان قربانیوں کے نتائج اور ثمرات داعی کی اپنی زندگی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

اپنے ساتھی کے لیے دل میں جو انقباض اور بغض تھا کم ہو رہا ہے یا ختم ہو گیا ہے؟ دین کا کام خالص دینی طرز پر کرنے کا صحیح داعیہ پیدا ہو گیا ہے؟ ہر سطح پر اسلامی بلاک اور مرکزیت کے قیام کا عزم جواں ہے!! وغیرہ

Marfat.com

ہر واقعہ کے دو پہلو ہوتے ہیں:

ایک خیر دوسرا شر، ایک حق دوسرا باطل! صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے:

((اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ .)) ❶

"تکبر کرنے والا وہ ہے جو حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر جانے۔"

قرآن کہتا ہے کہ نبی ﷺ بشر ہیں (الکہف: ۱۱۰) اس کے برعکس بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کی شان میں یہ گستاخی ہے۔

تکبر کے ساتھ حق کو ٹھکرانے کا یہ ایک انداز ہے۔

حق پرستوں کا یقین اللہ تعالیٰ پر اس طرح ہوتا ہے۔

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿١١٦﴾﴾

(المؤمنون: ۱۱۶)

"بہت بلند و بالا ہے اللہ سچا بادشاہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے وہ عزت والے عرش کا مالک ہے۔"

جبکہ اس کے برعکس ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ زمین والے بھی الٰہ اور مددگار ہوتے ہیں۔

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾﴾ (یٰس: ۷۴)

"اور انہوں نے اللہ کے علاوہ الٰہ بنا رکھے ہیں اس امید پر کہ وہ ان کی مدد کو پہنچیں گے۔"

ایک آدمی سوچتا ہے اگر حق بولوں گا تو تنخواہ کم ہو جائے گی اور جگہ بھی چھوٹ جائے گی، جبکہ دوسرا آدمی الگ پہلو پر سوچتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو ایک نواب کے ہاں سے تنخواہ مقرر تھی، بعض شکایات پر آپ کی تنخواہ رک گئی! آپ نے چنداں اس کی خوشامد کو گوارہ نہ کیا۔ حق اور خیر والے راستہ کو منتخب کرنے میں بظاہر دشواریاں ہوتی ہیں، اس لیے داعی کو چاہیے کہ حساس طبیعت اور بیدار مغزی کا ثبوت دے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان باب تحریم الکبر و بیانه، رقم: ۱۴۷.

Marfat.com

والا بنے، اس کی رو میں بہنے والا نہ ہو، تاکہ لاشعوری طور پر کفر و شرک، رسم و رواج کی پرستش اور بدعت و رہبانیت جیسے فتنوں کی دراندازی سے بچا جا سکے۔

مگر بدقسمتی یہ ہے کہ کچھ داعی اپنے انداز میں بہت سختی پیدا کر لیتے ہیں اور ظاہری فائدے نظر نہ آنے کی صورت میں دلبرداشتہ ہو کر اناپ شناپ ہانکتے اور بظاہر خانہ پری کے لیے بکتے رہتے ہیں، جبکہ یہ رویہ نفس پرستی کی طرف غمازی کرتا ہے۔ اس صورت میں بجائے عوام کے اپنی اصلاح کی شدید ضرورت بڑھ جاتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓىِٕكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۖۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾﴾ (البقرہ: ۱۷۴ تا ۱۷۵)

”حق یہ ہے کہ جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں، جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں اور تھوڑے سے دنیوی فائدوں پر انہیں بھینٹ چڑھاتے ہیں، وہ دراصل اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں، قیامت کے روز اللہ ہرگز ان سے بات نہ کرے گا نہ انہیں پاکیزہ ٹھہرائے گا اور ان کے لیے دردناک سزا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے ضلالت خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب مول لیا، کیسا عجب ہے ان کا حوصلہ کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں۔“

اسی طرح کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ گاؤں اور قصبہ میں ڈکٹیٹر و مہنت کی حیثیت سے ہر سفید و سیاہ کے بلا شرکت غیرے مالک بن جاتے ہیں اور چند منہ زور، شرپسندوں کی حمایت سے عجیب گل کھلاتے ہیں اور اسلام میں اجنبی خیالات کی دراندازی کا راستہ ہموار کرتے

Marfat.com

ہیں، حالانکہ یہ ہر دو سہارے طاغوتی معاونت کی ظالمانہ اور بزدلانہ سوچ ہے، اس کے برعکس سچا داعی کا مضبوط آسرا اللہ کی ذات ہے۔

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ (البقرہ: ۲۵۶)

''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں ہے۔''

آپ کہیں گے یہ تو عام اور معلوم آیت ہے جسے ہم روزانہ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ جیسا نبی موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ یہ (لا الہ الا اللہ) عام مسلمانوں کی دعا ہے۔ میرے لیے کوئی خاص دعا بتا دیجئے جو آپ کی قربت کا سبب ہو، تو اللہ تعالیٰ نے کہا اے موسیٰ! زمین و آسمان (اور اس کی چیزیں) ایک پلڑے میں اور دوسرے میں لا الہ الا اللہ کو رکھ دو! یہی پلڑا بھاری رہے گا۔ اس تنبیہ پر موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

قرآن مجید کا گہری اور سطحی نظروں سے مطالعہ کرنے کا بڑا فرق ہے اور یہ تباین زندگی کے ہر شعبہ بلکہ آسمان و زمین، دن اور رات اور جہنم کے استحقاق میں بھی کارفرما ہے۔ کیا آپ میں یہ عزم پیدا ہو گیا کہ آسرا صرف اللہ ہی کا مضبوط تر ہوتا ہے! حالات، تنخواہ، مصلحت اور اقتدار متبدل اور متغیر ہے! علوم و فنون کی مہارت کے باوجود اگر انسان ذہنی اور فکری انحطاط کا شکار ہو جائے تو وہ ایک انسانی مجسمہ اور بت کی طرح ہے جس کی صورت تو ہے مگر حقیقت نہیں! جسم تو ہے مگر جان نہیں!

احساس بیدار کیجئے:

ایک آدمی حق چھپاتا رہتا ہے اور لب کشائی پر ذلت کا خطرہ محسوس کرتا رہتا ہے۔ مگر دوسرا آدمی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات کو ذہن میں محفوظ رکھتا ہے کہ جب امام مالک کو ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم زبردستی کی طلاق نہیں ہوتی۔ ''لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق'' برحق موقف رکھنے کی وجہ سے گورنر مدینہ نے آپ کے چہرے پر

Marfat.com

کالک لگوائی اور گدھے پر بٹھا کر مدینہ بھر میں چکر لگوایا اور کوڑے برسائے۔ پھر بھی آپ حق ہی کہتے رہے اور عزیمت کی چٹان بن گئے۔ ولا یخافون لومة لائم ﴾ کی زندہ تصویر بن گئے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ مامون نے خوب زدوکوب کیا کہ آپ قرآن مجید کو مخلوق کہہ دیں، جبکہ آپ اسے غیر مخلوق کہہ کر پہاڑ جیسی مصیبت اور چٹان جیسی آزمائش سے دوچار ہو گئے۔ اس حال میں کہ دوسرے مصلحت پسند علماء توریہ کے ذریعہ بچتے رہے، یعنی یہ علماء جب دربار میں حاضر کیے جاتے تو اپنے ہاتھ کو بلند کرتے اور کہتے اے امیر المومنین! یہ مخلوق ہے! مراد ان کا ہاتھ ہوتا جبکہ خلیفہ اصل موضوع یعنی قرآن کو مخلوق سمجھ کر اسے رہا کر دیتا۔

ایک آدمی اچھی وضع قطع لگا کر اور چہروں کو خوب سجا کے بدعتوں اور غیر اسلامی روایات کو فروغ دیتا ہے، کہ یہ بھی اسلام ہے جبکہ دوسرا آدمی اسے مجذوب کی بڑ اور مصلحتوں کا ایک مسمار ڈھانچہ تصور کرتا ہے۔ مسجدوں کو ویران اور قبروں کو آباد کرنے والوں کی سمجھ میں تو یہ باتیں نہ آئیں گی مگر ذرا ان حضرات (اور ہمارے دعاۃ) کی آنکھیں ہی کھل جائیں جو خواہ مخواہ بوجھ لادتے اور عوام کو کاہل بناتے پھرتے ہیں۔ کیا سحری کے لیے لوگوں کو (مسجد والے) لاؤڈ سپیکر سے جگانے کا رواج غیر اسلامی نہیں ہے؟ اور اس بدعت کا التزام دین اور نیکی سمجھ کے نہیں کیا جاتا ہے؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ایک سنت مہجورہ کا احیاء کیا جاتا اور سحری کے لیے نبوی طریقہ اذان کا اہتمام ہوتا۔ اسی طرح بدیش میں کمائی کرنے والوں سے مسجد و مدرسہ کے نام پر بندھی ہوئی رقم لی جاتی ہے، جبکہ یہ بھی غیر اسلامی اور غیر مہذب طریقہ ہے۔ یہ استبدادی ٹیکس جیسا ہی ہے۔ گذشتہ سطور میں بھی لکھا گیا ہے کہ داعی کو ہمیشہ حساس اور بیدار رہنا چاہیے اور اجنبی خیالات کی دراندازی پر کڑی نظر رکھنا چاہیے اور جب ایسے رجحانات سر اٹھائیں تو بغیر کسی لیت ولعل کے ان کا سر کچل دینا چاہیے اور یہی کچلنا اور بروقت صحیح فیصلہ کرنا ہی بصیرت اور عزیمت کہلاتا ہے۔ بصورت دیگر اگر آپ اسے سستی سے چھوڑ دیں گے مصلحت کی چادر تان کر لمبی نیند سو جائیں گے تو یہ چھوٹی چنگاری شعلہ جوالہ بن کر آپ کے

Marfat.com

وجود کو بھسم کر دے گی۔

کیا مومن کے علاوہ لوگ چین کی بانسری بجا رہے ہیں:

عزیمت والوں کی آزمائش اور مشکلات کے ادوار تو ہوتے ہی ہیں کہ اس کا ثواب اور درجے بھی اسی قدر مرتفع ہوتے ہیں مگر ہمیں بتایا جائے کہ مصلحت والے بھی اس دنیا میں کس جگہ خوش وخرم اور مستی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر ایک مومن کی زندگی میں سرفروشی اور خانہ بدوشی مقدر ہوتی ہے تو جمہوری ممالک میں رہنے والے استحصالی راہزن وقزاق اور اس کے پشت پناہ سیاسی آقاؤں کی زندگی میں کون سی امن وسلامتی کی گارنٹی ہوتی ہے۔ آپ کہیں گے مجبوریوں کے ہم شکار ہیں اور حالات کے تقاضے اچھے بھلوں کے قدم ڈگمگا دیتے ہیں تو یہ بات آپ کی کسی حد تک ٹھیک بھی ہوسکتی ہے! مگر آپ غور کریں کہ ہم بعض ایسے رسم ورواج پر آنکھ موند کر عمل پیرا ہیں جو جاہلیت اور غیر اسلامی اقدار کا حامل ہے! ہمارا رہن سہن، بودوباش، عقائد ونظریات جو کافرانہ مشرکانہ وملحدانہ نظام کا اسیر بن کر رہ گیا ہے، کیا اس پر چلنے کے لیے ہمیں کوئی رضا کارانہ طور پر مجبور کرتا ہے؟ اور اگر ہم نے اپنے طور پر اس کو مجبوری بنالیا ہے تو پھر یہی مجبوری ہماری ہلاکت کا باعث ہوتی ہے اور مزید ہم اس میں الجھتے اور پھنستے چلے جاتے ہیں۔ حدیث رسول ﷺ: ''من تشبہ بقومٍ فھو منھم'' کے تقاضوں سے کوسوں دور جا پڑتے ہیں۔

ہاں! کبھی کبھی بعض مجبوریاں علاقائی پیمانوں پر اثر انداز ہوتی ہیں، جن سے انحراف سوہان روح بھی ہوسکتا ہے اور وہ اس آیت کے مصداق ہوسکتے ہیں۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ.

عزیمت کی چٹان:

﴿وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ (لقمان: ۱۷)

''اور اچھائی کا حکم دے، برائی سے منع کر اور تجھے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر یہ

Marfat.com

ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''

﴿ اَ تَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۴۴ ﴾ (البقرہ: ۴۴)

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو! کیا تم سمجھتے نہیں؟''

آتش شکم کے لیے بڑے جوکھم اٹھانے پڑتے ہیں اور انتہائی صبر آزما حالات سے گزر کر بھی زندگی کی دوڑ میں کسی نہ کسی حیثیت میں اپنی شناخت محفوظ رکھنا پڑتی ہے۔ جس طرح تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل کی جستجو سے انحراف نہیں کرتا! اور نہ سفر کی جدت [1] وعزت سے مرعوب ہوکر منزل مقصود ہی کو فراموش کر دیتا ہے تو بھلا ابدی زندگی (آخرت) کا وہ متلاشی جسے علم وحکمت سے بھی نوازا گیا ہو، کیونکر اپنی ہمہ گیر ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوسکتا ہے۔ وہ توحید کی پسپائی اور باطل کی اچھل کود کو کس طرح ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرے گا؟ بلکہ یہ تحریک اسے ہر وقت مستعد اور فعال رکھتی ہے۔ مصیبت پر صبر کرتا ہے، ٹھوکریں کھانے پر تازہ دم ہوتا ہے، ملامت پر محظوظ ہوتا ہے، فقدان وسائل پر نئی نئی راہوں اور اندازوں کا کھوج لگاتا ہے۔ زندگی اور معاش کی تگ و دو میں جب وہ ہار نہیں مانتا تو اس عزیمت واستقامت دینی میں جس کا مقام سب سے اونچا اور بلند ہے، کیونکر پیچھے رہے گا اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب عزم وہمت کے ساتھ اسے اپنا کام سمجھ کر کیا جائے۔ اگر یہ کام دوسروں سے کرایا جائے اور خود سستی کا شکار بنا رہے تو پھر کامیاب مشن کا خواب ہرگز شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا اور یہ ذمہ داری یونہی نہیں ہے بلکہ قرآن کا حکم ہے۔

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ ﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

---

[1] مسافر آدمی تھکاوٹ کے باوجود سفر جاری ہی رکھتا ہے اور اگر سفر میں اسے کوئی عزت ومرتبہ ملتا ہے تو وہ وطن کو بھول کر یہیں کا نہیں ہو رہتا ہے!

Marfat.com

''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں، جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔''

آدمی کی عمر کے ساتھ اس کا ذوق، امنگ، ارادہ اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ کم یا ختم ہو جاتا ہے۔ عقل مند داعی وہ ہوتا ہے جو ہر قسم کی مجبوری اور رکاوٹ کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ حاشاوکلا اس کے جذبۂ انقلابی اور تحریک ایمانی پر کوئی قدغن اور حرف نہ آ جائے۔ گویا اس جذبہ سلفیت کو زندہ رکھنے کے لیے اسے سامنے والی مجبوریوں اور مصلحتوں کو سنگسار کر دینا پڑتا ہے کیونکہ اس دنیا میں مجبوریوں اور رکاوٹوں کی کمی نہیں۔ عمر دراز کا شکوہ درخور اعتنا نہیں اور سفر و حضر کا حیلہ معتبر نہیں!

Marfat.com

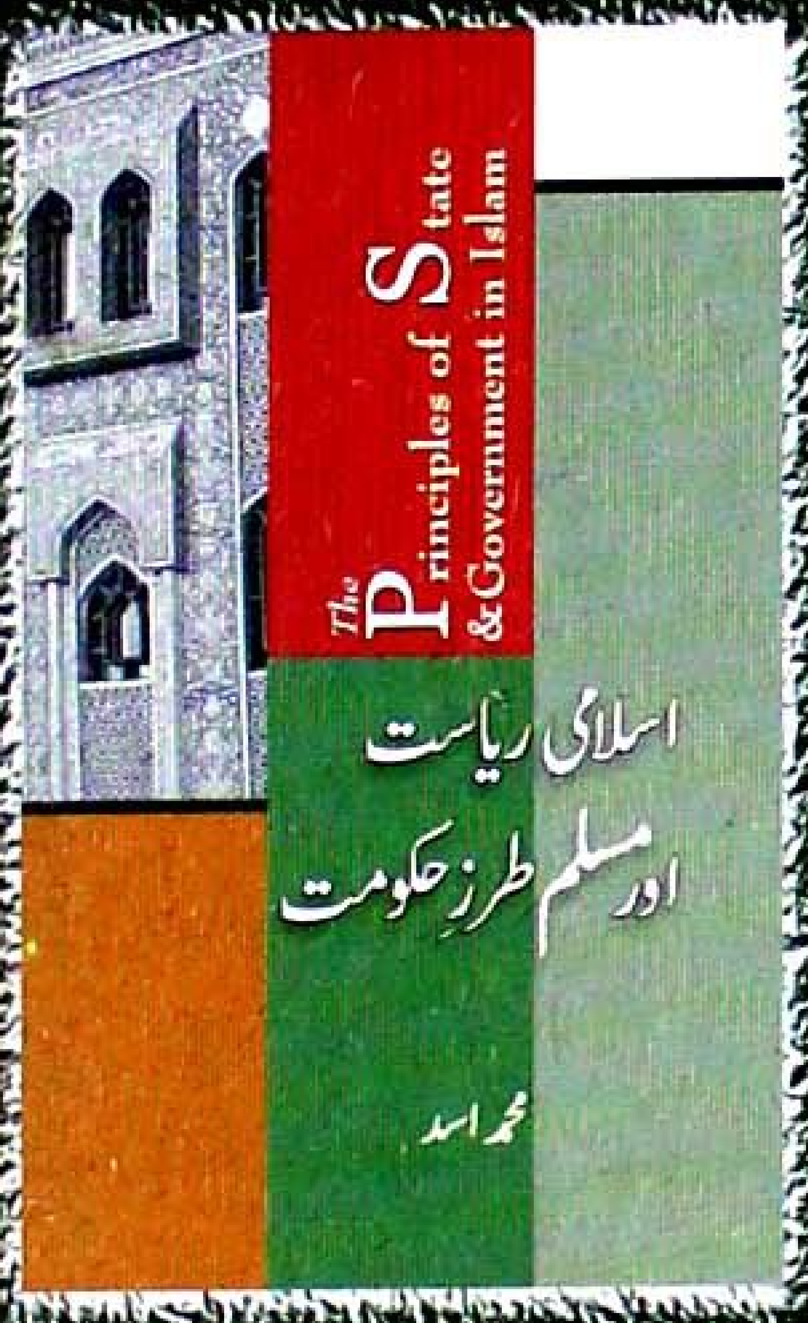

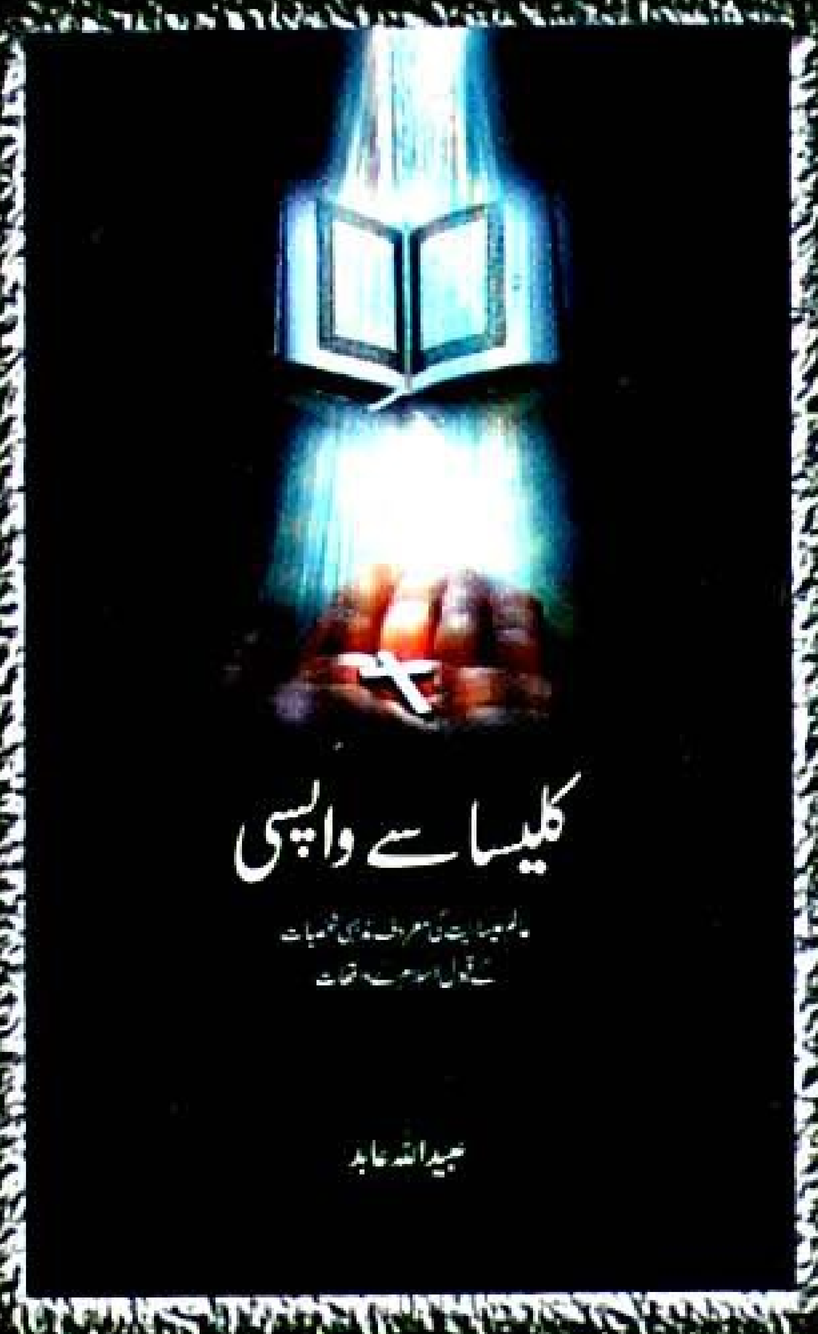

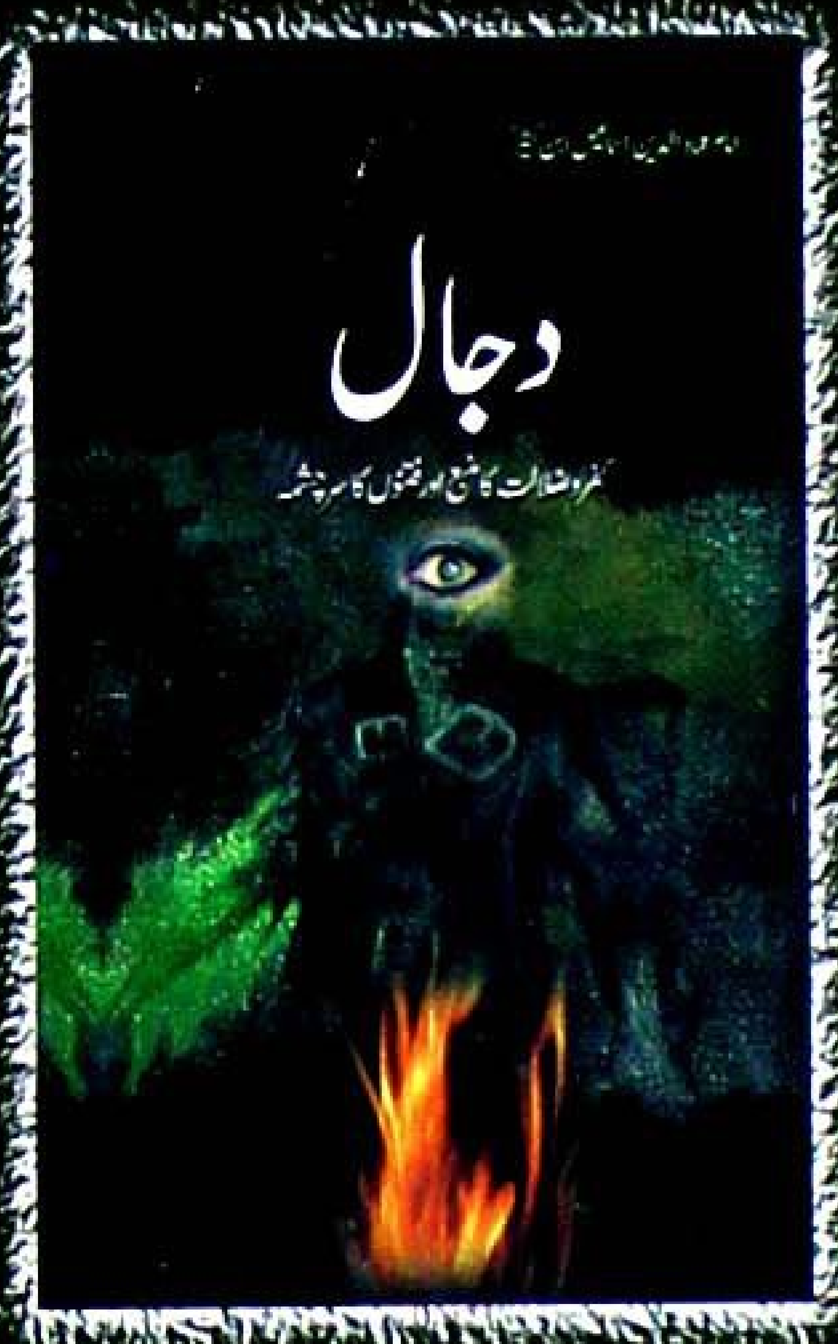

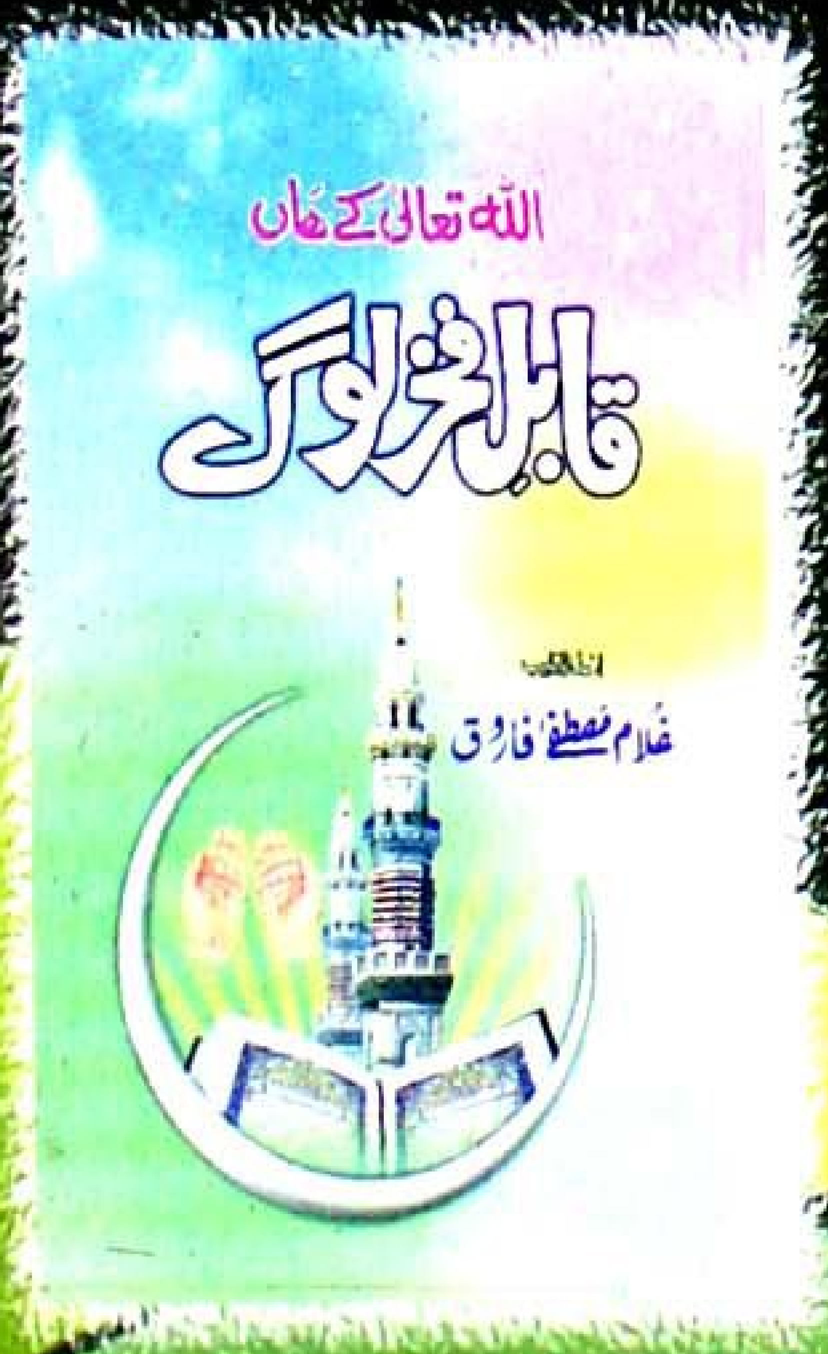

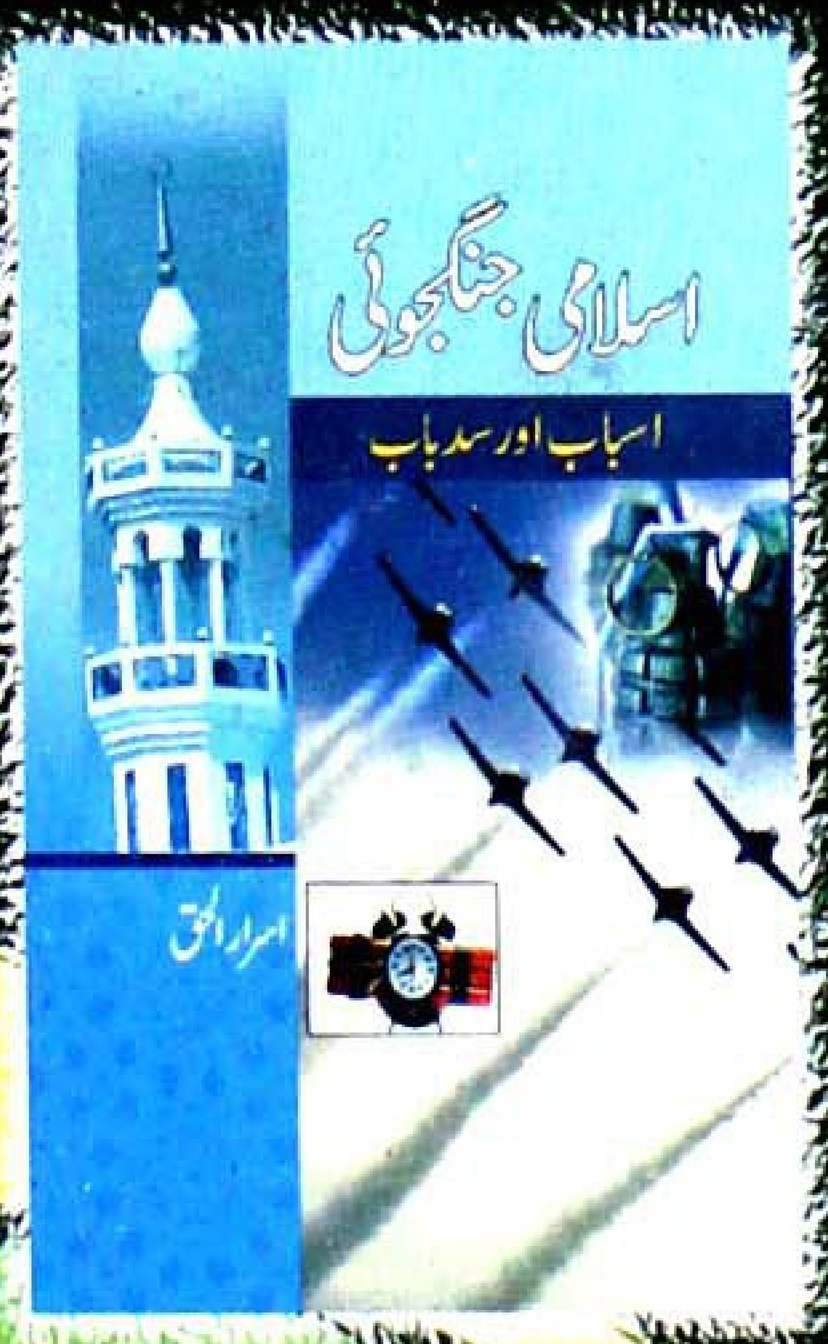

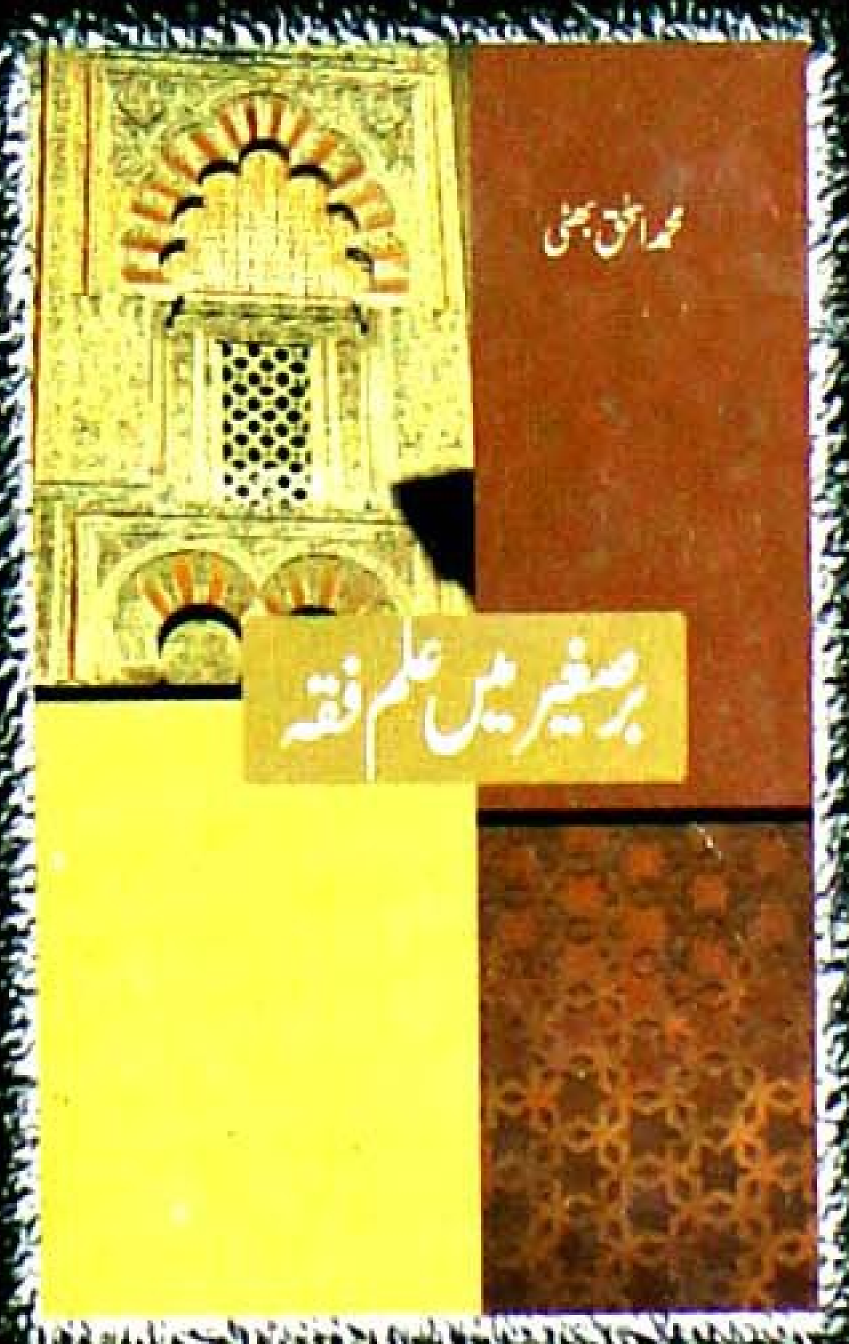

فضلی بک سپر مارکیٹ
اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 021-32212991, 32633887

کتاب سرائے
فون 042-37320318 فیکس 042-37239884

Designed by: Naveed Ahmad 0321 840 1998

Marfat.com